آخری سہارا

تحریر
محمد نجم مصطفائی

ناشر
ادارہ تحقیقات اسلامیہ حنفیہ، فیصل آباد
پنجاب

تاثرات

حضرت علامہ محمد اسماعیل رضوی

شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

کتاب آخری سہارا جس کے مصنف محمد نجم مصطفائی صاحب ہیں کتاب کے پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ موصوف نے کتنی کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ کتاب تحریر فرمائی۔ یہ کتاب صرف عام ہی کیلئے مفید نہ ہوگی بلکہ خواص علماء کرام، اساتذہ، پروفیسر حضرات کیلئے یکساں بے حد مفید ثابت ہوگی۔ کتاب نہایت آسان زبان میں اور سلیس اُردو میں میں نہایت عمدہ، طرز تحریر نہایت دلچسپ ہے۔ موصوف مصنف نے محنت شاقہ کر کے دورِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔ آخر میں اسلام و دیگر مذاہب کے عقائد و موازنہ پیش کرتے ہوئے اسلام کی حقانیت کو سہل انداز میں بیان کیا ہے، نیز انبیاء علیہم السلام کی سوانح اختصار مع مدت و سن بیان کر کے ضخیم کتب کے کھنگالنے سے مستغنی کر دیتا ہے۔ بارگاہِ صمدیت میں دعا ہے کہ کتاب ھٰذا کو درجہ قبولیت عطا فرمائے اور مقبول عام وخاص بنائے۔ آمین بجاہ سیّد الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ محمد اسماعیل غفرلہ

خادم مدرسہ امجدیہ

19-3-2005

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء (چیزوں) کی تعلیم دی۔ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے ایک عظیم الشان تخت پیدا کیا گیا۔ اس تخت کے آٹھ سو پائے تھے اور ایک پائے کا دوسرے پائے سے فاصلہ کئی سال کی مسافت کا تھا جو زیورات سے مرصع تھا۔ حکم الٰہی سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنتی لباس پہنایا گیا اور سر پر تاجِ کرامت سجا کر تخت پر بٹھا دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر نورانی فرشتے بھی رشک کرتے تھے۔ جب آپ مسکراتے تو آپ کے دانتوں سے نور چمکتا تھا۔ فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا کہ اس تخت کو اُٹھا کر عرش کے پاس رکھا جائے۔ فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی۔ تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ عزازیل جن بھی آیا ہوا تھا۔ چنانچہ حکم الٰہی ہوا کہ تمام فرشتے آدم کو سجدہ کریں۔ حکم سنتے ہی تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یہ سجدۂ تعظیمی تھا۔ ایک روایت کے مطابق پانچ سو سال فرشتے سجدہ کی حالت میں رہے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ آپ کی پیشانی میں 'مقدس نبی' کا نور رکھا گیا تھا۔ جب فرشتوں نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو دیکھا عزازیل جن کھڑا ہوا ہے اور اس نے سجدہ نہیں کیا چنانچہ اس کے چہرے کی خوبصورتی ختم ہوگئی اللہ تعالیٰ نے عزازیل جن سے پوچھا تو نے آدم کو سجدہ کوں نہیں کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں آدم سے بہتر اور افضل ہوں میں آگ سے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ عزازیل جن کو جنت میں بہت بڑا مقام حاصل تھا وہ جنتی لباس پہنا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نافرمانی کے سبب اس کے جسم سے جنتی لباس اُتار لیا گیا اور لعنتی طوق گردن میں ڈال دیا گیا اور جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا گیا اور اس کی حسین صورت مسخ کردی گئی اور اس قدر ہیبت ناک ہوگئی کہ اگر کوئی اس کی شکل دیکھ لے تو خوف سے مرجائے۔

اس نافرمان جن کا نام ابلیس شیطان ہوگیا۔

دنیا میں آنے کے بعد ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں قیامت تک کی زندگی مانگی اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کی زندگی دیدی قیامت تک کی زندگی پانے کے بعد وہ کہنے لگا آدم کی وجہ سے ہی مجھ پر یہ تباہی آئی۔ تیری عزت کی قسم! میں اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو عوام کو گمراہ کرے تو کرے لیکن جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا داؤ ہرگز نہ چلے گا۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اعزاز و اکرام کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں جنت الفردوس میں لایا گیا۔ جنتی لباس زیب تن کرایا گیا، سر پر زر و جواہر سے مرصع تاج پہنایا گیا۔ پھر آپ جنتی تخت پر جلوہ فرما ہوئے۔ سات لاکھ فرشتے دائیں، سات لاکھ بائیں تھے اور سات لاکھ فرشتے آپ کے سر اقدس پر رحمت و رضوان کے گجرے نچھار کر رہے تھے۔ جنت میں پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ اے آدم! میں نے تجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی روح خاص تیرے جسم میں ڈالی اب تم جنت میں آگئے ہو۔ یہاں مجھ سے ایک بات کا عہد کرو یہاں شیطان کے بہکائے میں نہ آنا اور اس گیہوں کے درخت کے قریب نہ جانا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے عہد کیا کہ میں حکم الٰہی پر عمل کرونگا۔

اس طرح جون 2000ء تک اولادِ آدم کی دنیا بھر میں کل آبادی چھ ارب چار کروڑ چوراسی لاکھ اُنہتر ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ جو مختلف نظریات، عقائد اور مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ ان میں کوئی مسلمان ہے تو کوئی ہندو، کوئی یہودی ہے تو کوئی عیسائی، کوئی برہمن ہے تو کوئی سکھ، کوئی بدھ مت ہے تو کوئی کمیونسٹ (لادین)، کوئی کھشتری ہے تو کوئی شورد، کوئی جین مت ہے تو کوئی گوتم بدھ، کوئی شیوا تو کوئی وشنو، کوئی آتش پرست تو کوئی بت پرست، کوئی چاند پرست تو کوئی سورج پرست...... غرض یہ کہ دنیا بھر میں مختلف نظریات کے لوگ آباد ہیں ان سب میں اسلام، عیسائی اور یہودی مذاہب زیادہ مشہور ہیں۔ اہل اسلام پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں یعنی قرآن مجید اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کو ماننے والے مسلمان کہلاتے ہیں۔ اہل یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل ہونے والی توریت کے ماننے کے دعویدار ہیں۔ جبکہ عیسائی برادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتی ہے۔ ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے چند بنیادی عقائد آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے بنیادی عقائد اہل دنیا پر واضح ہوجائیں اور ان کا آپس میں پائے جانے والا اختلافات بھی واضح ہوجائے۔

مسلمانوں کے بنیادی عقائد

مسلمانوں کے بنیادی عقائد پانچ ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا تمام صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق ہے وہی زندگی، موت اور رزق کا مالک ہے۔ اس کے حکم کے بغیر پتہ نہیں ہل سکتا۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

(۲) رسولوں پر ایمان لانا

اس سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیاء و رسل کو بھیجا۔ انبیاء و رسل کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔ اب قیامت تک دنیا میں کوئی نبی و رسول نہیں آئیگا۔ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے مقبول اور مقدس بندے ہیں اور تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ مسلمان ان تمام انبیاء و رسل کو قابل احترام سمجھتے ہیں۔ کسی ایک نبی کی شان میں بھی گستاخی اور بے ادبی کرنے والا کافر ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا

فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ یہ نورانی مخلوق ہے ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ فرشتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا اس کی عطا سے انبیاء بھی جانتے ہیں۔ چار فرشتے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ حضرت جبریل امین تمام فرشتوں کے سردار ہیں جو اللہ تعالیٰ کا پیغام وحی کی صورت میں انبیاء تک پہنچاتے تھے۔ فرشتوں کے وجود کا منکر کافر ہے۔

(۴) آسمانی کتابوں پر ایمان لانا

اللہ تعالٰی نے انبیاء و رسل پر انسانوں کی ہدایت کیلئے آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے جو سب کے سب حق ہیں۔ جو چار مشہور کتابیں نازل ہوئیں ان میں توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داوٗد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ مسلمان ان نازل ہونے والی آسمانی کتابوں اور صحیفوں کو سچا اور حق مانتے ہیں لیکن قرآن کے نازل ہونے کے بعد سابقہ تمام آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ ہو چکے اب قیامت تک قرآن اور پیغمبر اسلام کی شریعت ہی قابل قبول اور نجات کا ذریعہ ہے۔

(۵) قیامت پر ایمان لانا

قیامت پر ایمان لانا بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ قیامت کے دن کا منکر کافر ہے۔ دنیا بھر کے تمام مسلمان قیامت کے دن پر ایمان لانا فرض عین سمجھتے ہیں کہ ایک دن اچانک قیامت برپا ہوگی، زمین وآسمان، چاند سورج ستارے انسان حیوان اس دن فنا ہو جائینگے۔ پھر اس کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہوں گے، میزان قائم ہوگا۔ حساب وکتاب ہوگا۔ نیکوکار مسلمان اپنے نیک عمل کے ذریعے جنت میں جائیں گے اور گنہگار اپنی بداعمالیوں کے سبب نافرمانی اور کفر کے سبب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھونک دیئے جائیں گے۔ مسلمان اپنے گناہوں کی سزا پاکر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے مگر کافر، عیسائی، یہودی، ہندو، مشرک ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان کی معافی نہیں ہوگی۔

یہودیوں کے بنیادی عقائد

یہودیوں کا تعلق بنی اسرائیل قوم سے ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے سوا کسی اور نبی کی شریعت ماننے کو تیار نہیں۔ یہودی اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ انکے اعمال خواہ کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں جنت ان کی اپنی ہے اور اسکے علاوہ دنیا میں جس قدر قومیں ہیں وہ کتنی ہی پاک باز اور عمل صالح کرنے والی کیوں نہ ہوں وہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں بنی اسرائیل کہا کرتے تھے، ہم خدا کے لاڈلے اور محبوب ہیں، دوزخ کی آگ ہمیں جلا نہیں سکتی۔

جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ دوزخ کی آگ قوم یہود کے گنہگاروں کو چھوئے گی بھی نہیں اس لئے کہ وہ جہنم پر پہنچتے ہی اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے اور خدا کے پاس واپس آجائیں گے۔ (ملاحظہ کیجئے جیوش انسائیکلوپیڈیا، ج ۵ ص ۵۸۳)

بعض یہود کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ انہیں صرف چالیس روز کا عذاب ہوگا۔ یہ وہ مدت ہے جس میں بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ یہودی بڑے فخر کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے دِلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمارے عقائد محفوظ ہیں لہٰذا کسی کے معجزات، کسی کا تقویٰ، کسی کی اعلیٰ ظرفی، کسی قوت استدلال ہمیں اپنے عقائد سے ہٹا نہیں سکتی۔

اسلام کے خلاف یہودیوں کے عقائد

توریت شریف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کیلئے آتشی شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا۔ (ملاحظہ کیجئے استثناء تورات، باب ۳۳، ص ۲۰۱)

توریت شریف کی یہ آیت پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اور مقام و مرتبہ بیان کر رہی ہے۔ کوہِ فاران مکہ مکرمہ کا ایک پہاڑ ہے جہاں سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ توحید و رسالت فرمایا اور لوگوں کو آتشی شریعت دی جس نے اس شریعت کے ماننے والوں کو کندن بنا دیا اور نہ ماننے والوں کو جلا کر راکھ کر دیا اور آپ اپنی اُمت پر بے حد شفیق اور مہربان ہیں۔

توریت شریف میں اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے، میں ان کیلئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (توریت استثناء، ص ۱۸۴)

توریت شریف کی اس آیت میں بھی پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واضح فرمایا ہے کہ اے میرے کلیم! میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی پیدا کروں گا جن کا کلام میرا کلام ہوگا، جو میرا حکم دوسروں کو سنائے گا اور جو کوئی ان کی باتوں کو نہیں مانے گا تو میں اسے ضرور حساب لوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنی قوم بنی اسرائیل سے یہ بھی ارشاد فرمایا، خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا وہ جو کچھ تم سے کہے اس کی سننا۔ (ملاحظہ کیجئے رسولوں کے اعمال باب ۳ آیات ۲۱، ۲۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ بالا ارشاد میں بھی پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر ہے۔ فرمایا اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی مجھ سا بھیجے گا لہٰذا تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ان کی شریعت کو قبول کرنا۔ توریت شریف اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ بالا فرمان کی روشنی میں یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک نبی پیدا ہوگا اور یہ آنے والا بنی اسرائیل سے ہوگا بس انہی کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے گی اور کسی کی نہیں کی جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل سے ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے لہٰذا یہودیوں نے حضرت مریم پر طرح طرح کے الزامات لگائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک شریف زادہ ماننے تک تیار نہ تھے لہٰذا انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کو شہید کر دینے کی سازش کی جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہودیوں کی دشمنی دن کے اُجالے

کی طرح روشن تھی یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو نبی نہیں مانا البتہ یہودی آنے والے اس نبی کے منتظر ضرور رہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق آنے والا نبی قوم بنی اسرائیل ہی میں سے آئے گا۔ یہودی ابھی تک اس نبی کے منتظر ہیں۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا وہ جو کچھ تم سے کہے اس کی سننا۔

یہ بشارت پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے تھی جو دنیا میں تشریف لا چکے اگر یہودی اس سچائی کو تسلیم کر لیں تو آج دنیا میں مذہب کے نام پر پائی جانے والی اضطرابی کیفیت دُور ہو سکتی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت سے عیسائی قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔ عیسائیوں کے اس نظریئے کی وضاحت آگے کی جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خطاب بنی اسرائیل سے تھا اور اس خطاب میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں:۔

۱......آنے والا نبی تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔

۲......آنے والا نبی مجھ سا نبی ہوگا لہٰذا جو کچھ وہ کہے تم اس کی سننا۔

پہلی بات کی روشنی میں اب جاننا یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی کون ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے اور آپ کا یہ خطاب بھی بنی اسرائیل ہی سے تھا۔ جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام۔ دونوں بیٹے منصب نبوت سے نوازے گئے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کیے۔ ان میں ایک حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جن کا لقب اسرائیل تھا اور انکی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں ان سے جو اولاد چلی وہ بنو اسماعیل کہلائی۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو اسماعیل کی نسل میں سے ہیں اور یہودی بنی اسرائیل سے ہیں۔ ان کی مخالفت کی اصل وجہ یہی ہے کہ آخری نبی بنی اسرائیل سے کیوں نہ ہوا۔

توریت شریف کی اس پیشن گوئی پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ پیشن گوئی بھی پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا بنی اسرائیل کے کسی نبی کیلئے نہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرماتا کہ اے موسیٰ! میں بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تیری مانند پیدا کروں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے برعکس ارشاد فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ایک نبی تیری مثل پیدا کروں گا۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خطاب بنی اسرائیل سے ہے لہٰذا ان کے بھائی ان کے علاوہ ہوں گے نہ کہ وہ خود اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بنی اسرایل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں۔

دوسری بات کی روشنی میں کہ آنے والا نبی مجھ سا نبی ہوگا۔ لہٰذا جو کچھ وہ کہے تم اس کی سننا۔ تمام اُمور میں اگر کوئی ہستی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جیسی نظر آتی ہے تو وہ صرف اور صرف پیغمبر آخر الزماں ہی ہیں۔ مثلاً

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کے خلاف جہاد کیا...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی جہاد کیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اور اپنا آبائی شہر چھوڑا...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے آبائی شہر سے مدین کی طرف ہجرت فرمائی۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کیے...... حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے عصا مار کر پتھر سے چشمے جاری کیے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شبِ معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور دیدار کا شرف حاصل ہوا...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور تجلی دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر دریائے نیل کے دو حصے کر دیئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ اور دیگر مقامات سے بت پرستی کا خاتمہ کیا...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ کے بنائے ہوئے بچھڑے کو نیست و نابود کر کے بنی اسرائیل سے بت پرستی کا خاتمہ کیا۔

مگر یہودیوں کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ کسی طرح توریت کے حکم کو ماننے پر تیار نہیں اگر یہودیوں میں یہ ہٹ دھرمی نہ ہوتی تو فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہونے والے، آتشی شریعت لانے والے، بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند پیدا ہونے والے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ضرور ایمان لے آتے اور اسلام قبول کر چکے ہوتے مگر افسوس ان کے بغض و حسد اور ہٹ دھرمی نے ان کی آنکھوں کو حق دیکھنے سے اندھا کر دیا ہے اور حضور کو نبی ماننے کیلئے تیار نہیں۔

ان مختصر سے دلائل سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تورات کے حکم کے مطابق وہ نبی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوں گے۔

یہودیوں کی ہٹ دھرمی کی چند مثالیں

سلمہ بن سلامہ نامی شخص کا کہنا ہے کہ ہمارے قریب ایک یہودی رہا کرتا تھا۔ایک مرتبہ وہ یہودی بت پرستوں کے قبیلہ میں آیا اور مرنے کے بعد زندہ ہونے، قیامت، جنت و دوزخ، یومِ حساب اور میزان کا ذکر کرنے لگا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ جب پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت نہیں فرمایا تھا۔ یہودی بت پرستوں کو تعلیم دے رہا تھا۔ بت پرست قیامت، جنت ودوزخ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ بت پرست اس یہودی سے کہنے لگے کیا ایسا ممکن ہے کہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوجائیں اور اپنے اعمال کے سبب جنت اور دوزخ میں جائیں۔ یہودی قسم کھا کر کہنے لگا کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھڑکتی ہوئی آگ جلا کر مجھے اس میں دھکیل دو اور پھر میری راکھ مٹی میں ملادو پھر بھی میں کل زندہ ہوجاؤں گا۔ بت پرست بولے اچھا اس کی کوئی نشانی بتاؤ۔ یہودی ملک یمن اور مکہ کی جانب اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس جانب سے ایک نبی مبعوث ہوگا جو میری ان باتوں کی تصدیق کرے گا۔لوگوں نے پوچھا، یہ نبی کب تشریف لائیں گے؟ سلمہ بن سلامہ کا کہنا ہے کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا۔ یہودی نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر یہ لڑکا اپنی صحیح عمر کو پالے تو یہ ضرور اس نبی کو دیکھ لے گا۔

اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبوت کا اظہار فرمادیا اور آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ سلمہ بن سلامہ کا بیان ہے کہ جو باتیں یہودی نے نشانی کے طور پر بتائی تھیں وہ سب کی سب نشانیاں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پائیں اور ہم مسلمان ہوگئے۔ وہ یہودی ابھی زندہ تھا ہم نے اس سے کہا کہ تیری کہی ہوئی باتوں پر ہم اس نبی پر ایمان لے آئے تو ایمان کیوں نہیں لاتا؟ یہودی بولا یہ وہ نبی نہیں ہیں، میں کسی اور کیلئے کہتا تھا اس کیلئے نہیں کہتا تھا۔

(ملاحظہ کیجئے خصائص الکبریٰ، جز اوّل)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ یہودی محض سرکشی، ہٹ دھرمی اور بغض وعناد کی وجہ سے کفر پر ڈٹا رہا۔ اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ جو یہودی تھا اور یہودیوں میں اس کی حیثیت رئیس کی سی تھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچپن کا واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ میرے والد اور میرے چچا تمام بچوں میں مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ میں جب بھی ان سے ملتی مجھے سینے سے لگا کر پیار کرتے۔ جب پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا میں تشریف لائے اور وہاں قیام کیا تو میرے والد اور چچا صبح ہی صبح اندھیرے اندھیرے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے گئے اور سورج غروب ہونے کے بعد گھر واپس لوٹے۔ جس وقت دونوں گھر آئے تو میں نے محسوس کیا کہ وہ تھکے ہوئے ہیں اور افسردہ اور پریشان ہیں اور گھر میں آہستہ آہستہ ٹہل رہے ہیں۔ میں نے حسب عادت ان کو محبت بھرے کلمات سے مرحبا کہا مگر ان دونوں میں

سے کسی نے بھی میری طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ کچھ ہی دیر بعد میرے چچا ابو یاسر بن اخطب نے میرے والد سے کہا، کیا یہ وہی نبی ہیں؟ میرے والد نے کہا بے شک خدا کی قسم۔ پھر میرے چچا نے پوچھا کیا تم نے ان کو تورات میں بیان کردہ نشانیوں اور صفات سے پہچان لیا ہے؟ میرے والد نے جواب دیا بے شک خدا کی قسم۔ پھر میرے چچا نے پوچھا اب بتاؤ کیا فیصلہ کرنا ہے۔ میرے والد نے جواب دیا خدا کی قسم! جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت رکھوں گا۔ (ملاحظہ کیجئے ہدایہ الحیاری ابن قیم، ص ۴۰)

بنو قریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کی روشنی میں نبی آخر الزماں کی زیارت اور استقبال کیلئے یثرب (مدینہ منورہ) میں برسوں سے آباد تھا۔ اس قبیلہ کے علاوہ بھی دیگر یہودی قبائل یہاں آباد تھے۔ ان سب کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی آخر الزماں اسی شہر میں ہجرت فرما کر تشریف لائیں گے۔ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے ایک رئیس کا بیان ہے کہ ملک شام سے ایک یہودی ہمارے پاس آیا۔ اس کا نام الہیبان تھا۔ وہ ہمارے قریب آکر رہائش پذیر ہو گیا وہ بہت عبادت گزار تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے دو سال پہلے وہ یہاں آیا تھا۔ یہودی رئیس کا کہنا ہے کہ جب کبھی ہم پر قحط آتا تو ہم الہیبان یہودی سے دعا کی درخواست کرتے وہ ہمیں صدقہ دینے کیلئے کہتا پھر وہ کھلے میدان میں دعا مانگتا جب وہ دعا کرتا تو بادل گھر آتے اور بارش برسنے لگتی۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب ہوا تو ہم سب اس کے اردگرد اکٹھے ہوگئے۔ اس نے کہا اے گروہ یہود! تم سب جانتے ہو کہ سرزمین شام جو ہر طرح کی آسائشوں اور فراوانیوں کی سرزمین ہے اسے چھوڑ کر میں تمہارے شہر میں کیوں آیا۔ جہاں بھوک افلاس اور غربت کے سوا کچھ نہیں۔ ہم نے جواب دیا آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔ الہیبان یہودی نے کہا میں اس لئے اپنا خوشحال وطن چھوڑ کر یہاں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرتا رہا اور اب اسی حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں کیونکہ مجھے ایک نبی کا ظہور ہونے کی توقع تھی اور انکے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے اور یہ شہر یثرب ان کی ہجرت گاہ ہے۔ اے گروہ یہود! جب وہ مقدس نبی اس دھرتی پر تشریف لے آئیں تو ان کی پیروی اختیار کرنا اور خیال رکھنا کوئی اور تم سے معاملہ میں بازی نہ لے جائیں پھر وہ مر گیا۔

جب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت فرما کر یثرب (مدینہ منورہ کا پرانا نام) تشریف لائے تو یہود قبائل میں سے تین نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان نوجوانوں میں دو بھائی اسد بن شعبہ اور ثعلبہ بن شعبہ تھے جبکہ تیسرا اسد بن عبید تھا۔ یہ تینوں جوان قبائل یہود میں آئے اور یہودیوں سے کہا اے گروہ یہود! الہیبان یہودی نے جس نبی کا ذکر تمہارے سامنے کیا تھا یہ وہی نبی ہیں۔ یہودی بولے یہ وہ نبی نہیں۔ نوجوانوں نے کہا خدا کی قسم! یہی وہ نبی ہے ان میں وہ تمام صفات اور نشانیاں پائی جاتی ہیں جس کا ذکر الہیبان نے کیا تھا۔ یہودیوں نے ان نوجونوں کی باتوں کو نہیں مانا۔ (ہدایہ الحیاری، ص ۱۷، ۱۸)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ زبیر بن باطا یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا اس کا کہنا تھا کہ میرے پاس ایک کتاب تھی جس کا ختم میرا باپ مجھے سنایا کرتا تھا۔ اس کتاب میں **احمد** کا تذکرہ ہے کہ وہ ایک پیغمبر ہوں گے اور سرزمین قرظ (ملک عرب کو اس زمانے میں سرزمین قرظ بھی لوگ کہا کرتے) میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کا حلیہ ایسا اور ایسا ہوگا۔ اپنے باپ کے مرنے پر زبیر بن باطا نے لوگوں سے اس نبی کا تذکرہ کیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت تک اعلانِ نبوت نہیں فرمایا تھا۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ زبیر بن باطا نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ میں اظہارِ نبوت فرمادیا۔ اس نے وہ کتاب لی اور وہ تشریح مٹادی جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں لکھی تھی اور لوگوں سے کہہ دیا کہ اس میں نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد، جزاوّل، ص ۲۴۷)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان اور تورات کی تعلیمات کی روشنی میں اہل یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ ایک آخری نبی پیدا ہوگا جو یثرب (مدینہ) میں ہجرت کرے گا۔ چنانچہ بہت سے یہودی قبائل یثرب کے اردگرد پہلے ہی سے آباد ہوچکے تھے تاکہ اس آخری نبی پر ایمان لائیں اور ان کی زیارت کریں۔

اس حقیقت کو طبقات ابن سعد میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے قبل ہی قبیلہ قریظہ و نضیر اور خیبر و فدک کے یہودیوں کے ہاں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صفات وشمائل اور حلیہ موجود تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دارالہجرہ (ہجرت گاہ) مدینہ ہوگا یہاں تک کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو علمائے یہود نے کہا، آج شب کو **احمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پیدا ہوگئے۔ یہ ستارہ نکل آیا۔ وہی ستارہ طلوع ہوگیا جو کسی نبی کی نبوت کے وقت طلوع ہوا کرتا ہے۔ وہ لوگ اس کو پہچانتے تھے۔ آپ کا ذکر پڑھا کرتے تھے، آپ کی صفات بیان کیا کرتے تھے مگر حسد و سرکشی کی وجہ سے انکار کر بیٹھے۔ (طبقات ابن سعد، جزاوّل، ص ۲۴۷، ۲۴۸)

سیرۃ النبویہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر آخرالزماں کی ولادت کے وقت سے آگاہ کردیا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو وہ نشانی بتادی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ ستارہ جو تمہارے نزدیک فلاں نام سے مشہور ہے جب اپنی جگہ سے حرکت کرے گا تو وہ وقت پیغمبر آخرالزماں کی ولادت کا ہوگا اور یہ بات بنی اسرائیل میں ایسے عام ہوگئی تھی کہ یہودی علماء ایک دوسرے کو بتاتے تھے اور اپنی آنے والی نسل کو اس سے خبردار کرتے تھے۔ (سیرۃ النبویہ، ج ا ص ۴۸)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداء میں حالتِ کفر میں تھے وہ اپنی ابتدائی زندگی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ میں آٹھ سال کا تھا کہ صبح ہی صبح یثرب (مدینہ) کے ایک اونچے ٹیلے پر ایک یہودی چیخ چیخ کر پکارنے لگا اے یہودیو! سب میرے پاس اکٹھے ہوجاؤ۔ یہودی کا اعلان سن کر یہودی دوڑے آئے اور اس کے گرد جمع ہوگئے اور بولے بتاؤ تم نے ہمیں کیوں جمع کیا۔ یہودی بولا، وہ ستارہ طلوع ہوگیا جس نے اس شب کو طلوع ہونا تھا۔ بعض قدیم کتب کے مطابق **احمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ولادت کی رات ہے۔

جنت میں راحت کے تمام سامان موجود تھے۔ کھانے پینے کی تمام لذیذ اشیاء یعنی بہشتی کھانے اور پھل وافر مقدار میں موجود تھے البتہ کوئی رفیق حیات نہ تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس چیز کو محسوس کیا۔ ایک روز حضرت آدم علیہ السلام آرام فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ بائیں پسلی سے ایک ہڈی نکالی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ حضرت حوا نہایت نازک بدن اور انتہائی حسین وجمیل تھیں۔ حسن و جمال اور جو کچھ خوبیاں دنیا بھر کی عورتوں کو حاصل ہیں وہ تمام حسن و جمال اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو عطا فرمایا۔ جنت کا عمدہ لباس پہنا کر اور جنتی تاج سر پر رکھ کر حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کے قریب جنتی تخت پر بٹھا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام جب نیند سے بیدار ہوئے تو اپنے قریب ایک حسین وجمیل عورت کو دیکھا تو حیران ہوئے۔ آپ نے پوچھا، تم کون ہو اور میرے پاس کیوں آئی ہو؟ حضرت حوا نے کہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری بائیں پسلی سے آپ کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کو اپنے قریب کرنا چاہا تو حکم الٰہی ہوا اے آدم! خبردار اسے نکاح کیے بغیر ہرگز نہ چھونا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح حضرت حوا سے کر دیا۔ نکاح کی خوشی میں فرشتے خوشیاں منانے اور ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دینے لگے۔ زر و جواہران پر نثار کرنے لگے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا سے مباشرت (صحبت) کا ارادہ کیا تو غیبی آواز آئی اے آدم! خبردار جب تک حوا کو مہر ادا نہیں کرو گے اس وقت تک تم پر حلال نہ ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کرنے لگے، الٰہی میں مہر کہاں سے اور کیا ادا کروں؟ ارشادِ الٰہی ہوا اے آدم! میرے مقدس رسول پیغمبر آخرالزماں پر دس بار دُرود پڑھ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دس بار فخر کائنات پر درود پڑھا۔ ان کی رسالت پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! اس درود کی برکت سے حوا کو تجھ پر حلال کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت حوا کے ہمراہ عیش وعشرت کی زندگی گزارنے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت کے تمام پھل اور میوے کھاتے مگر اس ممنوعہ درخت کے قریب نہ جاتے۔ حضرت آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ شیطان زمین پر ہے اور میں جنت میں ہوں اور جنت کے سارے دروازے بند ہیں وہ مجھے کیسے بہکائے گا۔ لہٰذا آپ اس فکر سے بے پرواہ تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ یہودی قبیلہ بنی قریظہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کی صفت اور نام اور ہمارے پاس ہجرت کر کے آنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے تو ان لوگوں نے حسد کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ (طبقات ابن سعد، جز اوّل، ص ۲۴۸)

ایک مرتبہ مالک بن سنان نامی شخص ایک یہودی قبیلہ میں بات کرنے کی غرض سے گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس کا کہنا ہے کہ میں نے یوشع نامی یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے اس کا نام احمد ہو گا جو حرم (مکہ) سے نکلے گا خلیفہ بن ثعلبہ نے پوچھا اس کا حلیہ بتاؤ۔ یوشع نے کہا کہ نہ وہ پست قد کا ہو گا اور نہ طویل قامت، اس کی آنکھوں میں سرخی ہو گی۔ وہ دستار (عمامہ) باندھے گا۔ اونٹ پر سوار ہو گا۔ اس کی تلوار اس کی گردن میں حمائل (لٹک رہی) ہو گی۔ یہ شہر یثرب اس کی ہجرت گاہ ہے۔ مالک بن سنان کا کہنا ہے کہ میں یوشع یہودی کی باتیں سن کر حیران ہوا اور اپنے قبیلے میں آکر تذکرہ کیا۔ ہم میں سے ایک آدمی بولا کہ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے یہ بات تو یوشع تو کیا یثرب کا ہر یہودی کہتا ہے۔ مالک بن سنان کا کہنا ہے کہ وہاں سے میں بنی قریظہ کے پاس آیا وہاں ان کے چند لوگوں سے ملا انہوں نے نبی آخر الزماں کا ذکر شروع کر دیا۔ زبیر بن باطا یہودی بولا وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے اور یہ ستارہ اس وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کا ظہور ہو۔ اب سوائے احمد کے اور کوئی نبی باقی نہیں رہا اور یہ شہر (یثرب) اس کی ہجرت گاہ ہے۔

سیرۃ النبویہ میں ہے کہ مکہ میں ایک یہودی رہا کرتا تھا جب وہ رات آئی کہ جس کی صبح پیغمبر آخر الزماں کی ولادت ہونے والی تھی تو اس یہودی نے اہل قریش سے جا کر پوچھا اے قریشیو! کیا آج کی رات تمہارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ قریشیوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ یہودی نے کہا اے قریشیو! میری بات غور سے سنو کہ اس رات اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے جو تمہارے قبیلے میں سے ہو گا اور اس کے کندھے پر ایک جگہ بالوں کا گچھا ہو گا۔ لوگ یہ بات سن کر اپنے اپنے گھر چلے گئے اور اپنے گھر والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آج عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے یہودی کو آکر بتایا کہ ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ یہودی بولا مجھے وہ بچہ دکھاؤ۔ چنانچہ قریش مکہ یہودی کو حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر لے آئے اور انہوں نے بچہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب بچہ ان کو دکھایا گیا تو انہوں نے بچہ کی پشت سے کپڑا ہٹایا یہودی بالوں کے اس گچھا کو دیکھ کر غش کھا کر گر گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا اے یہودی! تجھے کیا ہو گیا تو یہودی حسرت بھرے انداز میں کہنے لگا آج بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہو گئی۔ اے قریشیو! خوشیاں مناؤ اس مولود مسعود کی برکت سے مشرق و مغرب میں تمہاری عظمت کا ڈنکا بجے گا۔ (سیرۃ النبویہ، ج ۱ ص ۴۸)

القول البدیع میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک بہت گنہگار شخص رہا کرتا تھا۔ ایک قول کے مطابق اس نے دوسو سال فسق وگنہ میں گزارے۔ جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اسے گھسیٹ کر کوڑا کرکٹ میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی نازل کی' اے پیارے کلیم! میرا ایک بندہ فوت ہوگیا ہے بنی اسرائیل نے اسے گندگی میں پھینک دیا ہے۔ آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ اسے وہاں سے اُٹھائیں اور غسل وکفن کے بعد آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں اور لوگوں کو بھی نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کا حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب میت کے پاس پہنچے تو میت کو دیکھ کر پہچان لیا۔ تعمیل حکم کے بعد بارگاہِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ! یہ شخص تو مشہور ترین مجرم وگناہگار تھا تو بجائے سزا کے یہ عنایت کا حقدار کیسے بنا؟ ارشادِ خداوندی ہوا، بے شک یہ بہت بڑی سزا کا مستحق تھا۔ لیکن اس نے ایک دن تورات شریف کو کھولا اس میں میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا دیکھا اس نے محبت کے ساتھ اسے چوما اور درودِ پاک پڑھا تو اپنے محبوب نبی کے مقدس نام کی تعظیم کی وجہ سے میں نے اس کے سارے گناہ معاف کردیئے۔ (القول البدیع، ص۱۱۸۔ مقاصد السالکین، ص۵۰)

یہودیوں کی ہٹ دھرمی اور کھلے ہوئے کفر کی آخر میں مثال اور سن لیجئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے یہودیوں کا یہ معمول تھا کہ جب ان کی کفار ومشرکین سے جنگ ہوتی اور انہیں شکست کا یقین ہوجاتا تو اس وقت وہ توارت شریف کو سامنے رکھ کر اسطرح دعا کرتے اے اللہ! ہم تجھے تیرے اس نبی کا واسطہ دیتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح دے۔ (روح المعانی۔ قرطبی)

چنانچہ اللہ تعالیٰ پیغمبر آخر الزماں کے وسیلے سے یہودیوں کو فتح یاب کرتا۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کو اور یہودی بغض کو واضح کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفرو فلما جاءھم

ما عرفوا بہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکٰفرین (سورۂ بقرہ:۸۹)

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے

تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

قرآن مجید کی اس آیتِ مقدسہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اے یہودیو! آج تک تم جس نبی کا تذکرہ کرتے رہے۔ ان کے کمالات و اوصاف اپنی مجالس میں بیان کرتے رہے اور جن کے مقدس نام سے تمہیں فتح نصیب ہوتی تھی اور کامیابی تمہارے قدم چومتی تھی جب میرا وہ آخری رسول تشریف لایا تو تم نے اس مقدس رسول پر ایمان لانے سے انکار کردیا

تو تف ہے تم پر اور تمہارے تعصب پر۔ قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ نے یہودیوں کے بغض اور حسد کی تصدیق فرمادی۔

الغرض اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے کتب تاریخ بھری پڑی ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہودیوں میں سے جو اہل علم تھے وہ تورات کی تعلیمات کی روشنی میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے کہ آخری نبی جن کا نام نامِ 'احمد' ہوگا وہ پیدا ہونے والے ہیں۔ وہ ان اوصاف اور کمالات کے حامل ہوں گے۔

یہودیوں کی سرکشی کسی دلیل کی بناء پر نہیں تھی بلکہ پیغمبر اسلام کی نبوت کا انکار صرف اور صرف تعصب اور بغض کی وجہ سے تھا۔ انہیں یہ حسد آتش نمرود کی طرح جلائے جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آخری نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کیوں بھیجا' بنی اسرائیل سے کیوں نہ بھیجا۔ کیونکہ یہودی 'نبوت' بنی اسرائیل کی وراثت سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ یہودی عالم عبد اللہ بن صوریا نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کون سا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، جبرئیل امین۔ ابن صوریا کہنے لگا وہ تو ہمارا پرانا دشمن ہے۔ ہمیشہ غضب اور عذاب ہی لے کر ہم پر اُترتا ہے۔ ہم اس کی لائی ہوئی وحی پر ایمان نہیں لاتے۔

یہودی بغض کا اندازہ لگایئے کہ حضرت جبرئیل امین کو پرانا دشمن کہا جا رہا ہے حالانکہ حضرت جبرئیل امین وہ مقدس فرشتہ ہے جو وحی لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہودی ابن صوریا حضرت جبرئیل کا نام سنتے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا مگر برا ہو ان کے بغض وحسد کا کہ جس نے اسے ایسا اندھا کر دیا کہ اپنے اور پرائے کی پہچان نہ کر سکا۔ توریت شریف میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو اوصاف اور کمالات بتائے گئے ہیں' یہودیوں نے وہ کمالات اپنی آنکھوں سے حضور میں مشاہدہ کئے' بجائے اس کے کہ ان حقائق کو دیکھ کر وہ پیغمبر اسلام پر ایمان لاتے، ان کا کلمہ پڑھتے مگر ان ظالموں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور اپنی مقدس کتاب توریت شریف کی ان روشن حقیقتوں کو پس پشت ڈال دیا۔ ذرا سوچئے! جس قوم کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہو! بھلا اس قوم سے بھلائی اور ہدایت کی توقع کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اہل یہود اپنی ضد، ہٹ دھرمی کی وجہ سے دولتِ ایمان سے محروم ہو چکے ہیں۔ اب ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ کوئی دوسرا بھی دولتِ ایمان سے مالا مال نہ ہو۔ ہر وقت مسلمانوں کو پیغمبر اسلام کے لائے ہوئے دین سے دور کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہود کی اسلام دشمنی سورج کی طرح روشن ہو چکی ہے۔ وہ کسی طرح مسلمانوں کو خوشحال ہوتے نہیں دیکھ سکتے اور مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کے منصوبے بناتے رہتے ہیں جو آج اہل دنیا واضح طور پر دیکھ سکتی ہے۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی آج مسلمانوں کے خلاف ظلم ہو رہا ہے وہاں یہودی ہاتھ ملوث ہے۔

قوی دلائل کی روشنی میں آپ پر یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ سابقہ انبیاء ورسل نے اپنے اپنے زمانے میں توحید خداوندی اور اپنی اپنی رسالت کے اعلان کے بعد جو اہم کام سرانجام دیا وہ پیغمبر آخرالزماں کی دنیا میں تشریف آوری کا اعلان تھا۔ انبیاء ورسل کی ارواح مقدسہ سے روزِ میثاق جو عہد لیا گیا تھا ہر نبی ورسول نے اس عہد کو نبھایا اور پیغمبر آخرالزماں کی عظمت کو اپنی اپنی اُمت کے ذہنوں میں نقش کیا اور یہ انہی مقدس ہستیوں کی شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ہر اُمت میں پیغمبر آخرالزماں کی تشریف آوری کا شہرہ رہا۔ پیغمبر آخرالزماں کی عالمگیر شہرت اور دنیا میں تشریف آوری کا شہرہ اس قدر تھا کہ یہود جیسی ضدی قوم بھی پیغمبر آخرالزماں کی تشریف آوری کی منتظر رہی۔ یہاں تک کہ جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو اپنے آباؤ اجداد اور بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام جیسی عظیم ہستیوں کی بجائے پیغمبر آخرالزماں کے مقدس نام سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کر کے کامیابی کیلئے دعا کرتی۔ پیغمبر آخرالزماں کی غلامی کا شرف حاصل کرنے کیلئے آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ کے اردگرد بنوالنضیر اور بنوقریظہ نامی یہودی قبیلوں نے ڈیرے ڈال لئے اور اپنی اولادوں کو یہ وصیت کرتے چلے گئے کہ اگر تمہاری زندگی میں پیغمبر آخرالزماں کی تشریف آوری ہوجائے تو ہماری طرف سے یہ عرض کردینا کہ وہ آپ کی راہ میں آنکھوں کا فرش بچھائے منتظر رہے اور اپنی عمر آپ کے انتظار میں قربان کر گئے لہٰذا روزِ محشر انہیں بھی اپنے وفادار غلاموں میں شمار کرنا۔ یہودیوں کے یقین کا یہ عالم تھا کہ جب وہ اپنے دشمنوں سے جنگ میں شکست کھاتے یا مقابلے سے عاجز آجاتے تو دشمنوں سے کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخرالزماں کا ظہور ہونے والا ہے ہم ان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر تمہیں نیست و نابود کردیں گے۔ اس قدر یقین کے باوجود یہودی قوم کی بدنصیبی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد اوس اور خزرج مشرک قبیلے یہودیوں کی بتائی ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر پیغمبر اسلام پر ایمان لے آئے مگر یہودی ایمان نہ لائے ان کا حسد صرف یہ تھا کہ پیغمبر آخرالزماں کا ظہور بنی اسرائیل میں کیوں نہ ہوا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہودی پیغمبر اسلام پر ایمان لاتے۔ عالم اسلام کے محسنین صحابہ کرام کی صف میں شامل ہونے کا شرف حاصل کرتے۔ جس طرح صحابہ کرام نے میدان کارزار میں اسلام کی صداقت اور حقانیت کا لوہا منوایا اور اپنے زورِ بازو سے کفار ومشرکین سے ان کے ممالک چھین کر ان میں اسلامی قوانین کا نفاذ کیا اہل دنیا کو پیغمبر اسلام کا سچا غلام بنادیا اسی طرح یہودی بھی اسلام قبول کر کے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں اسلام کی سربلندی اور ترویج و اشاعت کیلئے صَرف کردیتے، اسلام کا پیغام دنیا میں عام کر کے ظلم کا خاتمہ کرتے، گمراہی میں بھٹکنے والی انسانی برادری کو حلقہ بگوش بانی اسلام کرتے لیکن ان کی بدنصیبی کہ بہت کچھ جاننے کے باوجود محض ضد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت پر اُتر آئے۔ ان کی یہ مخالفت آج تک چل رہی ہے۔ وہ مسلمان اور اسلام کے کس قدر مخالف ہیں اس کا اندازہ ایک ہفت روزہ میگزین سے لگایئے۔

ایک ہفت روزہ میگزین کی رپورٹ کے مطابق

اُنیسویں صدی عیسوی کے آخری عشرے (1890-1900) میں عالمی یہودی رہنماؤں نے صیہونی تنظیم قائم کی اور 1876ء میں سوئزرلینڈ کے شہر باسل میں صیہونی 'بڑوں' نے تھیوڈور ہرزل نامی یہودی کی صدارت میں دستاویزات مرتب کیں۔ ان کاوشوں میں امریکن یہودی پیش پیش تھے۔ان دستاویزات کے تحت یہ طے پایا کہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی یہودی اقلیت اقوام عالم کی طنابیں اپنے ہاتھوں میں لے کر پوری دنیا پر کس طرح حکمرانی کرسکتی ہے۔چنانچہ پہلی جنگِ عظیم (1914ء تا 1945ء) کے بعد اقوامِ متحدہ (یونائیٹڈ نیشنز آرگنائزیشن) کا قیام انہی یہودی صیہونی دستاویزات کی رو سے عمل میں آیا۔

ہفت روز میگزین مزید اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے، آج اقوام متحدہ کے قیام کے 57 سال بعد یہ حقیقت آشکار ہوچکی ہے کہ یہ نام نہاد عالمی ادارہ یہود اور مسیحی گٹھ جوڑ کا آلہ کار ہے اور اس کا سب سے بڑا ہدف اسلام اور عالمِ اسلام ہے۔اس مسیحی گٹھ جوڑ کے ذریعے عالم عرب کے عین وسط میں اسرائیل کا ناسور تخلیق کیا گیا اور اس ناجائز وجود کے تحفظ کیلئے (یہودی اور ان کے سرپرست ملک) نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا رکھا ہے اور آج دہشت گردی کے نام پر عالمِ اسلام کے خلاف جنگ بھی اس کا شاخسانہ ہے۔

ہفت روز میگزین یہ بھی انکشاف کرتا ہے کہ صیہونی دستاویزات کا اہم ترین نکتہ فلسطین میں ایک خالص یہودی مملکت کا قیام تھا۔ کیونکہ اس وقت دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودی ہر کہیں حقیر اقلیت تھے اور کہیں کوئی چھوٹا سا علاقہ بھی ایسا نہ تھا جہاں ان کی اکثریت ہو۔ (ملاحظہ کیجئے ہفت روزہ ندائے ملت ۲ تا ۸ جنوری ۲۰۰۳ء)

مذکورہ بالا انکشاف سے یہودی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسانی آبادی کا یہ مختصر انتہا پسند ٹولہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کس طرح اپنے اہداف کا نشانہ بنا رہا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! یہودی اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ (پ٦۔ ع١٢)

قرآن مجید کے اس فرمان میں مسلمانوں کو یہودیوں کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے جب یہودی دوست نہیں تو یقیناً اہل اسلام کے دشمن ہوئے۔ یہودیوں کا بنیادی مقصد اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا ہے۔ یہودی اپنے اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کیلئے اپنے حاشیہ برادر ممالک کے تعاون سے ایک ایک کرکے اسلامی ممالک اور ان کے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنا یا انہیں اپنا طفیلی بنانا چاہتا ہے۔ الحمدللہ مسلم ممالک کو پوری دنیا کی مجموعی تیل اور پیٹرول کی پیداوار پر تقریباً 70% اور قدرتی گیس کے ذخائر پر 60 فیصد اجارہ داری حاصل ہے۔ یہودی مسلمانوں کی اس اجارہ داری کو ختم کرکے ان قدرتی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

آج دنیا بھر کے مسلمانوں کی یہ ذِمہ داری ہے کہ اسلام کے خلاف ہونے والی یہودی سازشوں کو اپنی ذات سے کامیاب نہ ہونے دیں۔ ہر مسلمان اپنی ذات کا محاسبہ کرلے کہ اس کی ذات سے یہودیوں کو ایک روپے کا بھی فائدہ نہ ہونے پائے، اس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرے مجھے یقین ہے کہ اگر ہر مسلمان یہ مصمم ارادہ کرلے تو اس طرح یہودیوں کے ہاتھوں کو کمزور کیا جاسکتا ہے اور اس کی معیشت کو تباہی سے پھر کوئی نہیں بچاسکتا۔ اے کاش! اہل اسلام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوجائے۔

موجودہ عیسائیوں کے بنیادی عقائد

یہودیوں کے بنیادی عقائد جان لینے کے بعد آیئے موجودہ عیسائیوں کے عقائد کا بھی جائزہ لیتے ہیں عیسائی برادری کے بنیادی عقائد کیا ہیں؟ عیسائی مذہب کی مستند کتابوں سے ملاحظہ کیجئے۔

☆ اماں حوا اور حضرت آدم (علیہ السلام) نے جنت میں رہتے ہوئے پہلا گناہ ممنوعہ گندم کھانے کی صورت میں کیا تھا۔ (پیدائش باب ۳ آیات ۱ تا ۸)

☆ گناہ کی یہ صورت موروثی طور پر بعد میں اولادِ آدم میں بھی چلتی رہی اور چلی آرہی ہے۔ (رومیو باب ۵ آیات ۱۲)

☆ لہٰذا خداوند کی 'صفت رحمی' نے یہ چاہا کہ اولادِ آدم مرنے کے بعد میرے حضور گناہ لے کر نہ آئے۔ اس بناء پر خداوند نے اپنے اکلوتے بیٹے یسوع مسیح کی صورت میں دنیا میں آکر انسان کے دائمی اور موروثی گناہ سے نجات کا فیصلہ کیا۔ (ملاحظہ کیجئے یوحنا کا پہلا عام خطاب ۴ آیات ۷ تا ۱۰)

☆ جس کی عملی صورت میں یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے تمام انسانوں کے اس دائمی اور موروثی گناہ کے کفارہ کیلئے اپنی جان صلیب پر دے دی۔ اس صلیبی کفارہ سے نہ صرف دائمی اور موروثی گناہ معاف ہوگیا بلکہ دیگر اور گناہوں کی معافی بھی اس سبب سے ہوئی۔ (متی کی انجیل باب ۲۰ آیت ۲۸)

موجودہ عیسائی قوم کے مذکورہ بالا عقائد میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام نے جنت میں گناہ کیا۔ اپنے نفس کی اطاعت کی اس طرح ان کی اولاد بھی دائمی عذاب کی مستحق ہوگئی۔ چنانچہ خداوند کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو خود تو گناہوں سے معصوم ہو مگر خود تمام اولادِ آدم کا بوجھ اُٹھائے اور اولادِ آدم کے گناہوں کی سزا اسے موت کی صورت میں دے اور پھر اسے زندہ کرے یہ سزا اولادِ آدم کیلئے کافی ہوگی۔ چنانچہ خداوند قدوس نے اس مقصد کیلئے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا (معاذ اللہ) اور اسے انسانی صورت میں دنیا میں بھیج دیا۔ اس نے صلیب پر چڑھ کر اولادِ آدم کیلئے یہ قربانی دی۔ اس طرح تمام اولادِ آدم کے گناہوں کا بوجھ اُٹھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے۔ پھر یہی خدا کا بیٹا تین دن مردہ رہنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگیا اور تمام انسانوں کو نئی زندگی مل گئی۔

موجودہ عیسائیوں کے نزدیک یسوع مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بنیادی عقیدہ آپ نے پڑھا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک اللہ کے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑھ کر اپنی جان اولادِ آدم کے گناہوں کی معافی کیلئے دی ہے۔ لہٰذا عیسائیوں کے نزدیک یسوع مسیح سے منسوب 'صلیبی کفارہ' نجات کا ذریعہ ہے اور جو کوئی یسوع مسیح کے اس کفارہ پر ایمان لائے گا وہ دائمی اور موروثی گناہ سے معافی اور نجات پا کر مرنے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

اب جاننا یہ ہے کہ موجودہ عیسائیوں کا اولادِ آدم کے گناہوں کی معافی کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیبی کفارہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے کا یہ عقیدہ من گھڑت اور خود ساختہ ہے یا انجیل مقدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ آیئے اس حقیقت کا اندازہ عیسائیوں کی معتبر مستند کتابوں سے لگاتے ہیں۔

انجیل اور اناجیل کی حقیقت

دورِ قدیم اور دورِ حاضرہ کے تمام عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو آسمانی کتاب انجیل نازل ہوئی اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی تک (یعنی آسمان پر اُٹھائے جانے تک اور عیسائی عقیدے کے مطابق سولی دیئے جانے تک) کسی بھی شکل میں لکھنے کا اہتمام نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے ستر سال بعد چار انجیلیں چار مصنفین نے اپنے اپنے ناموں سے تصنیف کیں۔ مثلاً مرقس کی انجیل، لوقا کی انجیل، یوحنا کی انجیل، متی کی انجیل۔ ان چاروں اناجیل کو اصل انجیل کہنا درست نہیں۔ ان میں کوئی انجیل بھی ایسی نہیں جو 70ء سے پہلے لکھی گئی ہو۔ عیسائی فاضل اپنی کتاب میں اس حقیقت کا انکشاف ان الفاظوں میں کرتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔ ہمارے پاس کوئی یقینی علم نہیں کہ یہ چار انجیلیں کیسے اور کہاں معرض وجود میں آئیں۔ (انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا، ج ۳ ص ۵۲)

معلوم ہوا کہ چاروں انجیلیں پہلی صدی عیسوی کے آخری سالوں میں ترتیب دی گئیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے ان چار انجیلوں کو ترتیب دیا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہ تھے۔ یہاں یہ بات قابل غور و فکر ہے کہ ستر سال تک جو کتاب مرتب نہ ہوئی ہو پھر یہ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد جن لوگوں نے اسے مرتب کیا انہوں نے یہ تک بتانا گوارہ نہ کیا کہ کن لوگوں سے انہوں نے یہ اناجیل حاصل کیں تاکہ حقیقت سامنے آتی۔ کیا اناجیل کے ایسے مجموعے کو قابل اعتماد کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مرقس کی انجیل

ان چار اناجیل میں مرقس کی انجیل قدیم سمجھی جاتی ہے۔ اس کا مصنف ایک یونان کا رہنے والا یہودی تھا۔ جس کا نام مارک (Mark) تھا۔ جو حواری برنباس کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر یہ مارک حواری پطرس کے ہمراہ رہنے لگا۔ حواری پطرس کے قتل کے بعد مارک نے یہ انجیل ترتیب دی۔ مرقس کی انجیل اگرچہ قدیمی انجیل شمار کی جاتی ہے لیکن یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ مارک کبھی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں ملا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تو وہ ان کا حواری کہاں سے ہوا۔ البتہ یہ ضرور پتا چلا کہ وہ حواری پطرس کیساتھ رہا کرتا تھا اور جو کچھ ان سے سنتا اسے عبرانی زبان میں لکھ لیتا تھا۔ مرقس (Mark) کو پطرس کا ترجمان بھی کہا جاتا ہے۔ انجیل مرقس کا زمانہ 63ء سے 70ء کے درمیان بتایا جاتا ہے۔

متی کی انجیل

محققین کا یہ خیال ہے کہ متی کی انجیل کا مصنف متی (Mattew) ہے۔ لیکن متی کا لکھا ہوا زیادہ تر حصہ ضائع ہو چکا پھر کسی گمنام شخص نے متی کے نام سے یہ نسخہ مکمل کیا۔ محققین کا کہنا ہے کہ اس انجیل کا 1068 آیات میں سے 470 آیات مرقس کی انجیل سے لی گئی ہیں۔ اگر متی حواری ہوتا تو وہ اپنی انجیل میں کسی ایسے شخص کی انجیل کا حوالہ نہ دیتا جو خود حواری نہ تھا اور نہ ہی جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی دیکھا تھا۔ پروفیسر ہارنک کی تحقیق کے مطابق متی کی انجیل 80ء سے 100ء کے درمیان لکھی گئی ہے۔

لوقا کی انجیل

لوقا کی انجیل کا مصنف لوقا (Luke) یونان کا رہنے والا تھا۔ اس نے کبھی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ سینٹ پال (St. Paul) کا عقیدتمند تھا اور انہی کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ جبکہ سینٹ پال کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کبھی صحبت نہیں ملی۔ لہٰذا لوقا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان روایت کی ایک کڑی بھی ایسی نہیں جو ملتی ہو۔ پروفیسر ہارنک اور پلومر کی تحقیق کے مطابق لوقا کی انجیل 80ء کے بعد لکھی گئی۔

یوحنا کی انجیل

یہ انجیل اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری یوحنا سے منسوب ہے۔ لیکن تحقیق سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ یہ انجیل مشہور حواری یوحنا کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اور شخص یوحنا کی تصنیف ہے جو ایشیائے کوچک کا رہنے والا تھا۔ اس انجیل کا زمانہ تحریر پروفیسر ہارنک کی تحقیق کے مطابق 110 ء ہے۔ ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ یوحنا ایک غریب خاندان سے تعلق رکھنے والا اَن پڑھ حواری تھا۔ جس کا اندازہ حسبِ ذیل عبارت سے لگایا جاسکتا ہے۔

جب انہوں نے پطرس اور یوحنا کی دلیری دیکھی اور معلوم کیا کہ یہ ان پڑھ اور ناواقف آدمی ہیں تو تعجب کیا۔ (یوحنا کی انجیل اعمال باب ۴ آیت ۱۳)

انجیل کی اس عبارت سے یوحنا کا اَن پڑھ ہونا ثابت ہوا۔ قابلِ غور بات ہے کہ جب یوحنا ان پڑھ تھے تو کسی علمی کتاب کے مصنف کیسے ہوسکتے ہیں البتہ اہلِ علم حضرات کا یہ کہنا ہے کہ یوحنا کی انجیل کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف یہودی خیالات اور تصورات کا واقف اور عالم و فاضل شخص ہے۔ اسٹارولن پادری اپنی کتاب میں اس حقیقت کا انکشاف اس طرح کرتا ہے، بلاشک وشبہ یوحنا کی پوری انجیل اسکندریہ کے ایک طالبِ علم کی تصنیف ہے۔ (کیتھولک ہیر لڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء ج ۷ ص ۲۰۵)

اندازہ لگایئے جس کتاب انجیل کا مصنف اس قدر مشکوک ہوجائے تو اس کی کتاب کی اپنی حقیقت کیا رہ جائے گی اور پھر جس کتاب پر کسی مذہب کا دارومدار ہی ہو تو پھر اس مذہب کا کیا حال ہوگا۔

چاروں اناجیل، مصنفین کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پیش آنے والے واقعات اور حالات پر مشتمل کتابیں ہیں۔ ان اناجیل کو اصل انجیل یا اس کا ترجمہ کہنا غلط ہے۔ مثلاً لوقا اپنی انجیل میں لکھتا ہے، اے معزز میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کرکے تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔ (لوقا کی انجیل، باب ۱ آیات ۱ تا ۳)

لوقا کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں سب باتوں کا سلسلہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں ٹھیک ٹھیک دریافت کروں گا اور پھر ان کو ترتیب سے لکھوں گا۔ لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ تمام باتیں لوقا تک کس کس کے ذریعے پہنچیں اور کن کن راویوں سے دریافت کیا۔ یہ حال لوقا ہی کا نہیں بلکہ یوحنا انجیل کے مصنف کا بھی ہے وہ اپنی انجیل یوحنا میں آخری آیت میں لکھتا ہے، اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کیلئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔ (یوحنا کی انجیل، باب ۲۱ تا ۲۵)

معلوم ہوا کہ اناجیل، انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں اور وہ بھی غیر مکمل لہٰذا ان اناجیل کو آسمانی کتاب ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

ایک دن ابلیس شیطان زمین پر بیٹھا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جنت میں جانے کا منصوبہ بنانے لگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کے تین اسم اعظم جانتا تھا۔ انہیں پڑھ کر وہ ساتوں آسمان طے کر کے جنت کے دروازے پر جا بیٹھا۔ وہ یہاں یہ منصوبہ لے کر آیا تھا کہ کسی طرح حضرت آدم سے انتقام لے کر انہیں جنت سے نکلوائے اور دونوں میں جدائی پیدا کرے۔ ابلیس کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آدم کو جنت کے تمام پھل کھانے کی اجازت ہے صرف گندم کا دانہ کھانے کی ممانعت ہے۔ وہ جنت کے دروازے پر بیٹھا کسی کا انتظار کرنے لگا۔ اتفاقاً ایک جنتی افسر جو مور تھا، دروازے کے پاس آ گیا۔ ابلیس نے اس کو فریب دینے کی کوشش کی۔ ابلیس نے جنت میں داخلے کی اجازت مانگی۔ مور نے منع کر دیا۔ البتہ مور نے اتنا ضرور کہا کہ ایک سانپ میرا دوست ہے میں اس سے ذکر کرتا ہوں شاید وہ تیرا کام کر دے۔ کچھ دیر بعد سانپ دروازے پر آیا۔ ابلیس نے سانپ کو اپنی عیاری سے مانوس کر لیا۔ سانپ نے کہا، جنت کے دروازوں پر پہرے دار ہیں اور دروازے بند ہیں، میں تمہیں جنت میں کیسے لے جاؤں۔ ابلیس نے کہا میں تیرے منہ میں بیٹھ جاؤں گا اس طرح جنت میں چلا جاؤں گا۔ سانپ نے ابلیس کو اپنے منہ میں لے لیا اور اس طرح ملعون شیطان جنت میں داخل ہو گیا اور اپنی بگڑی ہوئی شکل لے کر روتا ہوا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس کو پہچان نہ سکے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا، تم کیوں رو رہے ہو تم پر کیا مصیبت آ پڑی ہے؟ ابلیس بولا اے آدم! تم جو اس وقت عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو ایک دن تم سے یہ عشرت چھین لی جائے گی۔ تمہیں جنت میں رہنا ہمیشہ نصیب نہ ہوگا۔ زندگی کی نعمت بھی چھین لی جائیگی اور موت کی تلخی اور مصیبت میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

حضرت آدم علیہ السلام یہ سن کر فکر مند ہو گئے۔ ابلیس ایک مرتبہ پھر بگڑی ہوئی شکل میں آیا اور کہنے لگا تم میری بات پر اعتماد کرو میں تمہیں ایک ایسا پھل بتا دوں اگر تم اس کو کھا لو تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے اور موت کی سختی کا سامنا تمہیں نہیں کرنا پڑے گا ہمیشہ کی زندگی قائم رہے گی۔ ابلیس نے مکاری سے کہا کہ اے آدم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے اسلئے منع کیا ہے کہ اسے یہ بات منظور نہیں کہ تم ہمیشہ جنت میں رہو اور نہ تمہیں کبھی موت کا مزہ چکھنا پڑے۔ ابلیس نے قسمیں کھا کھا کر حضرت حوا کو بھی اپنی باتوں کا یقین دلا دیا۔ حضرت حوا نے اس درخت سے دو خوشے توڑ لئے ایک تو اسی وقت کھا لیا اور دوسرا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس لا کر کہا دیکھو یہ کتنا مزیدار پھل ہے میں کھا چکی اب تم بھی کھا لو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا میں اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ حضرت حوا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے ہماری اس لغزش کو معاف کر دے گا۔ الغرض بڑی بحث و مباحثہ کے بعد شیطان ابلیس نے حضرت حوا کے ذریعے گندم کا وہ خوشہ حضرت آدم علیہ السلام کو کھلوا دیا۔ جیسے ہی یہ دانا حضرت آدم علیہ السلام کے پیٹ میں جا پہنچا' جنتی لباس ان کے جسم سے خود بخود اُتر گیا۔ سر سے تاجِ کرامت اُتر کر پرندے کی مانند اُڑ گیا۔ جنتی تخت گر گیا اور دونوں برہنہ ہو گئے۔ دونوں نے ستر پوشی کیلئے جنت کے درختوں سے پتے مانگے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی انجیل کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ وہ آسمانی کتاب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل فرمائی۔ جسے کتابی شکل میں لکھا نہیں جاسکا۔ جبکہ چاروں اناجیل چار انسانوں کی تحریر کردہ کتابیں ہیں اگر ان چاروں انجیلوں کو کلامِ الٰہی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات وخیالات کا لب لباب یا مفہوم بھی قرار دیا جائے تو بھی یہ ضروری ہے کہ اس قول کی کوئی دلیل اور سند ہو۔ عیسائی مفسر ہورن نے 1822ء میں بائبل کی تفسیر لکھی اس تفسیر کے دوسرے باب میں ان اناجیل کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس نے یہ اعتراف کرتے ہوئے لکھا:۔

ہمیں کنیسہ کی معرفت اناجیل کی تالیف کے زمانے کے جو حالات پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر معین ہیں جن سے کسی معین چیز تک رسائی نہیں ہوسکتی اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایات کی تصدیق کی اور ان کو قلم بند کر ڈالا۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی ہوئی چیزوں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے قبول کرلیا اور یہ سچی جھوٹی کتابیں ایک کاتب سے دوسرے تک پہنچتی رہیں۔ مدت گزر جانے کی وجہ سے اب ان کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی دُشوار ہوگیا۔ (بائبل تفسیر جلد۴ باب۲ مطبوعہ ۱۸۲۲ء)

ایک کٹر عیسائی مفسر کا مذکورہ بالا تجزیہ ایک حق کے متلاشی کیلئے کافی ہے جس پر مزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ اس مفسر نے جہاں اس حقیقت کا بھانڈا پھوڑا ہے کہ مسیح مشائخ واہیات اور جھوٹی روایات کی نہ صرف تصدیق کرتے تھے بلکہ اسے قلم بند کرتے تھے وہاں یہ بھی بھانڈا پھوڑا کہ بعد میں آنے والے عیسائی ان جھوٹی واہیات روایات کو قبول بھی کرلیتے تھے۔ اسی مفسر نے چاروں انجیلوں کا سن تالیف بھی تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

......پہلی انجیل کی تالیف کے سن 37ء یا 38ء یا 43ء یا 48ء یا 61ء یا 62ء یا 63ء یا 64ء۔

......دوسری انجیل کی تالیف کے سن 56ء یا اس کے بعد 65ء تک غالب خیال 60ء یا 63ء۔

......تیسری انجیل کی تالیف کے سن 52ء یا 63ء یا 64ء۔

......چوتھی انجیل کی تالیف کے سن 68ء یا 69ء یا 70ء یا 89ء یا 98ء۔

عیسائی مفسر مذکورہ بالا حقائق میں یہ ثابت نہ کر سکے کہ اناجیل کی تالیف کا حتمی سن کون سا ہے بلکہ اندازے سے بتایا کہ فلاں سن میں فلاں انجیل تالیف کی گئی ہوگی اور کئی کئی سالوں کا اختلاف ہے۔ اسی طرح عبارات میں بھی اختلاف ہے مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی خدا تو کبھی خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ اس بناء پر ہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ لیکن متی کی انجیل میں ان کا نسب ملاحظہ کریں:۔

ابراہیم سے اسحٰق پیدا ہوئے۔ اسحٰق سے یعقوب، اس سے یہوداس سے فارض آگے لکھا ہے کہ داؤد سے سلیمان...... آگے لکھا ہے قتان سے یعقوب اس سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے۔ (متی کی انجیل باب آیات نمبر ۱ تا ۱۶)

لوقا کی انجیل میں نسب نامہ کچھ اس طرح ہے۔ جب یسوع خود تعلیم دینے لگا تقریباً تیس برس کا تھا اور یوسف کا بیٹا تھا۔ وہ عیلی کا وہ متات کا......

دونوں انجیلوں میں اختلاف واضح ہے۔ ایک انجیل میں یوسف کو یعقوب کا بیٹا کہا گیا ہے اور دوسری انجیل میں یوسف کو عیلی کا بیٹا کہا گیا ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ جب عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں تو دونوں انجیلوں کے مطابق یوسف کا عیسیٰ مسیح سے کون سا رشتہ ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو یوسف کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ثابت کیوں کیا گیا۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا ثابت کرنا ایک یہودی سازش نہیں؟ یقیناً ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی حضرت مریم پر تہمت لگاتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بغیر نکاح کا بیٹا کہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اس واضح اختلاف کے علاوہ بھی اور بہت سے اختلافات ان اناجیل میں نظر آئیں گے۔

متی کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سلیمان بن داؤد کی اولاد میں سے ہے۔

جبکہ لوقا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ناتن بن داؤد کی اولاد میں سے ہیں۔

متی کی انجیل کا دعویٰ ہے کہ زربابل کے بیٹے کا نام ابیہود تھا۔

جبکہ لوقا کی انجیل کا دعویٰ ہے کہ زربابل کے بیٹے کا نام ریسا تھا۔ اس طرح نسب میں اختلاف چلا۔

انجیل لوقا میں ہے، جیسا اس نے پاک نبیوں کی زبانی کہا تھا جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ (بائبل نیا عہد نامہ انجیل لوقا باب ۱ آیت ۷۰)

لوقا کی مذکورہ عبارت میں نبیوں کو پاک تسلیم کیا گیا ہے جبکہ......

یوحنا کی انجیل میں ہے، پس یسوع نے ان سے پھر کہا، جتنے مجھ سے پہلے آئے ہیں سب چور اور ڈاکو ہیں۔ (یوحنا کی انجیل باب ۱۰ آیت ۸)

ان چند دلائل سے آپ اناجیل میں پائے جانے والے اختلافات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس قسم کے اختلافات بہت سی جگہوں پر نظر آئیں گے۔ ان کمزوریوں کو دیکھ کر کوئی اعلیٰ ظرف انسان اس قدر متضاد کلام کو بھلا خدائے بزرگ و برتر کا کلام کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جن اناجیل میں اس قدر اختلاف ہو وہ کلامِ الٰہی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اناجیل میں پائے جانے والے ان اختلافات کو دیکھ کر بائبل کے نامور مسیحی مفسر آدم کلارک کو بھی لوقا کی انجیل کے باب سوئم کی شرح میں یہ اقرار کرنا پڑا:۔

نسب کے اوراق یہودیوں کے پاس بہترین طریقہ پر محفوظ تھے اور ہر سمجھدار شخص جانتا ہے کہ متی اور لوقا نے خدا (حضرت عیسیٰ مسیح) کے نسب بیان کرنے میں ایسا شدید اختلاف کیا ہے جس میں متقدمین (دورِ قدیم) اور متاخرین (دورِ حاضرہ) سب ہی حیران ہیں اور غلطاں اور پیچاں ہیں۔ (آدم کلارک، ج ۵ ص ۴۰۸)

اناجیل کے یہ اختلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ ان اناجیل میں آپ کے معجزات میں بھی اختلاف پائے جاتے تھے۔ مثلاً

متی کے انجیل میں ہے کہ یسوع نے گلیل کے جھیل کے کنارے پہاڑ پر چڑھ کر ایک بہت بڑے مجمع کو جو کہ اندھوں، بہروں، گونگوں اور اپاہجوں پر مشتمل تھا سب کو شفا دی۔ (متی کی انجیل باب ۱۵ آیت ۳۰)

مرقس کے انجیل میں ہے کہ جھیل کے کنارے صرف ایک شخص کو جو کہ بہرہ اور ہکلاتا تھا کو شفا دی۔ (مرقس کی انجیل باب ۷ آیت ۳۱)

اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جن میں شدید اختلاف ہے۔ لوقا کی انجیل میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہی واقعہ متی کی انجیل میں کچھ اور ہے۔ اور یہ اختلاف اس قدر ناقابلِ تردید ہے کہ ان اناجیل کو الہامی کتاب کہنا آسمانی کتاب کی توہین ہے۔

عیسائی ڈاکٹر جے پیٹرسن اپنی کتاب (بائبل کا الہام، ص ۶۷) میں لکھتے ہیں، اناجیل اربعہ میں اتنے اختلاف ہیں کہ ان سے آدمی کا سر گھومنے لگتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا امریکانہ میں بائبل کے بارے میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ بائبل کے بارے میں اس کے مختلف نسخہ جات میں تیس ہزار غلطیاں ہیں۔

اس قدر تحریف اور اختلاف کے باوجود آیئے موجودہ اناجیل سے اس حقیقت کا اندازہ لگاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس عقیدے اور نظریئے کی تبلیغ فرماتے تھے اور آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور نبی تھے یا خدا یا خدا کے بیٹے تھے۔

مرقس کی انجیل میں ہے، کیا وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب اور یوسیس اور یہودا اور شمعون کا بھائی ہے۔ (مرقس کی انجیل باب ششم آیات نمبر ۳،۴)

مذکورہ بالا آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں بلکہ مریم کا بیٹا کہا گیا ہے۔ اور سنئے!

یوحنا کی انجیل میں ہے، پھر ان دونوں کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر گلیل کو گیا کیونکہ یسوع (حضرت عیسیٰ) نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا۔ (یوحنا کی انجیل باب ۴ آیات ۴۳،۴۴)

مذکورہ بالا آیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں بلکہ نبی کہا گیا ہے۔

لوقا کی انجیل میں ہے، مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر ضرور چلنا ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلم (بیت المقدس) سے باہر ہلاک ہو۔ (لوقا کی انجیل باب ۱۳ آیت ۳۳)

لوقا کی اس انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کہا گیا ہے۔ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا گیا۔

مرقس کی انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو توحید کا درس دیتے ہوئے فرمایا، اے اسرائیل سنو! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ (مرقس کی انجیل باب ۱۲ آیت ۲۹)

مذکورہ بالا انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوٹوک الفاظ میں یہ واضح کردیا کہ اے قوم بنی اسرائیل سن لو! ہم سب کا خدا ایک ہی ہے۔ آپ نے خود کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ اور سنئے!

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرتے تھے، اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔ (یوحنا کی انجیل باب ۱۷ آیت ۳)

مذکورہ بالا انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدائی دعویٰ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح عرض کیا اے مولا! ہمیشہ کی کامیاب زندگی یہ ہے کہ میری قوم تجھے خدا اور مجھے نبی کی حیثیت سے جانے اور یہ بھی جانے کہ خداوند قدوس نے یسوع مسیح کو دنیا میں بھیجا۔

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے آنکھیں اُٹھا کر کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں تو نے میری سن لی اور مجھے معلوم تھا کہ تو میری ہمیشہ سنتا ہے مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں میں نے کہا تا کہ وہ ایمان لائیں کہ تو نے ہی مجھے بھیجا۔ (یوحنا کی انجیل باب ۱۱ آیات ۴۱،۴۲)

مذکورہ بالا انجیل سے بھی یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود کو خدا کا بھیجا ہوا سمجھتے تھے۔ تحریف شدہ اناجیل کی مذکورہ آیات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ خود کو مریم کا بیٹا کہا اور اپنے نبی ہونے کا بار بار اعلان کیا۔ کبھی خود کو خدا، یا خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ بلکہ یہی دعویٰ کیا کہ ہم سب کا خدا ایک ہی ہے اور اسی خدا نے مجھے دنیا میں بھیجا۔ ان حقائق کو جان لینے کے بعد اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس حواریوں کے عقائد پر نظر ڈالتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے تھے یا اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی مانتے تھے۔

پطرس حواری کا عقیدہ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مقدس حواریوں میں سے ایک پطرس بھی تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان بیان کرتے ہوئے پطرس نے یہودیوں سے کہا، اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے۔
(اعمال باب ۲ آیت ۲۲)

مذکورہ بالا انجیل کی آیت میں پطرس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں بلکہ ایک شخص کہہ رہے ہیں اور یہ بھی کہا کہ وہ خدا کی طرف سے آئے اور جو کچھ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دکھائے وہ اللہ کی عطا سے دکھائے۔

اور سنئے! مقدس حواری پطرس نے ایک اور موقع پر یہودیوں سے مخاطب ہو کر کہا، ابراہم (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور ضحاق (حضرت اسحٰق علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) کے خدا یعنی ہمارے باپ دادا کے خدا نے اپنے خادم یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو جلال دیا۔ (اعمال باب ۳ آیت ۱۳)

انجیل کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی پطرس حواری کے عقیدے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پطرس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا خادم یعنی بندہ کہا خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا بلکہ خدا اس ہستی کو کہا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھی خدا ہے، اسی خدا نے اپنے بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جلال عزت واکرام عطا فرمایا۔

ایک مرتبہ حواری یوحنا اور پطرس اپنے دوسرے حواریوں کے پاس گئے اور اپنے ساتھ ہونے والے اذیت ناک سلوک کا ذکر کیا ان کی روداد سن کر دیگر حواریوں کو بڑا دُکھ ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجتماعی دعا اس طرح کی...... جب انہوں نے یہ سنا تو ایک دل ہوکر بلند آواز سے خدا سے کہا، اے مالک تو وہ ہے جس نے آسمان اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا اور تو اپنا ہاتھ شفا دینے کو بڑھا اور تیرے پاک خادم یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے نام سے معجزے اور عجیب کام ظہور میں آئیں۔

(انجیل۔اعمال باب ۴ آیت ۲۳-۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی جانیں نثار کرنے والے حواریوں کی اجتماعی دعا پر غور فرمائیں۔ اسی دعا میں حواریوں کا عقیدہ سورج کی طرح روشن نظر آرہا ہے ان سب کے نزدیک زمین و آسمان، سمندر اور جو کچھ ان میں ہے ان سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے خادم یعنی بندے ہیں۔ اگر ان کا عقیدہ موجودہ عیسائیوں جیسا ہوتا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہرگز نہ کہتے بلکہ خدا یا خدا کا بیٹا کہتے۔ مگر انہوں نے ایسا گندہ عقیدہ ظاہر نہیں کیا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ کہا اور ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ کو کہا۔ یاد رکھئے! مختلف اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کم و بیش 60 مقامات پر ابن آدم یعنی آدم کے بیٹے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ بعض مقامات پر ابن داؤد بھی کہا گیا ہے۔

(ملاحظہ کیجئے متی کی انجیل باب ۱۹ آیت ۸۔ مرقس کی انجیل باب ۳ آیت ۲۸۔ لوقا کی انجیل باب ۶ آیت ۲۲)

تحریف شدہ اناجیل سے جو حقائق سامنے آئے ان سے موجودہ عیسائی عقیدے کا ردّ ہوتا ہے اور یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں موجودہ عیسائیوں کا عقیدہ اناجیل کی تعلیم کے خلاف ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنا خود ساختہ اور من گھڑت عقیدہ ہے۔ اب آیئے عیسائیوں کے دوسرے بنیادی عقیدے کی طرف۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ موجودہ عیسائیوں کا یہ بنیادی عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اکلوتے بیٹے یسوع مسیح نے صلیب پر چڑھ کر اپنی جان اولادِ آدم کے گناہوں کی معافی کیلئے دی ہے لہٰذا جو کوئی حضرت مسیح کے صلیبی کفارہ پر ایمان لائے گا وہ دائمی گناہ سے نجات یافتہ ہوگا اور جنت میں جائے گا۔

آیئے موجودہ عیسائیوں کے دوسرے بنیادی نظریئے کا بھی اناجیل کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں کہ مذکورہ عقیدہ دُرست ہے یا یہ بھی من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔ عیسائیوں کی مستند بائبل کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اولادِ آدم کے گناہوں کی معافی کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی کفارے کا نظریہ خود ساختہ اور من گھڑت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

متی کی انجیل میں ہے...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، فرشتے بدکاروں کو اس کی بادشاہی میں جمع کریں گے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا اس وقت راست باز لوگ اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند چمکیں گے۔ (متی کی انجیل باب ۱۳ آیات ۴۱-۴۳)

مذکورہ بالا انجیل میں یہ دو باتیں واضح کی گئی ہیں کہ قیامت کے دن بدکاروں، گناہگاروں کو فرشتے چن چن کر جمع کریں گے اور ان سب کو سزا کے طور پر جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دینگے وہاں ان کا رونا پیٹنا کام نہ آئے گا۔ دوسری بات یہ واضح کی گئی ہے کہ جو نیکوکار و راست باز سچے ہوں گے نجات پائیں گے اور ان کے چہرے ہشاش بشاش چمکتے دمکتے ہوں گے۔

بائبل میں ہے کہ بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں، نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے۔ (استثناء باب ۲۴ آیت ۱۶)

معلوم ہوا کہ جو گناہ کرے سزا کے طور پر اسے ہی مارا جائے اس کی سزا کسی دوسرے کو نہ دی جائے۔

بائبل میں ایک اور مقام پر ہے، جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت صادق کیلئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کیلئے۔ (حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۰)

بائبل میں ایک اور جگہ نیکی اور بدی کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے...... صادق آدمی سے کہو تیری خیر ہے کیونکہ وہ اپنے کاموں کا پھل کھائے گا۔ شریر پر افسوس کیونکہ اس پر بدی آئے گی اس کے ہاتھوں کا بدلہ اسے دیا جائے گا۔ (یسعیاہ باب ۳ آیت ۱۰)

بائبل کے مذکورہ دونوں حوالوں سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے جرم میں گرفتار کیا جائے گا معافی ہرگز نہیں ہوگی حتی کہ باپ اپنے بیٹے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور نہ ہی بیٹا اپنے باپ کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔ ہر ایک اپنی اپنی سزا پائیگا۔ سزا اور جزا دونوں بائبل میں واضح ہیں۔ ذرا سوچئے جب باپ بیٹے جیسے خونی رشتے میں گناہ اور سزا کے سبب کوئی رعایت نہیں کسی غیر کیساتھ گناہ کرنے میں کس طرح رعایت ہوگی۔ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں دوسرے انسانوں کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کردہ صلیبی کفارہ اور پھر اس سے نجات اور جنت میں داخلہ کیسے مانا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ نیکوکار اپنے کاموں کا پھل کھائے گا اور گنہگار کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ **معلوم ہوا** کہ موجودہ عیسائیوں کا صلیبی کفارہ خود ساختہ اور من گھڑت ہے جس کا انجیل اور بائبل کی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ گناہوں کے کفارہ کیلئے بائبل کی تعلیمات کیا ہیں اسے بھی جان لیجئے۔

بائبل میں ہے، نفرت جھگڑے پیدا کرتی ہے اور محبت سب گناہوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ (امثال باب ۱۰ آیت ۱۲)

بائبل میں ہے، سب سے بڑھ کر ایک دوسرے سے بڑی محبت رکھو کیونکہ محبت گناہوں کی کثرت کو ڈھانپ لیتی ہے۔ (۱۔ پطرس باب ۴ آیت ۸)

بائبل میں ایک اور جگہ تعلیم دی گئی ہے جو اپنے باپ کی عزت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں کا کفارہ دیتا ہے۔ (یشوع بن سراخ باب ۳ آیت ۴)

بائبل میں ایک جگہ یہ بھی ہے کہ پانی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیتا ہے اور خیرات گناہوں کا کفارہ دیتی ہے۔ (یشوع بن سراخ باب ۴ آیت ۲۱)

بائبل کی تعلیمات پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کہیں محبت کو 'گناہوں کو ڈھانپنا' بتایا جا رہا ہے تو کہیں باپ کی عزت کرنا گناہوں کا کفارہ بتایا جا رہا ہے اور کہیں خیرات کو گناہوں کا کفارہ بتایا جا رہا ہے۔ انجیل و بائبل کے ان کھلے ہوئے احکامات کے باوجود کیا اب اس بات کی گنجائش باقی ہے کہ موجودہ عیسائی برادری صلیبی کفارہ کو اپنے گناہوں سے نجات کا ذریعہ سمجھتی رہے اور دنیا بھر میں گناہ کرتی پھرے۔ ان تمام حقائق سے یہ معلوم ہوا کہ موجودہ عیسائیوں کا دوسرا بنیادی عقیدہ اناجیل و بائبل کی تعلیمات کے خلاف ہے جو خود انسان کا گھڑا ہوا ہے۔

عیسائی برادری کے نزدیک صلیب ایک مقدس نشان ہے اور یہ نشان اس قدر مقدس اور معزز ہے کہ عیسائی برادری اسے سجدہ تک کرتی ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ آخر صلیب کو یہ مقام کیوں حاصل ہے تو عیسائی برادری کا جواب یہ ہے کہ صلیب مقدس اس لئے ہے کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لٹکایا گیا تھا...... اگر صلیب کے مقدس ہونے کا سبب یہی ہے تو اس صورت میں یہودی صلیب سے زیادہ مقدس ہونے چاہئیں جنہوں نے بقول عیسائی برادری کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا تھا۔ انہیں چاہئے کہ وہ یہودیوں کی تعظیم صلیب سے بھی زیادہ کریں کیونکہ یہودی سولی نہ دیتے تو صلیب قابل تعظیم نہ ہوتا۔ اگر کسی چیز کا معزز اور قابل تعظیم محض اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم اس سے مس ہوا ہے تو ایسی صورت میں گدھے اور خچر بھی صلیب کی طرح قابل احترام ہونے چاہئیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان جانوروں پر سوار ہوئے اور پھر بات یہیں تک

محدود نہیں ہونی چاہیے ادب واحترام اور تعظیم کا یہ سلسلہ مزید طول ہوتا جائے گا۔ پھر پنگھوڑا بھی قابل تعظیم اور مقدس ہوگا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں اس پر آرام کیا تھا پنگھوڑا سے بڑھ کر مقدس اور قابل تعظیم وہ صنف نازک عورت ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی وہ سجدہ کے زیادہ لائق ہے۔ پھر ان کانٹوں کا کیا قصور ہے جس کا تاج صلیب پر چڑھاتے وقت سر پر پہنایا گیا تھا۔ کانٹوں کو بھی سجدہ ہونا چاہیے۔ پھر اس سرکنڈہ کے ساتھ بے انصافی کیوں جسے سولی دیتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا گیا تھا۔

متی کی انجیل میں ہے کہ ایک سرکنڈہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا۔ (متی کی انجیل باب ۲۷ آیت ۲۹)

عیسائی برادری ذرا غور کرے آخر صلیب ہی کو یہ مقام کیوں دیا جارہا ہے کیا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ صلیب میں خدا ہے جو اسے سجدہ کرتے ہیں کیا یہ کھلی جہالت، اندھی تقلید اور بت پرستی نہیں؟ اہل کتاب کا دعویٰ کرنے کے باوجود آخر بت پرست مشرکین سے مشابہت کیوں؟ جیسا کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا باپ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا اکلوتا بیٹا ہے اور روح القدس وہ پاکیزہ روح جن کی پھونک سے حضرت مریم حاملہ ہوئیں خدا کا جز ہے۔ اس طرح تین خداؤں کا عقیدہ موجودہ عیسائیوں میں مانا جاتا ہے۔

تین خداؤں کا عقیدہ کیسے رائج ہوا

تین خداؤں کا یہ عقیدہ اناجیل کی تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان اور ان کے حواریوں کے عقائد سے ثابت نہیں۔ جب ثابت نہیں تو پھر یہ گندہ عقیدہ ان میں کیسے رائج ہوا۔ انصاف پسند عیسائی برادری اگر اس حقیقت کو جاننا چاہتی ہے تو انہیں اپنے ذہنوں کو کھلا رکھنا ہوگا۔ نگاہوں سے تعصب کی عینک اُتارنا ہوگی اور قلب وجگر کو بغض وحسد سے دور رکھنا ہوگا۔ مجھے یقین ہے اگر غیر جانبدارانہ طور پر اس حقیقت کا مطالعہ کیا جائے تو حق کو پالینا مشکل نہ ہوگا۔ آیئے اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ عیسائیوں میں تین خداؤں کا عقیدہ کیسے رائج ہوا۔

جارج ولیم ناکس اور سڈنی ہربرٹ میلون دونوں عیسائی مذہب کے مستند عالم اور فاضل مانے جاتے ہیں انہوں نے ایک تحقیقاتی مقالہ لکھا جس میں انہوں نے حسبِ ذیل حقیقت کا اعتراف کیا۔

مسیح نے خود بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کی اصل کوئی مافوق الفطرت (یعنی فطرت کے خلاف) چیز ہے بلکہ وہ اس پر مطمئن تھے کہ انہیں مریم کے بیٹے کی حیثیت سے پہچانا جائے۔ وہ مزید لکھتے ہیں، باپ، بیٹا اور روح القدس کی اصطلاحات کو یہودی ذرائع نے مہیا کیا۔ تثلیث (تین خدا) کا مواد یہودی ہے جسے یونانی فلسفہ کے اثر ورسوخ نے اس قالب میں ڈھالا ہے۔ (تاریخ ساز حوالہ ملاحظہ کیجئے انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا، ج ۵ ص ۶۳۳)

عیسائی مذہب کے مستند فاضلوں کے مذکورہ بالا انکشاف سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ موجودہ عیسائیوں میں رائج تین خدا کا عقیدہ یہودیوں کا پیدا کردہ ہے۔ تین خدا کا عقیدہ یہودیوں نے کس طرح رائج کیا اور عیسائیوں نے اس عقیدے کو کب اور کیسے اختیار کیا یہ ایک ایسی تلخ حقیقت ہے کہ جس سے آج عیسائی برادری بے خبر ہے۔ اس حقیقت کو جاننے کیلئے ایک مرتبہ پھر اناجیل کی عبارات پر نظر ڈالتے ہیں تاکہ یہ حقیقت بھی سورج کی طرح واضح ہوجائے۔

مگر انجیر کے درخت کے سوا کسی نے پتے نہیں دیئے۔ حکم الٰہی سے ندا آئی اے آدم! یہ سب کچھ نافرمانی کے ارتکاب کا نتیجہ ہے۔ پھر اس کے بعد حکم الٰہی ہوا اے جبرائیل! آدم وحوا اور ان کے دشمنوں سانپ، مور اور ابلیس کو جنت سے نکال کر دنیا میں ڈال دو۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت کی جدائی میں زار و قطار رونے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بہت معافی مانگی۔ مگر بارگاہِ خداوندی سے یہی حکم ہوا کہ انہیں جنت سے نکال کر زمین پر لے جاؤ۔ آخر ایک جنتی لکڑی مسواک کیلئے لی۔ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا، مور، سانپ اور ابلیس کو جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سرزمین ہند کے ایک جزیرہ سراندیپ میں ڈالا گیا، حضرت حوا کو خراسان میں، مور کو سیستان میں، ابلیس کو کوہ دماوند میں اور سانپ کو اصفہال میں ڈال دیا گیا۔ اس طرح خطہ زمین پر پہلے دو انسان حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا آ گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام اپنی اس لغزش کی وجہ سے ایک قول کے مطابق تین سو برس روتے رہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو تھمتے نہیں تھے یہاں تک کہ آنسوؤں سے نہریں جاری ہوگئیں اور ان نہروں کے کناروں پر نہری درخت خرما، جائے پھل اور لونگ پیدا ہوئے اور حضرت حوا کے آنسوؤں سے مہندی وسمہ اور سرمہ پیدا ہوا۔

کشف الاسرار میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام آفتاب غروب ہونے سے پہلے زمین پر ڈالے گئے جب تک سورج کی روشنی رہی آپ سکون میں رہے مگر سورج غروب ہوتے ہی رات ہوگئی، اندھیرا چھا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کبھی رات دیکھی نہ تھی آپ پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔ بیوی آپ کے پاس نہ تھی کہ جس سے دل کو سکون ملے۔ آپ رات بھر گریہ وزاری کرتے رہے۔ اندھیری رات میں جب وحشت اور گھبراہٹ سر پر طاری تھی اس وقت حضرت جبریل امین زمین پر تشریف لائے اور بلند آواز سے اذان کہی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اذان میں پیغمبر آخر الزماں کا نام سنا تو ان کی وحشت دور ہوتی گئی۔ جب دن کا اُجالا پھیلا صبح ہوئی تو حضرت جبریل امین تشریف لائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو نور پھیلنے کی خوشخبری سنائی اور حکم دیا کہ دو رکعت نماز ادا کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی۔

معارج النبوت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام چالیس سال تک دانہ پانی کے پاس نہ گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر گریہ زاری کرتے کہ آپ کے دردناک نالوں سے پتھروں کے سینے پھٹ گئے۔ دن رات آہ وفغاں ہی سے کام تھا۔ ہر گھڑی بارگاہِ الٰہی میں اس کی رحمت کے طلبگار رہتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا میں ایک مقدس گھر تعمیر ہو چکا تھا۔ یہ گھر فرشتوں نے تعمیر کیا تھا اور فرشتے دنیا میں اس گھر کا طواف کیا کرتے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ کی پہاڑی پر گریہ وزاری کے دن گزرتے ہوئے تین سو سال بیت گئے تو ایک مرتبہ حکم الٰہی سے حضرت جبریل امین آپ کے پاس آئے اور وحی نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ زمین پر میرا ایک گھر ہے وہاں دن رات فرشتے طواف کرتے ہیں تم بھی اس گھر کا طواف کرو۔ تمہاری دعا قبول ہوگی اور حج کا ثواب ملے گا۔ آپ فوراً ایک فرشتے کے ہمراہ بیت اللہ روانہ ہوئے۔

جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے منکر تھے اور آپ کی سخت مخالفت کرتے آپ کی تذلیل وتحقیر کرتے اور اذیت دینے کے تمام ارمان پورے کرتے۔حتی کہ یہودیوں نے اپنے ساتھی کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کرلیا۔اس کے منہ پر تھوکا اور صلیب پر چڑھا دیا۔عیسائیوں اور یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھا دیئے گئے ہیں جبکہ مسلمانوں کے نظریات اس کے برعکس ہیں قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ارمان پر پانی پھیر دیا اور اپنے پیارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باعزت طور پر آسمان پر اُٹھالیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر لے جانے کے بعد آپ کے حواریوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا اور آپ کی تعلیمات کس طرح اور کس رنگ میں پیش کی گئیں اور عیسائیوں میں تین خدا کا عقیدہ کس طرح رائج ہوا۔حق کے متلاشی ان حقائق کو توجہ سے سماعت فرمائیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مداحوں کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ تھی۔ان مداحوں میں کثیر تعداد حقیقت سے نا آشنا ایسے افراد کی بھی تھی جو آپ کے معجزات کو دیکھ کر یا آپ کی معجزاتی پیدائش کو دیکھ کر خدا یا خدا کا بیٹا یقین کرنے لگے تھے۔ آپ کے ماننے والوں میں صرف بارہ حواری ایسے تھے جو آپ کے منصبِ نبوت سے آگاہ تھے۔جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قابل اعتماد حواری تھے جو دوسرے سے زیادہ دانا اور ایماندار تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ حواری مختلف شہروں میں جاتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تبلیغ کرتے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان وفادار حواریوں میں سے ایک حواری برنباس بھی تھا۔ برنباس قبرص کا ایک باشندہ تھا جو پہلے یہودی تھا اس کا یہودی نام جوزز (Joses) تھا۔ بعد میں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آخر وقت تک رہا۔اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی خوب اشاعت کی اور اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔اس کے اس کردار کو دیکھ کر دوسرے حواری رَشک کرتے اور اس کو برنباس کے لقب سے پکارتے جس کا معنی 'نصیحت کا فرزند' ہے۔

اسی زمانے میں ایک ساؤل نامی یہودی تھا۔جو روم میں پیدا ہوا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے حواریوں کا دشمن تھا۔اس کی دشمنی کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ کتاب اعمال میں ہے کہ 'اور ساؤل اس کے قتل پر راضی تھا۔اسی دن کلیسا (چرچ) پر جو یروشلم میں تھی بڑا ظلم ہوا اور ساؤل کلیسا کو اس طرح تباہ کرتا رہا کہ گھر گھر گھس کر مردوں اور عورتوں کو گھسیٹ کر قید کراتا تھا'۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل کی کتاب اعمال باب ۸ آیات ۱ تا ۳)

دین مسیح کا یہ بدترین دشمن یہودی ساؤل کو ایک دن نہ جانے کیا سوجھی کہ یکا یک اس نے عیسائی ہونے کا دعویٰ کردیا اور کہنے لگا کہ مجھے یسوع مسیح نظر آئے ہیں لہٰذا میں عیسائی ہوگیا ہوں۔اس نے اپنا وضاحتی بیان اگرپا کے بادشاہ کے سامنے اسطرح پیش کیا۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ یسوع ناصری کے نام کی طرح طرح سے مخالفت کرنا مجھ پر فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یروشلم میں ایسا کیا اور جب وہ قتل کئے جاتے تھے تو میں یہی رائے دیتا تھا۔ انہیں سزا دلاکر زبردستی ان سے کفر کہلواتا تھا اور ان کی مخالفت میں ایسا دیوانہ بنا کہ غیر شہروں میں بھی جا کر انہیں ستاتا تھا۔اے بادشاہ! اسی حال میں جب میں دِمشق جارہا تھا تو دوپہر کے وقت راستے میں ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ساتھیوں کے گرد چمکا تو ہم زمین پر گر پڑے اور میں نے یہ آواز سنی اے ساؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ میں نے کہا اے خداوند تو کون ہے؟ خداوند نے فرمایا، میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔ اُٹھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجا میں تجھ پر اس لئے ظاہر ہوا ہوں کہ تجھے ان باتوں کا گواہ بناؤں جن کی گواہی کیلئے تو نے مجھے دیکھا ہے۔ میں تجھے اس اُمت اور غیر قوموں سے بچاتا رہوں گا۔تو ان کی آنکھوں کھول دے تاکہ اندھیرے سے روشنی کی طرف اور شیطان کے اختیار سے خدا (تعالیٰ) کی طرف رجوع کریں اور مجھ پر ایمان لانے کے باعث گناہوں کی معافی اور مقدس میں شریک ہوکر میراث پائیں۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل کی کتاب اعمال باب ۲۶ آیات ۹ تا ۱۹)

اس وضاحتی بیان کے بعد ساؤل نے اپنا نام بدل کر پُولس رسول رکھ لیا عربی زبان میں رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کو کہتے ہیں۔

اس نے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفادار حواری برنباس کو اعتماد میں لیا اور اپنے عیسائی ہونے کا مکمل یقین دلایا۔ برنباس اسے دیگر حواریوں میں یروشلم لے گیا اور اس کے عیسائی ہونے کی تصدیق فرمائی اور حواریوں کو یقین دلایا کہ پُولس رسول اب حواری ہوگیا ہے۔اس حقیقت کو انجیل کی کتاب اعمال میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

اس (پولس) نے یروشلم پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اس سے ڈرنے لگے کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ بھی شاگرد (حواری) ہے مگر برنباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں (حواریوں) کے پاس لے جاکر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہِ خدا کو دیکھا۔اس نے دمشق میں کس دلیری کے ساتھ یسوع کے نام کی منادی کی۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل کی کتاب اعمال باب ۹ آیات ۲۶ تا ۲۸)

اعتماد بحال ہونے کے بعد پولس اور برنباس انتہائی گہرے دوست ہوگئے۔ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے۔ پولس رسول حواریوں اور برنباس سے مل کر عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا اور عیسائیوں میں قابل اعتماد اور عظیم حواری کے طور پر پہچانا جانے لگا۔ پولس اور برنباس ہر معاملے میں خوش اور شیر وشکر نظر آتے۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے برنباس اور پولس کو انطاکیہ کی طرف تبلیغ کیلئے بھیجا اور اہل انطاکیہ کو ایک پیغام (خط) بھی بھیجا جس میں ان دونوں کا تعارف اس طرح کرایا گیا...... یہ دونوں ایسے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں ہمارے یسوع مسیح کے نام نثار کر رکھی ہیں۔

اس پیغام سے بھی یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ پولس کی قدر و منزلت حواریوں کے درمیان قابل احترام ہوگئی تھی۔

پولس رسول بلاخوف وخطر عیسائیت کی تبلیغ میں مشغول تھا وہ اپنے بیانات و پیغامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں دیا کرتا۔ مثلاً ایک مرتبہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے واقعات کرنتھیوں کے نام خط میں سنائے اور کرنتھیوں کو پیغام بھیجا۔

میں مسیح میں ایک شخص کو جانتا ہوں ۔ چودہ برس ہوئے کہ وہ یکا یک تیسرے آسمان تک اُٹھا لیا گیا۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ بدن سمیت۔ نہ یہ معلوم کے بغیر بدن مجھے یہ معلوم نہیں خدا کو معلوم ہے۔ یکا یک فردوس (جنت) میں پہنچ کر ایسی باتیں سنیں جو کہنے کی نہیں اور جن کا کہنا آدمی کو روا نہیں۔ (۲۔کرنتھیوں باب ۲ آیت ۳)

مذکورہ بالا خیالات کسی کمزور عقیدہ مسلمان کے نہیں ہیں بلکہ پولس رسول کے ہیں جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً چودہ سال بعد کرنتھیوں کو خط لکھ کر پیغام دیا۔ جس میں پولس رسول نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ مسیح علیہ السلام ایک انسان تھے جنہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ جسم کے ساتھ اٹھائے گئے یا بغیر جسم کے میں نہیں جانتا صرف خدا جانتا ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے جنت میں جا کر اللہ تعالیٰ کے ارشادات سنے۔ اس خط میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی نفی کی گئی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق ہے۔

کرنتھیوں کے نام ایک اور خط میں پولس رسول نے یہ پیغام دیا، ہمارے نزدیک تو خدا ایک ہی ہے یعنی باپ ! جس کی طرف سے سب چیزیں ہیں اور ہم اسی کیلئے ہیں ایک ہی خداوند ہے یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلے سے سب چیزیں موجود ہوئیں اور ہم بھی اسی کے وسیلے سے ہیں۔ (۱۔کرنتھیوں ۸، ۵، ۶)

اس خط میں بھی پولس رسول نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ خدا الگ ہے اور خداوند الگ ہے خدا ایک ہے جو باپ ہے۔ جبکہ خداوند یعنی آقا اور استاد حضرت یسوع مسیح ہیں۔

تیمتھس کے نام جو خط پولس رسول نے بھیجا اس میں توحید کا درس دیتے ہوئے یہ پیغام دیا، وہ جو مبارک اور واحد حاکم ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہے۔ بقاء صرف اسی کو ہے اور وہ نور میں رہتا ہے۔ جس تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ نہ اسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ اس کی عزت اور سلطنت ابد تک ہے۔ (ا۔ تیمتھس باب ۶ آیات ۱۵، ۱۶)

مذکورہ بالا بیان بھی کسی مسلمان کا نہیں بلکہ پولس رسول کا ہے جس نے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں واضح کر دیا کہ بقاء صرف خدائے واحد کیلئے ہی ہے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے جسے آج تک کسی انسان نے نہیں دیکھا۔ وہ ایک نور ہے جس تک کسی کی رسائی نہیں۔ ابدی سلطنت و عزت صرف اسی کیلئے ہے۔

مذکورہ بالا تمام حقائق و دلائل سے یہ واضح ہوگیا کہ باوجود اناجیل میں تحریف ہونے کے وہ حقائق اب بھی موجود ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے اور خداوند قدوس کے واحد ہونے کے بارے میں ارشادات موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بھی یہی تھی کہ ہم سب کا خدا ایک ہے جس نے مجھے دنیا میں بھیجا اور انہی تعلیمات کو پولس رسول نے اپنے خطوط کے ذریعے عام کیا جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ پھر اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ پولس رسول اور برناباس کے درمیان شدید اختلافات ہوگئے اور یہ اختلافات اس شدت سے ہوئے کہ پھر دونوں کبھی ایک نہ ہوئے۔ یہ اختلاف کیوں آئے؟ آیئے اس اختلاف کو جاننے کیلئے اس کی اصل تہہ تک پہنچتے ہیں۔

متی کی انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا (بہت ذلیل) کہلائے گا اور جو ان پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔ (متی کی انجیل باب ۱۵ آیت ۱۷ تا ۱۹)

مذکورہ بالا عبارت پر غور کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت توریت کو واجب العمل قرار دے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ بائبل میں شریعت سے مراد توریت ہی ہے۔ لہٰذا اس شریعت کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں جو اس کو توڑے گا ذلیل ہوگا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سچا حواری وہی ہے جو شریعت کو منسوخ نہ کرے۔ اب جاننا یہ ہے کہ توریت کی تعلیمات کیا ہیں یوں توریت کی تعلیمات بہت سی ہیں مگر یہاں صرف کسی ایک تعلیم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ توریت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

> بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور اس کے لڑکا ہو تو وہ سارے دن ناپاک رہے گی جیسے حیض ایام میں رہتی ہے اور آٹھویں دن لڑکے کی ختنہ کی جائے۔ (توریت: احبار باب ۱۲ آیت ۱ تا ۳)

بنی اسرائیل کے بچوں کی ختنہ توریت کی تعلیم کا وہ مضبوط نظریہ تھا کہ جس کی بناء پر فریسیوں نے کہا کہ جو ختنہ نہ کرائے وہ دین مسیح میں شامل نہ کیا جائے۔اب یہاں دو باتوں کو پیش نظر رکھیں:۔

اوّل یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام توریت کی تعلیم کے زبردست حامی تھے۔

دوئم یہ کہ توریت میں حکم موجود ہے کہ جب بچہ آٹھ دن کا ہو جائے تو اس کی ختنہ کی جائے۔

ایک مرتبہ یروشلم (موجودہ بیت المقدس) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ایک اجلاس ہوا۔جس میں برنباس، پطرس، یوحنا، پولس اور دیگر حواریوں نے شرکت کی۔ یہ اجلاس یروشلم کی کونسل کے نام سے مشہور ہوا۔اس اجلاس میں مشترکہ طور پر یہ طے پایا کہ جو نئے افراد دین مسیح میں داخل ہوں ان کو توریت کے ان سخت احکامات پر زبردستی عمل نہ کرایا جائے کہ جن پر ہمارے باپ دادا بھی کما حقہ عمل نہ کر سکے تھے۔پطرس حواری نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظوں میں کیا،تم شاگردوں کی گردن پر ایسا جوا نہ رکھو کہ جس کو ہمارے باپ دادا اُٹھا سکے تھے نہ ہم۔ (اعمال باب ۱۵ آیت ۱۰)

چنانچہ کونسل نے فیصلہ کیا کہ ابتدائی طور پر نئے عیسائیوں پر کچھ بوجھ نہ ڈالا جائے پہلے صرف خاص خاص گناہ کی باتوں سے روکا جائے یہ مسیحت کی طرف پہلا قدم ہوگا۔ پھر بتدریج دوسرے احکامات ان کو بتائے جائیں۔ یہاں حواریوں کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا کہ توریت کے کسی حکم کو منسوخ کردیا جائے۔ یروشلم کونسل کا جب اجلاس ختم ہوا اور مشترکہ فیصلہ ہوگیا تو پولس رسول اور برنباس انطا کیہ پہنچے تو پولس نے یروشلم کونسل کے فیصلے سے غلط فائدہ اُٹھایا اور لوگوں کو تعلیم دینے لگا کہ ختنہ ہرگز نہ کرو بلکہ جو ختنہ کرے گا وہ حضرت عیسیٰ مسیح کے فیض سے محروم ہوجائے گا۔ اس حقیقت کا اندازہ اس کے خط سے لگایئے جو اس نے گلتیوں کے نام لکھا تھا۔اس نے لکھا......دیکھو! میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو گلتیوں باب ۵ آیت ۳)

پولس نے اس پر ہی اتفاق نہیں کیا بلکہ شریعت کی مخالفت کو اپنے نظریئے کی بنیاد بنالیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بھی توریت شریف کے احکام پر سختی سے عمل کرتے تھے اور لوگوں کو بھی توریت شریف کا حکم دیا کرتے تھے لیکن پولس کا نظریہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے بالکل برعکس ہوتا گیا۔ وہ گلتیوں کے نام اپنے خط میں لکھتا ہے...... جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں۔ (گلتیوں ۳،۱۰)

پولس رسول کی لکھی ہوئی تحریر سے اندازہ لگایئے! کیا ایسا شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُمتی ہوسکتا ہے جو خود اپنے ہی نبی کی شریعت پر عمل کرنا لعنت سمجھتا ہو؟

کرنتھیوں کے نام جو پیغام خط کے ذریعے دیا۔ اسے بھی پڑھئے ۔ وہ لکھتا ہے، اگر چہ میں آزاد ہوں۔ پھر بھی میں نے اپنے آپ کو سب کا غلام بنا دیا تا کہ اور بھی زیادہ لوگوں کو کھینچ لاؤں ۔ میں یہودیوں کیلئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کیلئے میں شریعت کے ماتحت ہوا۔ تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگر چہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کیلئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں اگر چہ خدا کے نزدیک بے شرع نہ تھا بلکہ مسیح کی شریعت کے تابع تھا۔ کمزوروں کیلئے کمزور بنا تا کہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں ۔ میں سب آدمیوں کیلئے سب کچھ بنا تا کہ کسی طرح سے بعض کو بچاؤں ۔ (کرنتھیوں باب ۹ آیات ۱۹ تا ۲۲)

پولس کا یہ بیان اس حقیقت کا بھانڈا پھوڑ رہا ہے کہ وہ بوقتِ ضرورت جھوٹ بولنے اور چکر بازی کرنے کو جائز خیال کرتا رہا۔ وہ مکر سے کام لیتا رہا۔ ابتداء میں سچے عیسائیوں کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے ایک مخلص عیسائی کا کردار ادا کیا۔ جو عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے حواریوں کا تھا لوگوں پر ظاہر کیا لوگ قریب آتے گئے ۔ لوگ اس کو معزز جاننے لگے ۔ پھر آہستہ آہستہ اپنے اصلی روپ میں آگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے انحراف کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن تعلیمات توریت پر عمل کرتے تھے ان تعلیمات پر عمل کرنے والوں کو لعنتی کہا۔ غرض یہ کہ پولس نے عیسائی مذہب کو بگاڑنے کیلئے عیسائیت کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

پولس کے پیش کردہ جدید مذہب کو مسیحت میں نئے نئے شامل ہونے والوں میں بہت مقبولیت ہوئی کیونکہ یہ جدید مذہب حقیقی مذہب کے مقابل بہت رعایتوں والا مذہب تھا اور اس نے لوگوں کا اعتماد بحال کرنے کیلئے یہ دعویٰ بھی کر دیا تھا کہ مجھ پر یسوع مسیح کا نزول ہوتا ہے۔ کیونکہ پولس کے پاس اپنے اس نئے دین کو حق ثابت کرنے کیلئے نئے لوگوں میں اس دعویٰ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ لوگوں کو کہا کرتا تھا...... اے بھائیو! میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ جو خوشخبری میں نے تمہیں سنائی وہ انسان کی سی نہیں۔ کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچتی اور نہ مجھے سکھائی گئی بلکہ یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا۔ (گلتیوں کے نام باب ۱ آیت ۱۱، ۱۲)

پولس کھل کر نئے خیالات اور نئے نظریات کی تبلیغ کرنے لگا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی مخالفت شروع کر دی۔ یہی وہ شخص تھا جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنیادی تعلیم کو اس قدر مسخ کر دیا کہ گویا پورا مذہب ہی تبدیل کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری برنباس، پطرس اس کے نظریات کے زبردست مخالف ہو گئے ۔ پولس کے پیروکار بڑی تیزی سے بڑھنے لگے۔ اس کے پیروکار اس کے نظریات کو بڑھانے لگے ۔ وقت تیزی سے اپنی منازل طے کرتا گیا حتیٰ کہ تین ابتدائی صدیوں تک پولس کے پیروکار جو خود کو عیسائی کہتے طول و عرض میں پھیل گئے اور 306ء میں شہنشاہِ روم اول قسطنطین کے زمانے میں پولس کے عقائد اور نظریات کو پورے روم میں سرکاری طور پر قبول کر لیا۔

جیسا کہ شروع میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے تقریباً ستر سال بعد چار اناجیل چار مختلف ناموں سے لکھی گئیں۔ یہ اناجیل متی، لوقا، یوحنا اور مرقس کے نام سے مشہور ہوئیں جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ چار اناجیل کو مستند ماننے کا یہ دعویٰ تو بعد کے عیسائیوں کا ہے حقیقت میں پانچ اناجیل لکھی گئی تھی یعنی ان چاروں کے علاوہ ایک انجیل اور لکھی گئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معتبر حواری برنباس نے مرتب کی تھی یہ انجیل برنباس کی انجیل کے نام سے بہت مشہور تھی۔ یہ انجیل برنباس اس قدر مستند مانی جاتی تھی کہ ابتدائی تین صدیوں تک دین کے مسائل کیلئے اس کی عبارات کو بطورِ حجت پیش کیا جاتا تھا۔ 325ء میں انجیل برنباس پر پابندی عائد کردی گئی۔ اس پر پابندی کیوں لگی؟ آیئے اس حقیقت کو بھی جانتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تین صدیاں گزر جانے کے بعد 306ء میں شہنشاہِ روم نے پولس کے عقائد اور نظریات کو پورے طور پر سرکاری طور پر قبول کرلیا تھا۔

قسطنطین شہنشاہ روم اول جب روم کا بادشاہ بنا تو پولس کا خودساختہ مذہب آہستہ آہستہ سلطنت روم میں تیزی سے پھیل چکا تھا۔ قسطنطین شہنشاہ نے ان عیسائیوں کی کثیر آبادی کی ہمدردیاں اور وفاداریاں حاصل کرنے اور اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کیلئے 313ء میں مذہبی اعلان کردیا۔ 337ء میں جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو مرنے سے پہلے اس نے بھی عیسائی مذہب قبول کرلیا۔ عیسائیت چونکہ داخلی انتشار کا شکار تھی۔ کچھ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی تعلیمات کو سچا مانتے تھے جبکہ زیادہ تر عیسائی پولس کے خودساختہ عقیدے کے پیروکار تھے۔ شہنشاہِ قسطنطین نے اس داخلی اختلاف کو ختم کرنے کیلئے نیقیا میں پولس نظریہ کے عیسائی علماء کی ایک کونسل طلب کی۔ جس کے اجلاس ایک قول کے مطابق 20 مئی 322ء سے 25 جولائی 322ء تک جاری رہے۔

شہنشاہِ روم قسطنطین کے عیسائی مذہب قبول کرنے سے پہلے عیسائی مذہب میں کیا کیا تبدیلیاں ہوچکی تھیں پولس کے نظریات نئے عیسائیوں میں کس قدر عام ہوچکے تھے وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب جاننا یہ ہے کہ شہنشاہِ روم نے اس خودساختہ مذہب میں مزید کیا کیا تبدیلیاں کیں نیقیا کی کونسل میں کیا کچھ فیصلے ہوئے اس کی وضاحت دو عیسائی فاضل جارج ولیم ناکس اور سڈنی ہربرٹ میلون نے مشترکہ طور پر ایک تحقیقاتی مقالہ میں کی ہے دونوں عیسائی مذہب کے مستند عالم اور فاضل ہیں۔ انہوں نے انکشاف کیا۔

تیسری صدی عیسوی ختم ہونے سے پہلے حضرت عیسیٰ (یسوع) کو کلام الٰہی کا مجسمہ تسلیم کرلیا گیا تھا۔ لیکن ان کی الوہیت (خدائی) کا عام طور پر انکار کیا جاتا تھا۔

322ء میں نیقیا کی کونسل منعقد ہوئی۔ اس کونسل میں سرکاری طور پر یسوع کی خدائی کو تسلیم کرلیا گیا۔ اس پر کچھ تنازعہ رہا۔ آخر کار مشرق ومغرب کے عیسائیوں نے اسی عقیدے کو صحیح مان لیا۔ بیٹے کی خدائی کیساتھ روح القدس (پاکیزہ روح) کی خدائی بھی تسلیم کرلی گئی۔ اسطرح نیقیا کی کونسل نے عقیدے کی فتح تثلیث (تین خدا) کو عیسائی مذہب کے صحیح عقائد کا جزو بنادیا۔ (ملاحظہ کیجئے انسائیکلوپیڈیا، ج ۵ ص ۶۷۷)

اس کے علاوہ نیقیا کی کونسل نے برناباس کی انجیل پر بھی مکمل پابندی لگادی۔ بلکہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ برناباس کی انجیل کو مکمل طور پر ضائع کردیا جائے۔

برناباس کی انجیل پر 322ء میں نیقیا کی کونسل میں جو پابندی لگی تو اس میں یہ بھی طے پایا کہ عبرانی زبان میں جتنی اناجیل ہیں ان سب کو ضائع کردیا جائے اور یہ بھی حکم جاری کردیا گیا کہ جس کے پاس عبرانی زبان میں کوئی بھی انجیل پائی گئی اس کی گردن اُڑادی جائے گی۔ یہ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو انجیل مقدس نازل ہوئی تھی وہ عبران زبان میں نازل ہوئی۔ برناباس، یوحنا، لوقا، متی اور مرقس نے جو اناجیل اپنے ناموں سے ترتیب دی تھیں وہ بھی عبرانی زبانوں میں تھیں اور ان اناجیل کو یروشلم کی کونسل نے قابل عمل اور مستند قرار دے کر مذہبی لٹریچر میں شامل کرلیا تھا۔ برناباس کی انجیل بھی یروشلم کی کونسل سے پاس شدہ تھی۔ ابتدائی تین صدیوں تک برناباس انجیل کی تعلیمات عام تھیں۔ لیکن 322ء میں نیقیا کی کونسل نے برناباس کی انجیل کو ضائع کردینے اور دیگر چار اناجیل کے ترجمے شائع کرنے کا حکم جاری کیا۔ چنانچہ چار انجیلوں کے ترجمے تحریف کر کے مختلف زبانوں میں لکھے گئے مگر برناباس کی انجیل کو مکمل طور پر ضائع کردیا گیا۔ 383ء میں کسی پوپ نے انجیل برناباس مختلف لوگوں سے ہوتی ہوئی ایمسٹرڈیم ہالینڈ کی ایک لائبریری میں پہنچی۔ مدتوں بعد یہاں سے پرشیا کے حکمران کے مشیر جے۔ ایف کریمر کے پاس پہنچی۔ اس نے 1713ء میں انجیل برناباس ایک علم دوست شہزادے کو تحفے میں بھیج دی۔ شہزادے نے اپنی پوری لائبریری 1738ء میں آسٹریا کے دارالحکومت وائنا میں منتقل کردی۔ برناباس انجیل کا عبرانی زبان میں لکھا ہوا یہ اصل نسخہ آج بھی وائنا میں محفوظ ہے۔ اسی زمانے کے ایک مشہور مصنف ٹولینڈ (Toland) نے ایک انگریزی کتاب Miscellaneous Work لکھی جب یہ کتاب 1747ء میں چھپ کر آئی تو اس کتاب کے مصنف ٹولینڈ نے صفحہ 380 جلد اوّل پر یہ لکھا ہے کہ انجیل برناباس کا قلمی نسخہ اب بھی محفوظ ہے۔ اس مصنف نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ 496ء میں ایک حکم کے ذریعے اس انجیل کو کتب میں شامل کیا گیا کہ جن کو کلیسا نے ممنوع قرار دے دیا۔

1907ء میں مسٹر ریگ (Ragg) اور اس کی بیوی نے اس قلمی نسخہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ آکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس نے برنباس کی انجیل کو انگریزی میں چھاپا۔ پہلی مرتبہ قلمی نسخے کا ترجمہ اٹھارہ سو سال کے بعد چھپ کر مارکیٹ میں آیا تو اس کے تمام نسخے راتوں رات پر اسرار طور پر غائب کر دیئے گئے۔ صرف دو نسخے محفوظ رہ گئے۔ ایک نسخہ آج بھی برطانیہ کے برٹش میوزیم میں اور دوسرا امریکہ کی کانگریس لائبریری میں محفوظ ہے۔ بعد میں کسی طرح اس کا ایک نسخہ مصر کے عیسائی دانشور ڈاکٹر خلیل سعادت کے ہاتھ لگ گیا جس نے اسے عربی زبان میں منتقل کیا۔ جسے 1981ء میں مصر کے عالم سید رشید رضا نے شائع کیا۔ جب یہ عربی ترجمہ ہندوستان پہنچا تو مولوی محمد حلیم انصاری نے پہلی مرتبہ اسے لاہور سے شائع کیا۔ برنباس انجیل کے چند حقائق اِن شاءَ اللہ اگلے صفحات میں آپ کی نذر کئے جائیں گے۔ پہلے اصل موضوع کو مکمل کر لیا جائے۔

322ء میں نیقیا کی کونسل میں جو فیصلے ہوئے ان میں جہاں برنباس انجیل کو ضائع کرنے اور تمام عبرانی زبانوں میں لکھی جانے والی انجیلوں کو ختم کر کے دوسری زبانوں میں تحریر کرنے کے فیصلے ہوئے وہاں تین خدا کا عقیدہ اختیار کرنے کا فیصلہ بھی ہو گیا۔

جارج ولیم ناکس اور سڈنی ہربرٹ میلون اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں کہ

چوتھی صدی کے بعد ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا کہ یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میں خدائی اور انسانیت کا آپس میں کیا تعلق ہے اس جھگڑے کو ختم کرنے کیلئے 451ء میں کالسڈن کی کونسل منعقد ہوئی جس نے یہ فیصلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں الوہیت (خدائی) اور انسانیت دونوں یکساں طور پر جمع ہیں۔

روم کے بادشاہ اول قسطنطین کی بنائی ہوئی کونسلوں کا تیسرا اجلاس 680ء میں قسطنطنیہ میں ہوا اس اجلاس میں مزید اضافہ کیا گیا کہ ان دو ماہیتوں (الوہیت اور انسانیت) کی الگ الگ مرضی اور مشیت ہے اور مسیح دونوں کی مرضی اور مشیتوں کا مالک ہے۔

اس طرح مغرب کے کلیسا (چرچ) نے نیقیا، کالسڈن اور قسطنطنیہ کے فیصلوں کو قبول کر لیا۔ چنانچہ تثلیث (تین خدا) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں دو مشیتوں (خدائی اور انسانی) کے وجود کے نظریات کو مشرق اور مغرب کے کلیساؤں نے بحیثیت پختہ اور صحیح عقیدہ کے تسلیم کر لیا۔ (تاریخ ساز حوالہ ملاحظہ کیجئے انسائیکلوپیڈیا، ج ۵ ص ۶۷۷، ۶۷۸)

حق کے متلاشی ان حقائق کو جان لینے کے بعد بلا تاخیر اس حقیقت کا با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تین خداؤں کا عقیدہ اللہ اور اس کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بتایا ہوا ہرگز نہیں ہے بلکہ صدیاں گزرنے کے بعد پولس یہودی کے بچھائے ہوئے جال کے مطابق 322ء میں منعقد ہونے والی نیقیا کی کونسل، 451ء میں ہونے والی کالسڈان کی کونسل اور 680ء میں ہونے والی قسطنطنیہ کی کونسل میں انسانوں کا گھڑا ہوا عقیدہ ہے اور انسانوں کے اس گھڑے ہوئے عقیدے پر پوری عیسائی برادری کو ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے...... حق کے متلاشی اپنی ضمیر کی آواز پر فیصلہ کریں کہ جس عقیدہ کی بنیاد انسان کی اپنی رکھی ہوئی ہو کیا ایسے نام نہاد خود ساختہ دین کو دین الٰہی کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

تیسری صدی کے بعد ہونے والے ان کونسلوں کے جاہلانہ فیصلوں اور یہودی سازشوں سے عیسائی فرقوں میں بٹتے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کی تعلیمات کو بدل دیا گیا۔ نئے نظریات اور خود ساختہ عقائد عیسائی قوم میں رائج کر دیئے گئے۔ موجودہ عیسائی حقیقی عیسائی نہیں بلکہ نام نہاد عیسائی ہیں جو یہودی سازشوں کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ اپنی اصل گنوا چکے ہیں لہٰذا اب ان کے مذہب کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں۔ آئے دن نئے نئے نظریات اور فرقے جنم لیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عیسائیوں میں جس قدر فرقے بن چکے ہیں کسی اور مذہب میں اتنے فرقے نہیں۔ چند عیسائی فرقوں کے نام اور ان کے عقائد آپ کی معلومات کیلئے درج کیے جاتے ہیں:۔

تفسیر بحر المواج میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آئے اس وقت ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ جب آپ کھڑے ہوتے تو سر آسمان سے لگ جاتا۔ آسمانی فرشتوں کی تسبیح آپ کھڑے ہو کر سن لیتے تھے، پھر وقت کے ساتھ ساتھ آپ کا قد کم ہوتا گیا یہاں تک کہ ساٹھ گز رہ گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا ایک قدم سے دوسرے قدم کا فاصلہ تین دن اور رات کی مسافت کے برابر ہوتا تھا چنانچہ جب آپ سراندیپ سے حج کیلئے روانہ ہوئے تو آپ کا قدم جہاں پڑا وہ جگہ سرسبز وشاداب اور آباد ہوئی اور جس جگہ قیام کیا آپ کے قدم کی برکت سے وہ بڑے بڑے شہر کی شکل میں آباد ہوئے۔ آپ سراندیپ سے بیت اللہ (موجودہ مکہ مکرمہ خانہ کعبہ) تک تیس قدم میں پہنچے۔ جب آپ بیت اللہ کے قریب پہنچے تو طواف کرنے والے فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے آدم دو ہزار برس سے ہم اس گھر کا طواف کر رہے ہیں۔ حضرت آدم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ طواف کی ادائیگی کے بعد آپ کوہِ عرفات پر آرام کرنے کیلئے تشریف لائے جس وقت آپ کوہِ عرفات پر آرام کیلئے لیٹے ہوئے تھے عین اس وقت حضرت حوا علیہا السلام تین سو سال کی جدائی کے بعد آپ کو ڈھونڈتی ہوئی وہاں آنکلیں۔ میدانِ عرفات میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ایک دوسرے کو پہچان لیا اور دونوں ایک دوسرے سے مل کر اس قدر روئے کہ آسمانی فرشتے بھی اشکبار ہو گئے۔ دونوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اللہ تعالیٰ نے حجابات اُٹھا لئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اے پروردگار! اس نام کی برکت سے جو میں نے تیرے نام کے ساتھ لکھا دیکھا، ہماری لغزشوں کو معاف کر دے اور ہماری توبہ اپنی بارگاہ میں قبول کر۔

حضرت جبریل امین تشریف لائے اور یہ خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرمایا اے آدم! اگر جنت میں تو اس مقدس نبی کا وسیلہ لاتا اور ان کو شفیع بناتا تو میں ہرگز تجھے دنیا میں نہ بھیجتا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی توبہ قبول کر لی۔

پولس فرقہ...... یہ فرقہ پانچویں صدی عیسوی میں نمودار ہوا۔ اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ خدا نہیں فرشتہ ہے۔ اس فرقے کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ وہ کنواری مریم کے پیٹ سے انسانی شکل میں پیدا ہوئے۔ یہ فرقہ ایشیا کوچک اور آرمینیا کے علاقوں میں پھیلا۔ (ملاحظہ کیجئے انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، ج ۷ ص ۳۹۷)

ابیونی فرقہ...... اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ نے سولی پر چڑھ کر سب کا کفارہ ادا کیا۔ (انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، ج ۷ ص ۸۱۸)

بربرانیہ فرقہ...... یہ فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم کو خدا مانتا ہے۔

مرتیون فرقہ...... اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تین ہیں: نیک، بد اور متوسط (درمیانی)۔

ناصری فرقہ...... اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی بلکہ انہوں نے گارے کے گوشت کے پرندے بنائے اور ان میں اپنی روح پھونکی اور اُڑ گئے۔

یوئی فرقہ...... اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سولی ہوئی اور نہ ہی وہ زندہ سلامت آسمان پر گئے۔

بلیوس فرقہ...... اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کی ذات کا ایک جز جدا ہو کر عیسیٰ علیہ السلام میں شامل ہو گیا اور دوسرا جز الگ ہو کر روح القدس بن گیا۔

نسطوری فرقہ...... اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی تھے اور انسان بھی ان کی ذات میں دو شخصیتیں جمع تھیں۔

وحدالارادی فرقہ...... اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا تھا جو اپنی الوہیت اور انسانیت دونوں میں یکساں کامل تھا۔

یعقوبی فرقہ...... اس فرقے کے نزدیک عیسیٰ صرف ایک شخصیت اور ایک حقیقت ہے وہ خدا تھے۔ بس خدا تھے۔ مگر انسانی لباس میں نظر آتے تھے۔

رومن کیتھولک فرقہ...... یہ فرقہ مریم کی پوجا کرتا ہے۔ پادری کو گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے فرقے ہیں مثلاً سورمن فرقہ، موبکانسی فرقہ، ارسیو فرقہ، ہالیدی فرقہ، پالی فرقہ، اگسٹائی فرقہ، افلاطونی فرقہ، ارجن فرقہ، تاتا فرقہ، ارتمن فرقہ، پروٹسٹنٹ فرقہ، یونانی فرقہ، ماجوجی فرقہ، مارونیہ فرقہ، یعقوبی فرقہ، پلیگوس فرقہ، ریوی فرقہ، لنگو بروی فرقہ، یوٹیکس فرقہ۔ یہ سب فرقے عیسائی ہونے کے دعویدار ہیں اور ایک دوسرے فرقے سے مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ جس نام نہاد عیسائی مذہب میں اس قدر فرقے اور فرسودہ اعتقاد ہوں اور جو اپنے بنیادی عقائد ہی میں ایک دوسرے سے جدا جدا ہوں ایسے نام نہاد عیسائیوں کا آج اسلام جیسے مضبوط اور پائیدار مذہب پر اعتراض کرنا جہالت کا منہ بولتا

ثبوت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں کوئی اختلاف نہیں۔ مسلمانوں کے عقائد کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے جس کی وضاحت شروع میں کی جا چکی ہے کہ مسلمانوں کے پانچ بنیادی عقائد ہیں' اللہ پر ایمان، انبیاء پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتابوں پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان۔

مذکورہ بالا پانچ بنیادی عقائد میں سے کسی ایک کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ مسلمان ہرگز نہیں بلکہ کافر ہے جس کا اسلامی برادری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اربوں مسلمان اسی بنیادی عقیدہ پر قائم رہے۔ بنیادی عقائد پر کسی مسلمان کا اختلاف نہیں البتہ بعض مسائل پر مسلمانوں کے اختلاف ضرور ہیں جو فروعی اختلاف کہلاتے ہیں۔ مثلاً مسلمان چار اماموں کی تقلید کرتے ہیں' امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل۔ یہ چاروں فقہ اور اسلامی مسائل کے امام ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بہت سے مسائل حل کیے جس سے آج دنیائے اسلام فائدہ اُٹھا رہی ہے۔

مسائل کے حل یعنی بعض معاملات میں اختلاف بھی ان اماموں میں ہوئے۔ یہ اختلاف بنیادی اختلاف نہیں تھے۔ مثلاً کسی امام نے یہ نہیں کہا کہ خدا دو ہیں یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نعوذ باللہ آخری نبی نہیں ہیں یا قرآن کے کسی حصے کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں یا فرشتوں کا وجود نہیں یا قیامت کا کوئی دن نہیں۔ فقہ کے چاروں اماموں میں جتنے اختلاف ہیں وہ فروعی ہیں بنیادی ہرگز نہیں۔ چاروں امام حق ہیں جو کسی نہ کسی طرح اسلامی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں۔

چاروں اماموں میں اگرچہ مسائل پر اختلاف ہیں مگر جب ایک امام دوسرے امام کا تذکرہ کرتا ہے تو بڑے احترام اور ادب سے کرتا ہے۔ مسائل میں اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسلام چونکہ ساری دنیا اور ہر زمانے کیلئے ہے اور جبکہ دنیا میں مختلف مزاج کے لوگ رہتے ہیں۔ اس لئے اسلام کے اندر ایک ایسی لچک بھی ہو تاکہ ہر خصلت و مزاج اور فطرت و عادت کے لوگ اسلام کے وسیع دائرے میں اپنے لئے جگہ بنا سکیں۔ جس طرح یہ کائنات چار عناصر آگ، پانی، ہوا اور مٹی کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح انسان کے مزاج بھی چار ہیں لوگوں کیلئے سمت کا تعین کرنے کیلئے راستے بھی چار ہیں تاکہ ہر شخص اپنے مزاج اور پسند کے مطابق کوئی نہ کوئی راستہ اختیار کر سکے اسی لئے اسلام میں فقہی مسائل کے راستے بھی چار ہیں جن میں کسی ایک پر بھی عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے، اسطرح طریقت کے سلاسل بھی چار ہیں (قادری، نقشبندی، چشتی اور سہروردی)۔ چاروں اماموں کے اختلاف فروعی ہیں۔ ہر امام پیغمبر اسلام کے کسی نہ کسی فرمان پر عمل کر رہا ہے۔ کیا عیسائی برادری کے پاس اس کا کوئی جواب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کس حکم اور فرمان پر عمل کر رہے ہیں؟ ان میں پائے جانے والے نظریات اور زندگی گزارنے کے تمام معاملات خود ساختہ اور گھڑے ہوئے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن یہودیوں کے ایجاد کردہ ہیں۔

اسلام فرقہ پرستی کی مذمت کرتا ہے۔ البتہ اسلام میں چند فرقے ایسے ضرور ہوئے ہیں جو انبیائے کرام، صحابہ کرام، اولیائے کرام کی گستاخیاں کرنے کی بناء پر دین سے بے دین ہوئے۔ ان کے گستاخانہ عقائد سے اہل اسلام کا کوئی تعلق نہیں اور یہ گستاخ اور بے ادب فرقے بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے پیدا کردہ ہیں۔ ان حقائق کو جاننے کیلئے ناچیز کی 'منزل کی تلاش' 'داستانِ عرب' اور 'نجات کا راستہ' نامی کتابوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک بہت سے نبی بنی اسرائیل میں آئے۔ لیکن جس عظیم نبی کا شہرہ ہزاروں لاکھوں سال قبل ہی آفاق عالم میں برپا ہو چکا تھا اور جن کا چرچا ہر نبی اپنی قوم میں کرتے آئے وہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو یہ بشارت دی تھی کہ اللہ مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا وہ جو کچھ کہے تم اس کی سننا۔ مگر یہودیوں نے واضح نشانیوں کے باوجود حقیقت کا انکار کیا۔ لیکن عیسائی قوم کے پادری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ موجودہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی تسلیم کرتے ہیں۔ جب نبی تسلیم کر لیا تو پھر تین خداؤں کا عقیدہ کہاں جائے گا۔ ظاہر ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں تو پھر یہودی پولس کا گھڑا ہوا وہ عقیدہ جو 322ء میں شاہِ روم قسطنطین کے زمانے میں نیقیا کی کونسل میں منظور ہوا تھا اس کا کیا بنے گا۔ اب عیسائی قوم جواب دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تین خداؤں کا عقیدہ دُرست ہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی ماننا دُرست ہے۔ اگر عیسائی قوم کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا ماننے کا قول بھی درست اور تین خدا ہونا بھی درست ہے تو پھر انہیں تین خداؤں کا نہیں چار خدا کا قائل ہونا پڑے گا۔ ظاہر ہے جب حضرت عیسیٰ خدا ہیں تو خدا کا بھائی موسیٰ بھی خدا ہوا۔ اس طرح حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی ملانا ہوگا پھر ان کے والد کا کیا بنے گا وہ بھی تو آخر ان کے والد ہیں اس طرح یہ فہرست طویل ہوتی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بشارت پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے تھی اور یہی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دیتے رہے۔

یوحنا کی انجیل میں...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا،
میں تم سے سچ کہتا ہوں میری جان تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا
لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (یوحنا باب ۱۶ آیات ۱۳ تا ۱۶)

مذکورہ بالا عبارت میں 'مددگار' کا لفظ آیا ہے۔ مسیحی علماء یوحنا کی انجیل میں لفظ مددگار سے مراد 'روح القدس' لیتے ہیں۔
جبکہ روح القدس کو عیسائی معبود مانتے ہیں عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق روح القدس قدیم، غیر مخلوق، قادر مطلق ہے۔
کوئی کمال ایسا نہیں جو روح القدس کو حاصل نہ ہو۔ اس کے جس قدر کمالات ہیں اس میں از خود سب موجود ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ بالا قول میں مددگار روح القدس ہرگز نہیں بلکہ مددگار سے مراد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔
مذکورہ بالا ارشاد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ آپ حواریوں سے فرما رہے ہیں کہ تمہیں فائدہ اس وقت ہوگا جب میں یہاں سے
چلا جاؤں گا آسمان پر اور میرے جانے کے بعد وہ تشریف لائیں گے۔ یہ واضح ارشاد پیغمبر اسلام ہی کیلئے ہے کیونکہ آپ ہی کی
تشریف آوری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد ہوئی۔ قرآن مجید نے انجیل کی اس بشارت کی گواہی اس طرح دی ہے:

ترجمہ: یاد کرو کہ جب عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا اے بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمہاری طرف،
میں تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی تورات اور میں خوشخبری سناتا ہوں ایک ایسے رسول کی
جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ (پ ۲۸۔ سورۃ الصف: ۶)

قرآن مجید کی اس آیت سے واضح ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد آنے والی ہستی
احمد مجتبیٰ کی ہوگی۔

عیسائی عقائد کی روشنی میں اگر مددگار کے معنی روح القدس لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ان کا معبود روح القدس حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے جانے کے بعد ہی پیدا ہوگا اور جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں جائیں گے ان کا خدا پیدا نہیں ہوگا اور
ان کو فیض حاصل نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذکورہ بالا ارشاد روح القدس کیلئے نہیں بلکہ پیغمبر اسلام کیلئے ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تصدیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے قرآن میں جا بجا حضور کو اُمت کا مددگار، ناصر کہا گیا ہے
قرآن مجید میں ہے کہ صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

ترجمہ: اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔ (سورۂ نساء: ۷۵)

اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی دعا کو قبول فرمایا اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا مددگار بنا کر بھیجا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوحنا کی انجیل میں ارشاد فرماتے ہیں، اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گنہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ (یوحنا کی انجیل باب ۱۶ آیات ۱۳، ۱۶)

یہ بشارت بھی پیغمبر اسلام کیلئے نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ ہی وہ عظیم ہستی ہیں جو عالمگیر نبی ہیں اور جس کی نبوت عالمگیر ہو وہی دنیا کو گناہوں پر ملامت کرسکتا ہے آپ کے علاوہ کوئی نبی عالمگیر نہیں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے ساری دنیا کی عالمی برادری کو گناہوں پر ملامت کیا بالخصوص یہودیوں کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے ان کی ایسی ملامت کی کہ جس پر کوئی متعصب ذہن رکھنے والا ہی شک کرسکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوحنا کی انجیل میں ارشاد فرماتے ہیں، وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ (ایضا)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ بشارت بھی پیغمبر اسلام کیلئے ہے۔ اس ارشاد میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ آنے والا پیغمبر اس شان کا ہوگا کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا ان کا کہنا تو وہی ہوگا جو حکمِ الٰہی ہوگا۔ یعنی جو وہ حق سے سنے گا وہی لوگوں سے کہے گا۔ وحیٔ الٰہی کے علاوہ کوئی بات وہ خود سے نہیں کہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تصدیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ط ان ھو الا وحی یوحٰی لا (پ ۲۷۔ سورۂ نجم: ۳،۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

ان اتبع الا ما یوحٰٓی الی (پ ۱۱۔ سورۂ یونس: ۱۵)

ترجمہ: میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ وہ مقدس نبی جو اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا وہ مقدس نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔

یوحنا کی انجیل میں...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا کی انجیل باب ۱۶ آیت ۱۳-۱۶)

یوحنا کی انجیل کی مذکورہ بالا بشارت بھی پیغمبر اسلام ہی پر صادق آتی ہے۔ اس میں واضح اشارہ موجود ہے کہ آنے والا نبی وہ ہوگا جو تمہیں مستقبل کی یعنی غیب کی خبریں بتائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کی تصدیق قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے۔ قرآن میں جا بجا اللہ تعالیٰ کے ایسے فرمان موجود ہیں جو پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیبی علم پر دلالت کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیبی علم کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و ما هو على الغيب بضنين (پ۳۰۔ سورة التكوير:۲۴)

ترجمہ: یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام غیب بتانے میں سخی ہیں اور لوگوں کو پوشیدہ اور مستقبل کی خبریں بتاتے ہیں۔

صحابیٔ رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور ہمیں ابتدائے خلق سے لے کر اہلِ جنت کے جنت میں داخل ہونے تک سے آگاہ فرما دیا۔ (بخاری شریف، ج ۱ ص ۴۵۳)

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ واضح ہوگیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قیامت تک ہونے والے مستقبل کے حالات سے آگاہ فرما دیا۔

برنباس انجیل کے حقائق

آپ پر اناجیل کی حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ اصل انجیل مقدس تو سرے سے لکھی ہی نہیں گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے ستر سال بعد جو کتابیں اناجیل کے نام سے لکھی گئیں وہ کیا تھیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کیا کچھ بن گئی ہوں گی۔ اگر ایسی تحریف شدہ اناجیل میں پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت نہ ملے تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے۔ مگر شانِ قدرت دیکھئے کہ تحریف و بگاڑ کے باوجود اب بھی بڑی وضاحت کے ساتھ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے متعلق پیشن گوئیاں موجود ہیں۔ نمونے کے طور پر اناجیل کی چند آیات آپ کے سامنے پیش کی جاچکی ہیں۔ اب آیئے انجیل برنباس کی بھی مختصراً وضاحت ہوجائے۔

جیسا کہ شروع میں برنباس کے بارے میں آپ کو بتایا جاچکا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے تقریباً ڈھائی سوسال پہلے نیقیا کی کونسل نے 322ء میں انجیل برنباس پر مکمل پابندی لگادی تھی اور حکومتی سطح پر یہ اعلان کیا جاچکا تھا کہ جس کے پاس بھی انجیل برنباس پائی گئی اسے قتل کردیا جائے گا۔ برنباس انجیل پر پابندی لگانے کی وجہ یہی تھی کہ برنباس انجیل ایک حواری نے تحریر کی تھی جو دیگر اناجیل کے مقابلے میں زیادہ مستند اور دُرست لکھی گئی تھی۔

برنباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواروں میں سے ایک ہے اور اسے اوّل سے لے کر آخر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس نے جو حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے، وہ اپنی انجیل میں قلم بند کیے۔ برنباس اپنی کتاب کے آغاز ہی میں انجیل لکھنے کا مقصد ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے جو شیطان کے دھوکے میں آکر یسوع کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، ختنہ کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں اور حرام کھانوں کو حلال کردیتے ہیں ان دھوکہ کھانے والوں میں ایک پولس بھی ہے۔

انجیل برنباس میں جو تعلیمات دی گئی تھیں ظاہر ہے وہ خودساختہ عیسائی مذہب کے خلاف تھیں جو عیسائیوں کے تین خدا کے عقیدے کی بیخ کرتی تھیں۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ نہ تو خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے بلکہ اس کے بندے اور رسول تھے اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کثرت سے بشارتیں اس میں موجود تھیں۔ یہ تمام باتیں پولس یہودی کے نظریئے کے خلاف تھیں۔ اس لئے نیقیا کی کونسل نے اس پر پابندی لگائی جوکہ آپ پڑھ چکے ہیں اور آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ برنباس انجیل کا ترجمہ انگریزی ترجمہ مسٹر ریگ اور اس کی اہلیہ نے 1907ء میں انگریزی زبان میں کیا۔

حواری برنباس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو اپنی اس انجیل میں بیان کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارتیں پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے دیں ان کا ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا حصہ ہے جو برنباس انجیل میں موجود ہیں۔ ان بے شمار شہادتوں میں سے چند بشارتیں نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں تاکہ حق کے متلاشی حضرات کی بند آنکھیں کھل جائیں۔

انجیل برنباس سے چند اقتباسات اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں:۔

یسوع کا پہلا خط...... اللہ نے تمام مخلوق سے پہلے نبیوں کے سردار کو پیدا فرمایا مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے تمام قدوسوں اور نبیوں کے سرتاج کو تمام مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا تاکہ اسے دنیا کی نجات کیلئے بھیجے۔ (انجیل برنباس باب ۱۲)

باب 39 میں ہے، جب آدمی اٹھ کھڑا ہوا تو اس نے ہوا میں ایک تحریر دیکھی جو سورج کی طرح چمکتی تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول للہ 'خدا ایک ہی ہے اور محمد اللہ کا رسول ہے'۔ اس پر آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا اے میرے خدا! میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میری تخلیق کی تقدیر فرمائی مگر میں منت کرتا ہوں مجھے بتا ان الفاظ کا کیا مطلب ہے 'محمد خدا کا رسول ہے' کیا مجھ سے پہلے اور انسان بھی ہوئے ہیں۔

تب خدا نے کہا مرحبا اے میرے بندے آدم! میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا اور وہ جسے تو نے لکھا دیکھا ہے تیرا بیٹا ہے جو دنیا میں اب سے بہت سال بعد آئے گا اور میرا رسول ہوگا۔ جس کیلئے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں جو آئے گا تو دنیا کو نور بخشے گا۔ جس کی روح میرے ہر چیز پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں رکھی گئی تھی۔ آدم نے خدا کی منت کی خداوند یہ تحریر میرے ہاتھوں میں انگلیوں کے ناخنوں پر درج فرما دے۔ تب خدا نے پہلے انسان کے انگوٹھوں پر یہ تحریر درج کر دی۔ دائیں انگوٹھے کے ناخن پر 'لا الہ الا اللہ' لکھا تھا اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر 'محمد رسول اللہ' لکھا تھا تب پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے یہ الفاظ چوم لئے اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے۔

(ملاحظہ کیجئے انجیل برنباس باب ۳۹)

انجیل برنباس کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ فرمان موجود ہے کہ اے آدم! جب وہ نبی دنیا میں آئے گا تو دنیا کو روشنی بخشے گا۔ جس کا یہ معنی ہوا کہ جب نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں گے تو کفر کی تاریکی ختم کر کے نورِ ایمان سے دنیا کو منور و روشن کر دیں گے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا کو روشن وہی کر سکتا ہے جو خود نور ہو اگر خود نور نہ ہو تو دنیا کو نورانی کیسے بنا سکتا ہے۔ لہٰذا انجیل کی اس آیت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ہونا ثابت ہے اور یہی مضمون قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور ارشاد فرمایا:

قد جآءکم من اللہ نور (پ٦۔سورۂ مائدہ:١٥)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر روح البیان)

انجیل برنباس کی مذکورہ بالا آیت کی تصدیق قرآن وحدیث سے بھی ہو گئی ہے۔ انجیل کی اس آیت میں یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور کے مقدس نام کو انگوٹھوں میں دیکھ کر ہونٹوں سے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ آج مسلمان بھی حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور حضور کا نام سن کر انگوٹھا چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں اس طرح انجیل برنباس کے اس قول کی تصدیق مسلمانوں کے عمل سے ہو رہی ہے۔

برنباس کی انجیل سے یہ بھی واضح ہوا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے ناخن چوم کر آنکھوں سے لگا رہے تھے تو آپ اس موقع پر یہ فرما رہے تھے مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نگاہوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا دن بہت ہی بابرکت، تاریخ ساز اور یادگار دِن ہے لہٰذا آج بھی اہل اسلام حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کا دن نہایت ادب واحترام اور عقیدت ومحبت کے ساتھ مناتے ہیں۔ اس طرح انجیل کے اس حکم کی تصدیق مسلمانوں کے عمل سے بھی ہو جاتی ہے۔

اسلامی ممالک میں اس دن عام تعطیل ہوتی ہے۔ مسلمان حکمران پیغمبر اسلام کا یومِ ولادت انتہائی ادب واحترام سے مناتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں وفاقی اور صوبائی حکومتیں دن کا آغاز خصوصی تقریبات سے کرتی ہیں۔ سرکاری ونیم سرکاری عمارتوں کو سجایا جاتا ہے۔ جگہ جگہ میلاد اور سیرت کانفرنس منعقد ہوتی ہیں......اور سنئے!

برنباس اپنی انجیل میں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی۔ جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کیلئے آب وتاب اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کی ہیں ان پر روشنی ڈالے گا کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل برنباس باب ١٧)

انجیل برنباس میں ہے...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا، میں تو اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں جس کو تم مسیحا کہتے ہو۔ اس کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی اور تشریف میرے بعد لائے گا۔ وہ سچائی کے الفاظ لائے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل برنباس باب ۴۲)

انجیل برنباس کی اس آیت سے بھی پیغمبر اسلام کی شان اور مرتبے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والے بنی اسرائیلیوں کو فرمایا کہ اس مقدس رسول کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی اور تشریف آوری میرے بعد میں ہوگی اور ان کے دین کی انتہا نہ ہوگی اور میں اس عظیم رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے بھی لائق نہیں ہوں۔

برنباس انجیل میں...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، بے شک میں تو فقط اسرائیل کے گھرانے کی نجات کیلئے نبی بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہاں کیلئے مبعوث فرمائے گا۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے گی۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل برنباس باب ۸۲)

انجیل برنباس کی اس آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی تھے اور ان کی تبلیغ کا دائرہ بنی اسرائیل تک محدود تھا۔ آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ خدا یا خدا کے بیٹے کا دعویٰ نہیں کیا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد جو نبی آئیگا وہ سارے جہاں کیلئے مبعوث ہوگا۔ برنباس انجیل کے اس فرمان کی تصدیق قرآن مجید سے بھی ہو جاتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ ۱۷، سورۃ انبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر سارے جہان کیلئے رحمت۔

قرآن مجید کی اس آیتِ مقدسہ سے واضح ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کیلئے تشریف لائے۔

جیسا کہ شروع میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپ کے عقیدتمندوں میں بہت سے ایسے بھی تھے جو آپ کے معجزات کو دیکھ کر خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیتے جس سے آپ ناراض ہوتے۔ ایک مرتبہ روم کا گورنر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ لوگ آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیتے ہیں جس سے آپ پریشان ہو جاتے ہیں ہم شہنشاہِ روم سے ایک ایسا فرمان جاری کروا دیتے ہیں جس میں لوگوں کو آپ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے روک دیا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گورنر کو کیا جواب دیا؟ سنئے!

انسانی نسل کا آغاز

معارج النبوت میں ہے کہ طویل عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام ایک مرتبہ پھر ازدواجی زندگی گزارنے لگے۔ اس طرح دنیا میں انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ دونوں سے شروع ہوا۔ بحر المواج میں ہے کہ حضرت حوا پانچ سو بار حاملہ ہوئیں۔ ہر حمل سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی مگر شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔

دنیا میں جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پانچ سو سال کی ہوئی تو آپ کی اولاد کثیر تعداد میں زمین پر پھیل گئی اور آپ کو اس عمر میں منصبِ رسالت عطا ہوا۔ آپ کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا، ہاں جو بہن بھائی ایک حمل سے پیدا ہوتے ان کا نکاح جائز نہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک حمل سے ایک لڑکا قابیل اور اس کی بہن اقلیما پیدا ہوئے۔ اور دوسرے سے ہابیل اور اس کی بہن لیوذا پیدا ہوئے۔ جب لڑکے لڑکیاں جوان ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کی بہن کا نکاح ہابیل سے اور ہابیل کی بہن کا نکاح قابیل سے کرنا چاہا۔ قابیل کی بہن اقلیما بہت خوبصورت تھی وہ اپنی بہن سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو اس سے منع کیا تو اس نے اقلیما کی خاطر ہابیل کو قتل کر دیا۔ اس طرح دنیا میں پہلا قتل ایک عورت کی وجہ سے ہوا۔ قابیل کا پورا جسم کالا پڑ گیا اور اس نے حضرت آدم کا مذہب ترک کر کے کفر کا آغاز کیا۔ آپ کی اولاد پر پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔ چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے اولادِ آدم پر فرض کیے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام وادی نعمان میں تھے کہ حکمِ الٰہی سے ان کی پیدا ہونے والی تمام اولاد ان پر ظاہر کر دی گئی اور تمام عالم ان کی اولاد سے بھر گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبریل امین سے کہا یہ سب کون ہیں؟ حضرت جبریل امین بولے یہ سب آپ کی اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں طرف کھڑے ہونے والے مومن تھے اور بائیں یعنی اُلٹی جانب کھڑے ہونے والے گمراہ بے دین کافر اور منکر تھے۔ حکمِ الٰہی ہوا کہ تم سب اپنے ربّ کو سجدہ کرو جو دائیں جانب کھڑے تھے وہ سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ مگر بائیں جانب والے نہ گرے۔ ندا آئی اے آدم! جس نے سجدہ کیا وہ مومن پیدا ہوں گے اور مومن مریں گے اور جس نے سجدہ نہ کیا...... کافر مریں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ایک ہزار سال کی عمر پائی جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی اولاد کو اللہ کی عبادت کی تلقین فرمائی اور شیطان کی پیروی کرنے سے سختی سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ عورت کی بات ماننے سے بھی احتیاط کرنا کیونکہ میں حوا کی باتوں میں آ کر ہی مصائب میں مبتلا ہوا۔

برنباس انجیل میں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بلکہ میرا اطمینان تو اس رسول کی تشریف آوری سے ہوگا۔ جو میرے بعد میں تمام جھوٹے نظریات کو نیست و نابود کردے گا۔ اس کا دین پھیلے گا اور سارے جہان کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے اسی طرح کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے بعد ایک پادری نے پوچھا کہ اس رسول کی آمد کے بعد اور نبی بھی آئیں گے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، آپ کے بعد اللہ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئینگے جنہیں شیطان لا کھڑا کرے گا۔

اس پادری نے دوسرا سوال کیا، اس مسیحا کا نام کیا ہوگا اور کن علامات سے اس کی آمد کا پتا چلے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا، مسیحا کا نام قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا 'اے محمدؐ انتظار کیجئے میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے، ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تیری بات سچی ہوگی۔ آپ نے کہا کہ محمد اس کا بابرکت نام ہے۔

یہ سن کر لوگوں نے فریاد کرنی شروع کردی۔ اے خدا! اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج۔ یا رسول اللہ! دنیا کی نجات کیلئے جلدی تشریف لے آیئے۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل برنباس باب ۹۷)

انجیل برنباس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک فرمان اور سن لیجئے! آپ نے فرمایا، طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب محمد تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں۔ تب میری یہ بدنامی اختتام پذیر ہوگی۔ (انجیل برنباس باب ۱۱۲)

انجیل برنباس کا ایک فرمان اور سنئے...... پھر اللہ پوشیدہ ہوگیا اور فرشتہ میخائل نے ان دونوں (آدم و حوا) کو جنت سے نکال دیا پس جبکہ آدم نے مڑ کر نگاہ کی اس نے فردوس کے دروازے کی پیشانی پر لکھا دیکھا 'لا الہ الا اللہ محمد رسول للہ' تب وہ اس وقت رویا اور کہا اے بیٹے کاش اللہ یہ ارادہ کرلے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے۔ (انجیل برنباس فصل ۴۱ صفحہ ۶۴ آیات ۲۹-۳۱)

انجیل کی اس آیت میں بھی پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ورفعت کا تذکرہ موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا وسیلہ اور مصیبت سے نجات کا آخری سہارا سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ آرزو کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مبعوث فرمائے اور آپ ہمیں اس مصیبت اور پریشانی سے چھڑائیں۔ انجیل کی اس آیت کی تصدیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

فتلقّٰی اٰدم من ربه کلمٰت فتاب علیه ط (پ ۱۔ سورۂ بقرہ: ۳۷)

ترجمہ: اور پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے ربّ سے کچھ کلمے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں سیّدنا آدم علیہ السلام کی توبہ کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی:

ترجمہ: الٰہی میں تجھ سے **محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا صدقہ مانگتا ہوں کہ میری خطا معاف فرمادے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی اے آدم! تو نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کیسے جانا؟ آپ عرض کرنے لگے مولا کلمہ کی تحریر سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک اے آدم! وہ آخری رسول ہیں تیری اولاد سے اگر وہ نہ ہوتے تو تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ (طبرانی، ج ۲ ص ۸۲، ۸۳)

انجیل برنباس کی مذکورہ آیت کی تصدیق قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہوگئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی جس آرزو کا ذکر انجیل برنباس میں ہے تو قرآن مجید نے حضرت آدم علیہ السلام کی آرزو کی تکمیل اور آرزو پوری ہوجانے کا تذکرہ فرمایا۔

انجیل برنباس کا ایک اور فرمان سنئے...... عورت نے کہا شاید تو ہی مسیحا (پیغمبر آخرالزماں) ہے اے سید۔ یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاصی کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیحا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کیلئے آئے گا۔ وہ مسیحا کہ اللہ نے اس کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل برنباس فصل ۸۲ آیت ۱۶، ۱۷)

انجیل برنباس کی اس مذکورہ آیت میں یہ حقیقت سورج کی طرح روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کیلئے تو پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساری کائنات کیلئے نبی بنا کر بھیجا اور آپ کا دین ساری دنیا میں پھیلے گا اور آپ کی خاطر ساری کائنات اور ہر مخلوق کو پیدا فرمایا اور آپ کی وجہ سے ساری دنیا میں مسلمان اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ انجیل کے اس فرمان کی تصدیق حدیثِ قدسی سے ہوجاتی ہے۔

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، میں نے دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ ان کو آپ کی عزت و کرامت اور منزلت و مرتبت دکھلاؤں اور حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا، اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت و دوزخ کو۔ (ملاحظہ کیجئے شفاء شریف۔ خصائص الکبریٰ)

مذکورہ بالا حدیثِ قدسی سے انجیل کی مذکورہ آیت کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ اور سنئے!

برنباس کی انجیل میں لکھا ہے...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے عوض بیچ ڈالے گا اور اس بناء پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ مجھے زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ اس کو ہر ایک یہی خیال کرے گا میں ہوں۔ مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کر دے گا۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل برنباس فصل ۱۱۲ ص ۱۶۷)

انجیل برنباس کی اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہو رہا ہے اور یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر کسی اور کو سولی چڑھایا گیا۔ انجیل کی اس آیت کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وما قتلوہ یقیناً م بل رفعہ اللہ الیہ (پ ٦۔ سورۂ نساء: ۱۵۸)

ترجمہ: اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اُٹھا لیا۔

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اُٹھا لیا۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن یہودی تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا اور صلیب (سولی) پر چڑھا دیا مگر ان کے ماننے والے عیسائی بھی یہودیوں کی سازش کا شکار ہوئے اور انہوں نے بھی یہودیوں کے اس نظریئے کو تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ اس طرح دوست اور دشمن ایک ہو گئے۔ چونکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب قرآن مجید نے پردہ اُٹھایا اور اس حقیقت کو واضح کیا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش میں کامیاب نہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو ناکام کر دیا اور اپنے پیارے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیا اور آسمان پر اٹھا لیا۔

اگر یہودیوں کے اس نظریئے کو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیئے گئے ہیں سچ مان لیا جائے تو پھر اس حقیقت کو بھی ماننا پڑے گا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لہٰذا یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل ہیں اور پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر کانٹوں کا تاج سر پر پہنایا، منہ پر تھوکا اور سولی پر چڑھا دیا۔

کیونکہ یہ سب قاتلوں کے سرغنہ ططیانوس کیساتھ ہوا تھا۔ یہودیوں نے ططیانوس کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر اس کی خوب تذلیل و تحقیر کی اور رُسوا کرنے کے تمام ارمان پورے کئے۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات اس نظریئے کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ارمانوں پر پانی پھیر دیا اور اپنے پیارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باعزت طور پر آسمان پر اٹھا لیا۔

عیسائی لٹریچر یا عیسائی تبلیغ میں جب کبھی انجیل برنباس کا ذکر آتا ہے تو اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا جاتا ہے کہ انجیل جعلی ہے اور یہ کسی مسلمان نے لکھ کر برنباس سے منسوب کر دی ہے۔ عیسائی مبلغوں کا یہ کہنا انتہائی غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

یہ انجیل اگر مسلمانوں کی تصنیف ہوتی تو یہ مسلمانوں میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہوتی۔ مسلمان علماء اپنی تقاریر اور تحریرات میں اس کا ذکر کرتے لیکن کبھی انہوں نے اس انجیل کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنیسویں صدی سے پہلے کسی مسلمان عالم نے اس کا نام تک نہیں سنا تھا۔ عیسائیوں کے الزام کے غلط ہونے کا سب سے بڑا اور واضح ثبوت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی ولادت سے 75 سال پہلے پوپ گلاسیس (Gelasius) کے زمانے میں اسکے خیال کے مطابق گمراہ کن کتابوں کی جو فہرست ترتیب دی گئی تھی اور عیسائی پوپ کے حکم کے مطابق جن کتابوں کو پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا تھا ان میں انجیل برنباس بھی شامل تھی۔ (ملاحظہ کیجئے انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا)

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی ولادت سے پون صدی پہلے کیا مسلمان تھے؟ جب اس دور میں اسلام کا ظہور ہی نہیں ہوا تھا اس دور میں ایسا کون سا مسلمان ہو گیا جس نے ایسی جعلی انجیل لکھنے کا کارنامہ اسلام سے پہلے ہی سرانجام دے دیا۔ جبکہ عیسائی علماء اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ ابتدائی زمانے میں مسیحی کلیسا میں ایک مدت تک انجیل برنباس رائج رہی اور اسے بعد میں ممنوع قرار دیا گیا۔ آپ انجیل کی یہ عبارت پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ جب یہودی پولس پہلی مرتبہ حواری کی حیثیت سے یروشلم گیا اور اس نے دیگر حواریوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا تو حواریوں کو اس پر یقین نہیں آیا مگر برنباس نے انہیں اس کی سچائی کا یقین دلایا تو حواریوں کو یقین ہوا۔ (ملاحظہ کیجئے انجیل کتاب اعمال باب ۹ آیات ۲۶ تا ۲۸)

انجیل کی مذکورہ عبارت سے بھی برنباس کی حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برنباس ایک وفادار حواری تھا۔ جس طرح برنباس کی شخصیت حقیقت پر مبنی ہے اسی طرح اس کی لکھی ہوئی انجیل برنباس بھی حقیقت پر مبنی ہے۔ انجیل برنباس دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت و اقوال کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ اس انجیل کو اگر کوئی شخص تعصب کی عینک آنکھوں سے اُتار کر پڑھے اور نئے عہد ناموں کی چاروں انجیلوں سے اس کا موازنہ کرے تو یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انجیل برنباس دیگر چار اناجیل سے بہتر اور مستند کتاب ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات و واقعات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ جیسے کوئی شخص ان واقعات کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، وہ کانوں سے سن رہا تھا۔ مگر عیسائی قوم کی بدقسمتی کہ انجیل برنباس کے ذریعے سے اپنے عقائد کی اصلاح کرنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا جو موقع اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا تھا اسے محض ضد، ہٹ دھرمی کی بناء پر ضائع کر دیا اور اب بھی ضائع کر رہے ہیں اور یہودی پولس کا بنایا ہوا خود ساختہ عقیدہ اختیار کر رہے ہیں۔ وہ پولس جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کبھی صحبت اختیار نہیں کی بلکہ وہ ان کا سخت مخالف تھا۔

پھر اچانک اس نے خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری ظاہر کیا اور اپنے کشف و الہام کو بنیاد بنا کر ایک نیا خود ساختہ دین گھڑا اور ایسا نظریہ پیش کیا جسے عام لوگ آسانی سے قبول کرلیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اس کی مخالفت کی مگر پولس نے من گھڑت مذہب کا خود ساختہ دروازہ کھولا اس سے نئے عیسائیوں کا ایک ایسا زبردست عوامی سیلاب اس میں داخل ہوا کہ جس کے مقابلے میں وہ مٹھی بھر سچے حواری کسی طرح مقابلہ نہ کرسکے اور چوتھی صدی کے آغاز میں 322ء میں نیقیا کی کونسل نے پولس عقائد کو سرکاری مذہب قرار دے دیا۔

اسلامی تعلیمات اور اس کے ضابطوں اور اصولوں کا اگر بغور مشاہدہ کیا جائے تو یہ حقیقت سورج کی طرح روشن ہو جائے گی کہ اسلام ہی تمام انسانوں کا متحدہ دین ہے۔ اس کے احکامات و نظریات میں ایک ایسی عالمگیریت پائی جاتی ہے جو قدم قدم پر تمام اقوام کیلئے ایک متحدہ اخوت کا پیغام دیتی ہے۔ مثلاً اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ تمام اقوام کو پالنے والی ذات ربّ العالمین کی ہے اسلام کا یہ بنیادی نظریہ بھی ہے کہ رہتی دنیا تک تمام اقوام عالم کیلئے ذریعہ رحمت بننے والی ذات پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم بھی ہے کہ تمام انسانوں کی ہدایت کا سرچشمہ آخری آسمانی کتاب قرآن مجید ہے۔

یہی وہ حقیقت اور فطرت اسلام کی وسعت کا نتیجہ ہے کہ آج اقوام عالم عالمِ اسلام کی طرف کھینچی چلی آ رہی ہے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں یہ مقناطیسی قوت موجود ہے کہ وہ غیر قوموں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ تمام انسان ایک فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں لہٰذا تمام انسانی دنیا ایک اُمت ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانی دنیا کے رسول ہیں۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (پ۹۔ سورۂ اعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: آپ فرمادیئے اے انسانو! میں تم سب کیلئے اللہ کا رسول ہوں۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں تمام مخلوق کا رسول ہوں۔ (مسلم، مشکوٰۃ باب المناقب)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ السلام قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے رسول ہیں تو تمام انسان ان کے اُمتی ہوئے یہی وجہ ہے کہ جب قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو آپ حضور کے اُمتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور بروزِ قیامت بھی حضور کی اُمت میں شامل ہو کر داخل جنت ہوں گے۔ اسلامی تعلیمات کا دائرہ کسی خاص قبیلے یا قوم کیلئے نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیمات عالمگیر ہے جبکہ نام نہاد عیسائیوں کی نسبت اور دائرہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک محدود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا دائرہ بنی اسرائیل تک محدود تھا لیکن آج عیسائی مشینری بنی اسرائیل کے اس محدود دائرہ سے نکل کر مسلمانوں میں عیسائیت پھیلا رہی ہے۔ کروڑوں اربوں ڈالر عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ کر رہی ہے جس کا اندازہ اس بات سے

لگایئے کہ عیسائی فرقہ پروٹسٹنٹ مشن کے تحت سو سالہ کانفرنس 1866ء میں منعقد ہوئی تھی جس میں عیسائی مبلغ ڈاکٹر جارج ای پوسٹ نے اس کانفرس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ یہ زندگی کی جنگ ہے ہمیں ان مسلمانوں پر فتح حاصل کرلینی چاہئے ورنہ وہ ہم پر فتح پالیں گے۔ ہم کو ٹڈیوں اور مکڑیوں کے گھر میں جانا چاہئے، ہم کو عرب جانا چاہئے، سوڈان جانا چاہئے، وسط ایشیا جانا چاہئے، ورنہ وہ (مسلمان) صحراؤں کو عبور کرلیں گے، آگ کی طرح بڑھیں گے اور ہماری عیسائیت کو ہڑپ کرجائیں گے اور اسے برباد کردیں گے۔ (مسلمان اور اہل کلیسا کا نظام تعلیم، ص ۴)

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہونے والی کانفرنس میں عیسائی مشن اور اس کے مبلغ کی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انتہا پسند مسلمان ہیں یا یہودی اور عیسائی۔ اس کانفرنس سے یہ بھی واضح ہوا کہ عیسائی مشنری مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا منصوبہ بہت پہلے بنا چکی تھی۔

سرزمین پاکستان میں عیسائی مشنری اپنے پنجے کس طرح گاڑ رہی ہے اور اسلامی تعلیم سے ناواقف مسلمانوں کو کس طرح عیسائی بنارہی ہے اہل نظر سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں۔ آپ کی معلومات کیلئے ایک عیسائی مبلغ کی تحریر سے آپ کو مختصراً آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ عیسائی مبلغ ایس کے داس اپنی کتاب میں لکھتا ہے:۔

اگر پاکستان کے موجودہ خطے میں انگریز حکومت قائم نہ ہوتی اور انگریز اور امریکن بشارتی کام سرانجام نہ پاتا تو بہت ممکن ہے آج کے پاکستان کے کلیسا (چرچ) کی حالت افغانستان، سعودی عرب جیسے ممالک سے کچھ مختلف نہ ہوتی۔ انجیل جلیل کے پیغام پر سخت قدغن (بندش) ہوتی اور مشینریوں کا جانا ناممکن ہوتا۔

عیسائی مصنف اپنی کتاب میں مزید انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے، خدا کرے وہ وقت جلد آجائے جب ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریا ہو۔ ہماری پہچان رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نہ ہو بلکہ ملک پاکستان میں ہم صرف مسیحی ناطے سے پہچانے جائیں۔ رومن کیتھولک کلیسا بڑی تیزی سے خطہ ارض (پاکستان) میں روبہ ترقی ہے۔ بلاشبہ یہ کلیسا تعداد کے لحاظ سے بڑی کلیسا ہے اور سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ (تاریخ کلیسائے پاکستان، ص ۱۶۱)

اب ایک اخباری رپورٹ بھی سنئے...... ایک اخباری رپورٹ کے مطابق دسمبر 2003ء میں غیر ملکی تبلیغی مشن پاکستان میں داخل ہو رہے ہیں جو ایک سال کے دوران بڑی تعداد میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کریں گے۔ باخبر ذرائع کے مطابق تبلیغی اداروں نے 2004ء میں بڑے پیمانے میں عیسائیت کی تبلیغ کی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ پنجاب، سندھ اور بلوچستان خصوصی ہدف ہوں گے۔ عیسائی تبلیغ کے چار غیر ملکی مشن پاکستان پہنچیں گے جو ایک سال کے اندر بڑی تعداد میں مسلمانوں کو عیسائیت کی تبلیغ کریں گے۔ اس وقت پاکستان میں چھ تبلیغی ادارے اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اخبار مزید لکھتا ہے...... پاکستان میں قائم 129 چرچ بڑے پیمانے پر عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور بڑے پیمانے پر مسلمانوں کو عیسائی بنا رہے ہیں۔ پاکستان میں عنقریب جو چار تبلیغی مشن سرگرمیاں شروع کریں گے ان کے نام یہ ہیں:

(۱) پاکستان کرسچن فلوشپ (۲) ورلڈ بائبل سوسائٹی (۳) کریٹس فیتھ مشن (٤) دی کلیساء

(ملاحظہ کیجئے روزنامہ اُمت اخبار ۔14-10-2003)

ان حقائق سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ عیسائی مشنری اپنے تمام تر زور عیسائیت کو پھیلانے میں لگا رہی ہے۔ اربوں کھربوں ڈالر عیسائیت کی تبلیغ پر صَرف کئے جا رہے ہیں۔ ان کی تبلیغ کے اصل ہدف مسلمان ہیں۔ جنہیں وہ اپنی شاطرانہ تبلیغ سے متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

عیسائی تبلیغ کا طریقہ واردات

ان کی تبلیغ کا تمام تر زور اس بیان پر ہوتا ہے اے مسلمانو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر عیسائیت قبول کرلو کیونکہ تمہارے قرآن میں لکھا ہے کہ ہمارے مسیح عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور یہ لکھا ہے کہ ہمارے عیسیٰ اندھوں کو بینائی اور کوڑھیوں کو تندرستی اور مردوں کو زندگی عطا کرتے ہیں۔تمہارے قرآن میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے عیسیٰ نے پیدا ہونے کے بعد اپنی ماں کی گود میں کلام کیا اور یہ بھی تمہارے قرآن میں لکھا ہے ہمارے عیسیٰ غیب کی خبریں جانتے ہیں۔لہٰذا اے مسلمانو! اس عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو جو آسمان پر زندہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے والا اور غیب کی خبریں جاننے والا ہے۔اس کے علاوہ ان کی تبلیغ کا ایک اندازہ اور ملاحظہ فرمائیں۔عیسائی پادری یہ کہتے ہیں۔

ہم عیسائی تمہارے نبی کو نہیں مانتے اور نہ ہی تمہارے قرآن کو مانتے ہیں جبکہ اے مسلمانو! تم ہمارے عیسیٰ مسیح کو مانتے ہو اور انجیل کو بھی آسمانی کتاب مانتے ہو تو پھر تم حضرت عیسیٰ مسیح ہی کو دنیا کا نجات دہندہ، عظیم قائد اور کائنات کا آخری سہارا تسلیم کیوں نہیں کرلیتے تاکہ مسلمان اور عیسائی آپس میں بھائی بھائی بن جائیں۔باہمی اختلاف دور ہوجائیں، دنیا میں امن قائم ہوجائے، جنگیں ختم ہوجائیں۔اس اتحاد سے کم ازکم عیسائی اور مسلمان تو بھائی بھائی ہوجائیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے عیسائی مبلغ پوپ اور فاضل عالم ان تمام حقائق کو جان لینے کے بعد اگر انہیں اپنی آخرت بہتر بنانی ہے تو دل و جان سے اسلام قبول کرلیں اور جس قدر محنت عیسائیت کو پھیلانے میں کی ہے اس سے کہیں زیادہ محنت اب اسلام کی تبلیغ کیلئے صَرف کردیں۔نیز گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکنے والی عیسائی برادری کو چاہئے کہ وہ سچائی کی راہ اختیار کریں اور مفاد پرست پادریوں کی لچھے دار تقریروں اور تحریروں کو مسترد کردیں۔ان حقائق کے باوجود بھی اگر عیسائی پادری اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور عیسائیت کی تبلیغ ہی کو دُرست سمجھتے ہیں تو انہیں اس حقیقت کو بھی ماننا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم بنی اسرائیل کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔آپ کی رسالت عالمگیر یا ساری انسانی برادری کیلئے ہرگز نہیں تھی۔ متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان تحریف ہونے کے باوجود آج بھی موجود ہے۔

متی کی انجیل میں ہے......ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑیوں کے پاس جانا۔ (متی کی انجیل باب ۱۰ آیات ۵-۸)

متی کی انجیل میں ایک جگہ اس طرح فرمان موجود ہے، اس نے جواب میں کہا میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑیوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی کی انجیل باب ۱۵ آیت ۲۵)

غور کیجئے انجیل کی دونوں آیات سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور تبلیغ کا دائرہ ساری عالمی برادری کیلئے ہرگز نہیں تھا بلکہ بنی اسرائیل تک محدود تھا۔ ذرا سوچئے! جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ اپنی قوم اسرائیل تک محدود ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کا دم بھرنے والے عیسائی مبلغ کسی اور قوم کو دعوتِ عیسائیت آج کیوں دے رہے ہیں؟ کیا یہ تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف نہیں؟ یقیناً ہے۔

مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی انجیل مقدس کے آسمانی اور سچی کتاب ہونے پر یقین ضرور رکھتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پوری انسانی برادری کیلئے نجات دہندہ، کائنات کا آخری سہارا اور زندگی کے تمام شعبوں میں عظیم رہنما تسلیم کرنے میں معذرت خواہ ہیں۔ اس معذرت کی کئی وجوہات ہیں جو آگے آ رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیائے کرام کو انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے بھیجا تاکہ انسان انبیائے کرام کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کریں۔ ان کی زندگی کو بطورِ نمونہ اپنائیں۔ زندگی گزارنے کے طور طریقے ان کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اختیار کریں۔ انسانی پیدائش سے لے کر دفن ہونے تک زندگی میں جس قدر مراحل آتے ہیں سب کے سب ایک موحد کیلئے نبی کی سیرت کے مطابق ہوں۔ ان اصولوں کو پیش نظر رکھ کر عیسائی برادری حسب ذیل وجوہات پر غور و فکر کریں اور جواب اپنے ضمیر سے لے۔

۱ ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یقیناً حیران کن ہے۔ آپ نے تیس سال کی عمر میں لوگوں کے سامنے اعلانِ نبوت فرمایا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کی تیس سالہ زندگی کیسے گزری انجیل مکمل طور پر اس پر خاموش ہے آپ کا بچپن، لڑکپن، جوانی کیسے گزری انجیل سے کہیں اس کا پتا نہیں چلتا جبکہ تیس سال کی عمر میں آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا، لوگوں کو معجزات دکھائے...... جبکہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم ولادت سے لے کر یوم وصال تک زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے۔ عیسائی برادری اس پر غور کرے کہ جس نبی کی مکمل زندگی کے حالات کا ہمیں علم نہ ہو اس نبی کو ہم اپنی زندگی کیلئے نمونہ کیسے بنائیں۔ انسانی برادری کا بہترین نمونہ تو وہی ہو سکتا ہے جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ محفوظ ہو جن کی زندگی کے ہر لمحے سے رہنمائی حاصل کی جاسکے اور یہ کمال پیغمبر آخر الزماں کو ہی حاصل ہے۔

۲...... ہر انسان کو دنیا میں رہ کر بیوی بچوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان کے ساتھ زندگی گزارنے میں کچھ اصول اور طریقے ہوتے ہیں ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کیسا سلوک کرے، بیوی کو نوکر کی حیثیت دے یا گھر کی مالکہ کی، بچوں کی تربیت کس طرح کی جائے، ان کی شادی نکاح، طلاق کے مسائل کس طرح حل کئے جائیں...... کیا ان معاملات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ سے رہنمائی حصل کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ آپ نے شادی ہی نہیں کی اور نہ آپ کی کوئی بیوی تھی اور نہ ہی بچے تو ان مسائل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کی روشنی میں کیسے حل کیا جائے گا؟ کیا عیسائی برادری کے پاس اس کا کوئی حقیقی حل ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان تمام معاملات میں رہنمائی صرف حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ ہی سے ملے گی۔ لہٰذا اہل دنیا کیلئے پیغمبر آخر الزماں ہی رہنمائی کا بہترین نمونہ ہے۔

۳...... اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق و مالک ہے وہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے انسانوں کو بھی فطری طور پر اپنے ربّ سے پیار ہونا چاہئے لہٰذا وفاداری کا یہ تقاضا ہے اگر کوئی شخص یا کوئی قبیلہ یا کوئی قوم اللہ کی شان میں گستاخی کرے تو وفادار بندہ ایسی قوم سے لڑے، ان کے خلاف تلوار اُٹھائے، یہی وفاداری ہے۔ اللہ سے محبت و وفاداری جیسی انبیاء و رسل کو ہوتی ہے ایسی محبت و وفاداری کوئی دوسرا نہیں کرسکتا بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے محبّ تھے۔ آپ کے زمانہ حیات میں اللہ کے ساتھ یہودیوں کی بغاوت اور گستاخی قدم قدم پر تھی مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلحت کیا تھی کہ ان کی زندگی میں ایسے واقعات نظر نہیں آتے جس میں انہوں نے اللہ کے دشمن یہودیوں سے جہاد کیا ہو۔ اسکے برعکس پیغمبر آخر الزماں کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت واضح نظر آئے گی کہ آپ نے اپنے ربّ کے باغیوں اور گستاخوں سے صف آرا ہونے اور اللہ کے نام پر اپنی جانیں پروانہ وار قربان کرنے کا طریقہ اپنی زندگی میں سکھایا۔ بحیثیت ایک آرمی چیف کے دشمن خدا سے لڑنے کے قواعد مرتب فرمائے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے وفادار بندے قیامت تک اپنے ربّ کے دشمنوں سے جنگ کرتے رہیں گے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں ایسی صورت نظر نہیں آتی۔ ذرا بتایئے! اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کا ثبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے ملتا ہے یا پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے عالمی برادری کو پناہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ ہی میں مل سکتی ہے۔

پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

صحیفہ آدم میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اس مقدس رسول کی بشارت دی جن پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں انبیاء سے لیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے خداوند قدس نے فرمایا وہ بڑا نشان جو تیری اولاد میں فخر ہے وہ آئے گا اور روحوں کو تسکین دے گا اور امین اور صادق ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور حقیقی فتح اسی کے ہاتھ میں ہے۔ (تاریخ العرب، صفحہ ۱۲۹۔ مطبوعہ بیروت)

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لاڈلے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے مقدس رسول کی تعظیم کرنے اور ان پر ایمان لانے کا تذکرہ کیا حضرت شیث علیہ السلام جو کہ منصبِ نبوت پر فائز تھے عرض کرنے لگے کہ بابا جان میں نے آپ کی زبان سے اس مقدس رسول کا تذکرہ بار بار سنا ہے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کیا اس مقدس رسول کا مرتبہ آپ سے زیادہ ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا وہ مقدس رسول بڑی عظمت والا ہوگا ان کی شان نہایت اعلیٰ ہوگی میں ایک لغزش کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ان کی اُمت گناہگار ہونے کے باوجود جنت میں جائے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت بھی فرمائی اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ تم تقویٰ اختیار کرو اور جب بھی اللہ کا ذکر کرو اس کے ساتھ پیغمبر آخر الزماں، محبوبِ خدا کا ذکر ضرور کیا کرو کیونکہ میں نے ان کا اسم گرامی ساق عرش پر اس وقت لکھا دیکھا جب میں روح اور مٹی کی درمیانی حالت میں تھا پھر میں نے تمام آسمانوں کا چکر لگایا تو میں نے آسمانوں پر کوئی ایسی جگہ نہیں دیکھی جہاں پیغمبر آخر الزماں کا مقدس نام نہ لکھا ہو۔ میرے ربّ نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت میں کوئی محل اور کوئی دریچہ ایسا نہیں دیکھا جس پر مقدس نبی کا نام نہ لکھا ہو۔ میں نے یہ مقدس نام حوروں کے سینوں پر، فرشتوں کی پتلیوں میں، شجر طوبیٰ اور شجر سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر دیکھا ہے تم بھی ان کا کثرت سے ذکر کرو کیونکہ فرشتے بھی ہر وقت ان کا ذکر کرتے ہیں۔ (خصائص الکبریٰ جز اوّل)

آپ نے حضرت شیث علیہ السلام کو توحید و ایمان کے بارے میں خصوصی ہدایات دیں اور فرمایا اے بیٹا تیری اولاد میں جس قدر نبی ہوں گے اور ان پر جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوں گی تو ان پر ایمان لانا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر جو آسمانی صحیفہ نازل ہوا اسے لپیٹ کر بیٹے کو دے دیا۔

۴...... انسان دنیا میں رہتا ہے بعض اوقات باہمی اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں۔ برادریاں، قومیں آپس میں لڑ پڑتی ہیں جن کے فیصلے عموماً عدالتوں میں ہوتے ہیں۔ جج صاحبان فیصلہ کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر اگر نظر ڈالی جائے تو کہیں بھی ایسا واقعہ نہیں ملے گا کہ آپ نے بطور چیف جسٹس یا جج کے باہمی اختلافات کو دور کرنے کیلئے فیصلہ صادر فرمائے ہوں۔ انجیل بھی اس ضمن میں خاموش ہے۔ عیسائی قوم باہمی اختلافات کس اصول کے تحت دور کرینگے کیا انکے پاس ایسی کوئی دلیل ہے؟ ہرگز نہیں۔ آیئے پیغمبر آخر الزماں کی حیاتِ مقدسہ پر نظر ڈالیں تو پتا چلے گا کہ آپ کی ذاتِ گرامی بطور جج ہزار ہا مسائل کی رہنمائی کرتی ہے جس سے باہمی اختلافات دور ہوتے ہیں اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ ذرا بتایئے! عالمی دنیا کو باہمی اختلافات سے بچانے والی اور عالمی برادری کی رہنمائی کرنے والی ذات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے یا پیغمبر آخر الزماں کی۔ ہر حقیقت شناس یہی کہے گا کہ عالمی برادری کی رہنمائی کیلئے بہترین نمونہ پیغمبر اسلام ہی ہیں۔

۵...... انسان اپنی زندگی میں تاجر بھی ہوسکتا ہے۔ تاجر کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ تجارت کے اصولوں سے بھی باخبر ہو کہ نفع کے حصول کیلئے کون سا مال خریدا جائے، اسے کیسے خریدا جائے، اسے کہاں بیچا جائے، کس طرح بیچا جائے، کتنا نفع حاصل کیا جائے، گاہک سے کس طرح گفتگو کی جائے، مال تجارت میں حرام وحلال کا خیال کس طرح رکھا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں کہیں بھی تجارتی ضابطے اور اصول نظر نہیں آئیں گے۔ عیسائی برادری غور کرے کہ وہ تجارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے کس طرح رہنمائی حاصل کریں گے۔ وہ کس اصول اور ضابطے کے تحت کاروبار اور تجارت کر رہے ہیں۔ کیا اس سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ عالمی برادری کیلئے بطورِ نمونہ پیش کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ آیئے پیغمبر آخر الزماں کی حیاتِ مقدسہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آپ نے بغرض تجارت سفر کیا۔ تجارت کی اور اس کے اصول متعین فرمائے۔ حرام وحلال کا فرق، ناپ تول میں کمی کرنے کا فرق واضح کیا۔ فیصلہ کیجئے عالمی برادری کی رہنمائی دین اسلام میں ہوتی ہے یا موجودہ عیسائیت میں۔

۶...... انسان اپنی زندگی میں کسی ملک کا صدر، وزیر اعظم بھی بنتا ہے۔ سربراہ کی حیثیت سے اس کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ملک کا نظام کس طرح چلائے، حکمران کے اصول کیا ہونے چاہئیں، غیر ملکی وفود سے کس طرح ملا جائے، اپنے سفیروں کو کس طرح اور کیا ہدایات دے کر غیر ملک بھیجا جائے، غیر ممالک میں یہ سفیر اپنی خدمات کس طرح پیش کریں، شہروں کا نظام، صوبوں کا نظام کن کو دیا جائے، دفاع کو کس طرح مضبوط کیا جائے، غیر ملکوں سے تجارت، تعلیم اور دیگر معاملات پر کس طرح سمجھوتہ کیا جائے۔ یہ وہ مسائل ہیں جو ہر دور میں حکمرانوں کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ آج بھی دنیا میں انہی مسائل کو سامنے رکھ کر حکمران حکومت کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل سورج کی طرح روشن نظر آئیگی

کہ آپ نے بحیثیت ایک حکمران کے وقت نہیں گزارا۔ آپ کی حیات اس شعبہ میں بھی خاموش نظر آتی ہے۔ عیسائی برادری غور کرے کہ وہ آج بعض ممالک پر حکمرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کس حکم اور کس اصول اور ضابطے کے تحت کر رہی ہے۔ حکومت کرنے میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کن احکامات سے استفادہ کر رہی ہے۔ کیا حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ ان کی رہنمائی کرتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ آیئے اب پیغمبر اسلام کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ آپ نے بحیثیت ایک حاکم کے حکمرانی فرمائی۔ حکمرانی کے ضابطے اصول، سفیروں کا تعین، گورنروں کا تعین، غیر ملکی وفود سے ملنے کے اصول تعین فرمائے گویا آپکی حیات طیبہ اس حوالے سے بھی پوری طرح عالمی برادری کی رہنمائی کرتی ہے فیصلہ کیجئے کہ عالمی برادری کی رہنمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ہے یا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں۔ ہر باضمیر انسان یہی فیصلہ کرے گا کہ انسانی برادری کے رہنما صرف پیغمبر اسلام ہی ہیں۔

۷......آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ہی بنی اسرائیل کی قوم کی بھلائی کیلئے دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے آزاد کرایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی تبلیغ بنی اسرائیل تک محدود رکھی۔ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیوں کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ معلوم ہوا کہ دونوں نبیوں کا دائرۂ تبلیغ صرف بنی اسرائیل قوم تک ہی محدود تھا جبکہ پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمایا، میں پوری کائنات کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ذرا بتایئے کہ اتنا بڑا دعویٰ بنی اسرائیل کے کسی نبی نے کیا؟ ہرگز نہیں۔ اتنا بڑا دعویٰ تو وہی ہستی کر سکتی ہے جس نے رنگ و نسل، حدود و جغرافیہ کی زنجیروں کو توڑ دیا ہو۔ یہی وجہ ہے روم کے رہنے والے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا، حبش کے رہنے والے بلال دوڑے چلے آئے۔ فارس سے سلمان فارسی نے رہنمائی حاصل کی۔ غور کیجئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دائرۂ تبلیغ صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے تو ان دونوں انبیاء کو عالمی برادری کیلئے کیا رہنما تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ کیا ان کی دی ہوئی تعلیمات پوری عالمی برادری کیلئے رہنمائی کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس عالمی رہنمائی کے لائق تو پیغمبر اسلام ہی ہو سکتے ہیں، انہیں ہی پوری انسانیت کا نجات دہندہ اور کائنات کا آخری سہارا مانا جا سکتا ہے۔

۸...... جب انسان مرتا ہے تو اکثر مرنے والے اپنے پیچھے بیٹے، بیٹیاں اور بیوی کو سوگوار چھوڑ جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد اس کی جائیداد جو لواحقین کا حصہ ہوتی ہے اس کی تقسیم کا مسئلہ آتا ہے کہ یہ جائیداد کس طرح تقسیم کی جائے۔ کیا اس جائیداد کا حقدار بڑا بیٹا ہے یا وہ بیٹا ہے جو طاقت سے چھین لے اور باقی سب کو محروم کردے۔ آخر اس کی تقسیم کیسے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اور نہ ہی آپ نے کوئی جائیداد چھوڑی۔ پوری انجیل کو دیکھو کہیں بھی اس حوالے سے کوئی تبصرہ نہیں ہے۔ پوری عیسائی دنیا اس پر غور کرے کہ اولاد میں جائیداد کی تقسیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کس حکم اور فرمان کے تحت کی جائے گی اور آج پوری عیسائی برادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کس حکم کی روشنی میں جائیداد تقسیم کرتے ہیں اس سلسلے میں عیسائیوں کے پاس کون سا ضابطہ اور اصول ہے حقیقت تو یہ ہے کہ آج پوری عیسائی برادری انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں پر ہی گزارا کر رہی ہے جبکہ اسلام دنیا کو وہ نظام فراہم کرتا ہے جس نے تفصیل سے مرنے والے کے وارثوں کو حصے تقسیم کیے۔ جس نبی نے ایسا پیارا نظام بنایا حقیقت میں وہی نبی عالمی دنیا کا رہنما اور نجات دہندہ اور کائنات کا آخری سہارا ہے۔

۹...... انسان کے نظام حیات میں ایک عمل مساوات یعنی برابری کا بھی ہے یعنی قانون کے مطابق سب یکساں اور برابر ہیں کالے، گورے، تعلیم یافتہ، جاہل، امیر، غریب سب قانون کے کٹہرے میں یکساں ہیں۔ عیسائی برادری غور کرے کہ موجودہ عیسائی ملک برطانیہ کے جھنڈے میں اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ بھی شامل ہیں مگر ان دونوں خطوں کا کوئی فرد برطانیہ کا وزیر اعظم نہیں بن سکتا آخر یہ امتیاز کیوں؟ جبکہ اسکے برعکس اسلام میں حبش سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فارس سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور روم سے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد دنیا بھر کے مقتداء اور رہنما بنے جو اسلام میں مساوات کی اعلیٰ مثال ہے۔ ظاہر ہے جس نبی نے ایسا اعلیٰ مساواتی نظام قائم کیا وہ نبی ہی عالمی برادری کا رہنما اور نجات دہندہ ہو سکتا ہے۔ عیسائیت سمیت دنیا کے کسی مذہب میں ایسا اعلیٰ نظام دیکھنے میں نہیں آتا جو انسانوں کی رہنمائی کر سکے۔

۱۰...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب انجیل ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں پہلا حکم کیا دیا۔ دوسرا کون سا حکم آیا۔ شاید آج پوری عیسائی برادری کو اس کا علم نہ ہو جبکہ پیغمبر اسلام پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کا پہلا حکم 'اقراء' پڑھنے سے متعلق ہے۔ جبکہ دوسرا حکم پاک صاف رہنے کا ہے۔ مسلمان نمازِ فجر کیلئے صبح بیدار ہوتا ہے اس کے دن کا آغاز نمازِ فجر سے ہوتا ہے اور پورے دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے غسل و وضو کرتا ہے پانچوں وقت کی نمازوں میں اذان کے ذریعے اپنے ربّ کی ربوبیت اور اپنے نجات دہندہ پیغمبر کی رسالت کا چرچا کرتا ہے، لوگوں کا وقتِ مقررہ پر نماز پڑھنا، پانچوں وقت لوگوں کا باہمی رابطہ ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھنا، کسی کی موت و حیات سے باخبر رہنا۔ لوگوں میں اجتماعی زندگی کا شعور پیدا کرنا یہ سب اسلامی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ جس کی مثال نہ عیسائیت میں ملتی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب میں۔ مسلمان پانچوں وقت

خوش دلی کے ساتھ اپنے ربّ کی عظیم بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کیلئے حاضری دیتے ہیں ادھر اذان ہوئی ادھر مساجد مسلمانوں سے بھرنا شروع ہوئیں۔ کاروبار زندگی رُک گیا۔ سب کے رُخ مساجد کی طرف ہولئے اور بارگاہِ خداوندی میں سر بسجود ہو کر نیاز مند ہوئے جبکہ عیسائی مذہب پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عیسائیت کے دعویدار ہفتے میں ایک دن اتوار کے دن بھی اپنے چرچ میں عبادت کیلئے نہیں آتے، گرو گھنٹال گھنٹیاں بجا بجا کر گھٹنے ٹیک دیتا ہے مگر کوئی چرچ کی طرف رُخ نہیں کرتا۔ غور کیجئے کہ جس نبی نے پاکیزگی، نفاست، صفائی، باہمی میل جول اور عبادتِ الٰہی بجالانے کا ایسا عمدہ اور اعلیٰ نظام دیا ہو یقیناً وہی نبی ساری برادری کا رہنما اور مقتداء ہوسکتا ہے یقیناً یہ شان پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔

۱۱ ...... انسان اپنی زندگی میں شادی کرتا ہے۔ مرد کس طرح عورت سے شادی کرے، کس سے نہ کرے، نکاح کیلئے کون سی عورت جائز ہے کون سی ناجائز کیونکہ عورت ماں بھی ہے تو بیٹی بھی، بہن ہے تو خالہ بھی ہے تو پھوپھی، بھتیجی ہے تو بھانجی بھی، کوئی عورت رشتے دار ہے تو کوئی غیر رشتہ دار بھی۔ ان میں کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے ناجائز؟ اس کی تفصیل بتانے سے انجیل بالکل خاموش ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چونکہ زندگی میں شادی نہیں کی لہٰذا آپ کی حیات پاک سے یہ پتا نہیں چلتا کہ کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے نہیں۔ عیسائی برادری غور کرے کہ ان کے یہاں شادی کرنے کا رواج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کس حکم کے مطابق ہے۔ معلوم ہوگا ان کا خود کا بنایا ہوا خود ساختہ قانون ہے جس پر عمل کیا جارہا ہے۔ اگر اسلامی قوانین پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا قانون رہتی دنیا تک کے انسانوں کیلئے بالکل شفاف اور واضح ہے جس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں اور قرآن مجید میں ان عورتوں کا ذکر فرمایا جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ مثلاً ماں، بہن، بیٹی، بھانجی، بھتیجی، پھوپھی، خالہ وغیرہ وغیرہ۔ ان رشتے کی عورتوں سے کسی بھی طرح ازدواجی زندگی قائم نہیں کی جاسکتی۔ غور کیجئے جس نبی نے ایسا اچھا ضابطہ عطا کیا ہو وہی مقدس نبی ساری عالمی برادری کا رہنما اور مقتداء ہوسکتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو عالمی رہنمائی کا شرف حاصل نہیں۔

۱۲ ...... قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مختلف اوقات میں وقفے وقفے سے تیئس سال کی مدت میں مکمل طور پر نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مقدس کتاب اپنی افادیت، جامعیت، جاذبیت اور ہدایت کی وسعت کے لحاظ سے پوری انسانی برادری کی رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ یہ کتاب جس طرح مشرق و مغرب کے رہنے والوں کیلئے ہدایت نامہ ہے۔ اسی طرح شمال و جنوب کے رہنے والوں کیلئے ہدایت نامہ ہے۔ اس کی تعلیمات کسی خاص قوم، برادری یا قبیلے کیلئے نہیں بلکہ یہ پوری بنی نوع انسان کی رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو۔ (سورۂ انعام: ۹۰)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں سارے جہاں کیلئے نصیحت ہے۔ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ چودہ سو برس سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک اس کتاب میں کسی نقطہ تک کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس دھرتی پر لاکھوں اس مقدس کتاب کے حافظ ہیں، کروڑوں مسلمان اسے روزانہ پڑھتے ہیں۔ جبکہ عیسائی کی بائبل کا دنیا بھر میں ایک بھی حافظ نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا عیسائی دنیا میں ہے جس نے بائبل کو ایک مرتبہ بھی پڑھا ہو۔ گویا بائبل سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں پڑھی جاتی۔ قرآن مجید میں آج تک ایک لفظ آگے پیچھے نہیں ہوا۔ قرآن مجید کے تحریف سے پاک ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ اس مقدس کتاب کا ہر قول سچا ہے جو اس میں کہا گیا وہ ضرور ہو کر رہا۔ مثلاً قرآن مجید نے فرمایا ابولہب تباہ ہوگا۔ چنانچہ رئیس ہو کر بھی تباہ و برباد ہوا۔ قرآن مجید نے فرمایا کہ مکہ فتح ہوگا چنانچہ مکہ فتح ہوا۔ قرآن مجید نے فرمایا اسلام پوری دنیا میں پھیلے گا' الحمدللہ آج پوری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے۔

قرآن مجید نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا اے صحابہ! تم کو خلافت ارض عطا کی جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

616ء میں قرآن مجید کی آیتِ کریمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نو سال بعد روم فتح ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا ٹھیک 9 سال بعد 625ء میں روم فتح ہوا۔ معلوم ہوا قرآن مجید وہ آسمانی کتاب ہے جس میں چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود ایک زیر، زبر کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جبکہ دنیا بھر میں بائبل میں گھٹاؤ بڑھاؤ کیا جاتا ہے اور ہزارہا اغلاط سے پُر ہے۔ جیسا کہ قرآن کا جواب نہیں اسی طرح جس پر نازل ہوا اس کا بھی جواب نہیں۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ عیسائی برادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کے قائل ہیں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہہ کر آپ کی الوہیت یعنی خدائی کی طرف اشارہ کردیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔

بے شک قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا گیا ہے مگر اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اسلئے کہا گیا ہے اوّل تو یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بن باپ کے پیدا ہوئے دوئم یہ کہ وہ بنی اسرائیل کے مظلوم اور جسمانی اور روحانی امراض میں مبتلا لوگوں کی اللہ تعالیٰ سے دعا کا جواب تھے اور آپ اپنے دور کے مظلوم اور حالات کی چکی میں پسنے والے لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی نصرت مدد اور حمایت بن کر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کی صورت میں ان کی طرف اپنی روح (بمعنی مدد بھیجی)۔ ارشادِ خداوندی ہے:

و ایدیھم بروح منہ (سورۃ المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں روح منہ میں روح سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات لینا اور پھر اس آیت کا یہ معنی لینا کہ حضرت عیسیٰ خود اللہ ہیں بالکل لغو اور باطل بات ہے۔ قرآن مجید میں روح کا لفظ اور مقامات پر بھی آیا ہے جس سے عیسائی نظریئے کی نفی ہو جاتی ہے مثلاً قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد ہے:

فاذا سويته و نفخت فيه من روحی فقعو اله سجدين (سورۂ حجر:۲۹)

ترجمہ: تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدہ میں گر پڑنا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔ اب تو عیسائی نظریئے کی روشنی میں حضرت آدم علیہ السلام بھی روح اللہ ٹھہرے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر تمام انسانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ثم سوه و نفخ فيه من روحه (سورۂ سجدہ:۹)

ترجمہ: پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ تمام انسانوں کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ ان میں روح پھونکتا ہے۔ قرآن مجید کی ان آیات کی تصدیق بائبل کی دو آیات سے بھی ہو جاتی ہے۔ بائبل میں ہے:

تو ان کا دم روک لیتا ہے اور یہ مر جاتے ہیں اور پھر مٹی میں مل جاتے ہیں تو اپنی روح بھیجتا ہے اور یہ پیدا ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے بائبل: زبور۱۰۶: ۲۹،۳۰)

بائبل کی اس آیت میں انسان کے مرنے اور مٹی میں مل جانے کا ذکر ہے اور پھر ان کے پیدا ہونے کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنی روح بھیجتا ہے تو انسان پیدا ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے بائبل: زبور۱۰۶: ۲۹،۳۰)

بائبل میں ایک اور جگہ ہے، اگر وہ اپنی روح اور اپنے دم کو واپس لے لے تو تمام بشر اکٹھے فنا ہو جائیں گے اور انسان پھر مٹی میں مل جائیں گے۔ (بائبل: ایوب ۳۴: ۱۴،۱۵)

بائبل کی اس آیت میں بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہر انسان میں اللہ کی روح موجود ہے لہٰذا عیسائی نظریئے کے مطابق اب ہر کوئی 'روح اللہ' ہے۔ جبکہ اہل اسلام کے نزدیک روح سے مراد انسانی جان ہے اور اس کی نسبت خدا نے اپنی طرف اس لئے لی تاکہ اس کا اشرف المخلوق ہونا واضح ہو جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عیسائی نظریئے کا رد فرماتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لقد کفر الذین قالو ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (سورۂ مائدہ:۱۷)

ترجمہ: بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔

قرآن مجید کی اس آیتِ مقدسہ نے بھی عیسائی پادریوں کے نظریئے کا رد فرمادیا کہ جو مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں وہ کافر ہیں۔قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد (سورۂ اخلاص)

ترجمہ: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

قرآن مجید کی ان آیات میں واضح کردیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق و مالک ہے وہ کسی کا باپ نہیں، نہ کوئی اس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔اس آیتِ مقدسہ سے عیسائی نظریئے کی نفی ہوتی ہے اور ان کا نظریہ باطل ٹھہرا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔ (نعوذ باللہ)

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے ہونے کی وجہ سے خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی یہی دلیل ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا جائے گا ان کا تو نہ کوئی باپ تھا اور نہ ہی ماں۔وہ تو بن ماں باپ کے تھے۔تعجب ہے عیسائی برادری پر کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو بن باپ کے ہوتے ہوئے بھی انسان مانیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہیں۔ (نعوذ باللہ)

حق کے متلاشی اگر غور و فکر کا دامن اپنے ہاتھوں سے نہ چھوڑیں تو یقیناً وہ اس حقیقت کا ضرور اعتراف کریں گے کہ انسانی برادری کو ایک ایسے بین الاقوامی نبی کی ضرورت ہے جو اپنی سیرت و کردار سے انسانی برادری کو مستفیض فرمادے۔ جو ایک طرف اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا موحد ہو تو دوسری طرف ان کے اخلاق کائنات کے انسانوں سے اعلیٰ اور اکمل ہوں جو جمیع انسانوں کا معلم ہو۔ جن کی تعلیمات ایسی ہوں کہ عالم و غیر عالم سب استفادہ کرسکیں۔جو دنیائے وقت کا سب سے بڑا خطیب اور سب سے بڑا عالم اور مصنف ہو۔جن کی بارگاہ میں عقل و دانش والے جمع ہوکر گفتگو کریں تو وہ ان کے براہین و دلائل سے طمانیت حاصل کرسکیں۔ امراء سلاطین حاکمِ وقت اور میدانِ سیاست کے ماہرین اگر ان کی بارگاہ میں آئیں اور اپنے لئے رہنمائی چاہیں تو تسلی پائیں۔ دنیائے تجارت کے ماہرین معلومات حاصل کرنا چاہیں تو ان کی تسلی کیلئے جو تجارت کا مکمل خاکہ پیش کرسکے۔ عالمِ فلکیات کے ماہرین ان سے فلکیات کے احوال پر بات کریں تو ان کی بارگاہ سے انہیں اطمینانِ قلب حاصل ہوسکے۔

غرض یہ کہ دنیا کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے جو بھی ان کی خدمت عالیہ میں رہنمائی کیلئے آئیں تو ہر کوئی ان کے دربار گوہر بار میں خراج عقیدت پیش کرتا ہوا رخصت ہو۔

اگر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور عمل و کردار پر نظر ڈالی جائے تو آپ کا عمل و کردار ہر دور کے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کیلئے باعثِ مثال اور ذریعہ نجات ہے۔ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے ہر طبقے کیلئے ایک ایسی جامع اور کامل سیرت چھوڑی ہے کہ دنیا کا ہر طبقہ اس سے مکمل رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔ ایک ایسا ہادی اور معلم جن کا دائرہ تبلیغ اور اصلاح پوری انسانیت کیلئے ہو جو ساری کائنات کا رسول بن کر آیا ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کی سیرت کے گوشے کامل اور جامع نہ ہوں۔ بلاشبہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری انسانی برادری کے نجات دہندہ اور دنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کا آخری سہارا ہیں۔

آپ کی ذاتِ گرامی اس قدر بے عیب اور نقص سے منزہ ہے کہ اپنے تو اپنے دشمن اسلام بھی آپ کی تعریف و توصیف بیان کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی اپنی چالیس سالہ بے مثال زندگی کو بطور دلیل پیش کیا اور اس چالیس سالہ زندگی میں بدترین دشمن بھی آپ کی سیرت و کردار میں معمولی سا عیب بھی نہ نکال سکے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ دشمنانِ اسلام بھی آپ کی تعریف کرتے رہے اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اسلام کیا ہے اور کن کن خوبیوں کا حامل مذہب ہے اس حوالے سے بندہ ناچیز اسلامی کتب سے بے شمار دلائل نقل کر کے اسلام کی خوبیاں ثابت کرسکتا ہے مگر میں یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ غیر مسلم اہل علم کی رائے آپ پر واضح کی جائے کہ ان کی نظروں میں اسلام اور بانیٔ اسلام کے بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ ایک مشہور عیسائی تجزیہ نگار میجر آرتھر کلائن لیونارڈ لکھتا ہے:۔

۱......اسلام ایک ایسا عظیم اور سچا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو انسانی اندھیرے اور گمراہیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلند چوٹیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر مسلموں کی نظر میں، ص ۱۷)

۲......عیسائی مصنف ایس پی اسکاٹ لکھتا ہے، ہم کو چاہئے کہ اس غیر معمولی مذہب (اسلام) کی سرعت ترقی اور اس کے دوامی اثرات کی قدر کریں کہ جو ہر جگہ امن وامان، دولت وحشمت، فرخ وسرور اپنے ساتھ لے گیا۔ (ایضاً، ص ۷۵)

۳......عیسائی مصنف موسیو سیدیوٗ اسلام کے بارے میں اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتا ہے، اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن میں تمام آداب واصول حکمت اور فلسفہ موجود ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے اسلام غیر مسلموں کی نظر میں، ص ۳۲۷)

۴......عیسائی تجزیہ نگار موسیو گاسٹن کار اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے، اسلام حقیقت میں اجتماعی مذہب ہے جس کو دنیا کے 2/3 حصہ آبادی نے حق تسلیم کرلیا ہے۔ اسلام ہی نے دنیا کی عمرانی ترقی کیلئے ہر قسم کے ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں۔ روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا، مسلمان نیست و نابود ہو گئے، قرآن کی حکومت جاتی رہی تو کیا دنیا میں امن قائم رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ (ملاحظہ کیجئے اسلام غیر مسلموں کی نظر میں، ص ۳۲۷)

۵......آکسفورڈ یونیورسٹی لنڈن کے ایک متعصب عیسائی سیرت نگار پروفیسر مارگولیتھ اپنی کتاب میں لکھتا ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب 'محمد')

۶......مشہور عیسائی سرولیم میو (Sir Willom Meour) اپنی مشہور کتاب میں لکھتا ہے، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ایام جوانی میں ہی آپ کے اخلاق کی پاکیزگی وراستی اور عادت کریمہ کی طہارت پر سب مصنفین متفق ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب دی لائف آف محمد)

۷......مسیحی دانشور الکس لوازون اپنی کتاب میں لکھتا ہے، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جو واضح اور شاندار شریعت کا دستور العمل دنیا کے سامنے پیش کیا وہ یہ مقدس کتاب قرآنِ پاک ہے جو اس وقت تمام دنیا کے 1/6 حصہ میں معتبر اور مسلم مانی جاتی ہے۔ (ایضاً)

۸......فرانسیسی عالم مسٹر کانٹ ہنری دی کاسٹری اپنی کتاب میں لکھتا ہے، عقل بالکل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا کلام یعنی قرآن پاک اس ہستی کی زبان سے کیونکر رواں ہوا جو کہ بالکل امی تھے۔ تمام اہل مشرق متفق اور اقراری ہیں کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ (ملاحظہ کیجئے اسلام پر خیالات)

۹......میجر آرتھر کلائن لیونارڈ اپنی کتاب میں لکھتا ہے، اگر کسی شخص نے خدا کو پایا ہے اور اگر اس نے ایک اچھے نیک اور عظیم مقصد کیلئے خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی زندگی کو نثار کیا ہے تو یقین جانیئے کہ وہ شخص صرف حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں۔

میجر لیونارڈ مزید تحریر کرتا ہے، بہرحال تحقیق کرنے والا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اسلام ایک ایسا عظیم اور سچا مذہب ہے کہ جو اپنے ماننے والوں کو انسانی اندھیروں اور گمراہیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلندیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

(ملاحظہ کیجئے اسلام کا روحانی اور اخلاقی پایہ)

۱۰...... بین الاقوامی شہرت یافتہ جارج برنارڈ شاہ اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں، عیسائی راہبوں نے جہالت اور تعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی انہوں نے تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے محمد رسول اللہ، ص ۲۴)

۱۱...... مشہور عیسائی برطانوی دانشور پروفیسر ٹامس کارائل اپنی کتاب میں لکھتا ہے، بانیٔ اسلام کے ناقابل انکار فضائل کا انکار انصاف کا خون کرنا ہے اور حق پسندی کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگانا ہے۔ ہمارے خیال میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود جن کا مرتبہ انسانی عظمت کی بلندوں سے کہیں ارفع ہے دنیا کی باعظمت ہستیوں میں فضائل وصفات کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ہیروز اینڈ ہیروز شپ)

تفسیر مدارک میں ہے کہ حضرت جبریل امین فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ ملک الموت نے آپ سے آکر سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس موقع پر حضرت جبریل امین سے پوچھا مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آرہی ہے مجھ سے لغزش ہوئی اس کے متعلق جاننا چاہتا ہوں اس لغزش کی وجہ سے مجھے آسمان پر گنہگار سمجھا جارہا ہے یا تائب؟ یہ سن کر فرشتے اشکبار ہوگئے حضرت جبریل امین بھی پریشان ہوئے تو عین اس وقت ندا آئی آدم! سر اُٹھاؤ۔ جب آدم علیہ السلام نے سر اُٹھا کر دیکھا تو جنت آنکھوں کے سامنے آراستہ نظر آئی۔ آدم علیہ السلام خوش ہوئے اور ملک الموت سے کہا کہ اب تم اپنے کام میں جلدی کرو میں جلد از جلد اپنے ربّ کی بارگاہ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا شروع کردی اور اسی وقت آپ کی روح آپ کے جسم عنصری سے پرواز کرگئی۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت جبریل امین جنتی جوڑے کا کفن لائے اور خود غسل دیا۔ حضرت جبریل امین نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ فرشتے مقتدی بنے۔ نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ جیسے آج مسلمانوں میں نمازِ جنازہ میں کہی جاتی ہیں۔ پھر مکہ مکرمہ سے تین میل دور مقام منیٰ میں مسجد خیف کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ جبکہ حضرت حوا علیہا السلام کی قبر ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے قریب اور دوسری روایت کے مطابق جدہ میں ہے۔

ہندو مذہب کے پیشواؤں کی رائے

ہندو دھرم اگر چہ اہل اسلام کے نزدیک آسمانی دین نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ ان میں بھی کوئی نبی آیا ہو اور صدیاں گزرنے کے بعد گردش زمانہ کے سبب ان کے مذہب کی وہ شکل نہ رہی ہو جو پہلے تھی۔ فساد اور بگاڑ کے بعد موجودہ شکل اختیار کر گیا ہے۔ ہندو دھرم کی قدیمی کتابوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندو دھرم کے پیشوا بھی پیغمبر اسلام کی شہادت دیتے آئے ہیں۔ مثلاً

مہادیو جی نے لکھا...... **کلنکی** پران میں جس مرسل اور اوتاد کا ذکر ہے وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا۔ نہایت شجاع اور عرفان والا ہوگا۔

رگوید نے لکھا، 'رگوید' منتر میں آپ کا نام 'احمد' اور 'اتھروید' میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیشہ کی بہشت چاہیئے تو نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وظیفہ کرو۔

اسلام کے بارے میں غیر مسلم تجزیہ نگاروں کے خیالات اور دیگر حقائق کو جان لینے کے بعد عیسائی برادری، ہندو برادری اور تمام غیر مسلم اقوام کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ وہ ان دمکتے ہوئے دلائل پر غور کریں اور فیصلہ کریں کہ ان کی اُخروی نجات اسلام سے وابستہ ہونے میں ہے یا نام نہاد انسانوں کے بنائے ہوئے خودساختہ مذہبوں سے وابستہ ہونے میں ہے۔ اگر آپ کا ضمیر کسی پادری یا پنڈت کی مٹھی میں نہیں تو میں آپ کو خلوص جذبے کیساتھ یہ دعوت دیتا ہوں کہ بغیر کسی تاخیر اور تامل کے اسلام قبول کر لیجئے۔ یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ مسیح مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے۔ (سورۂ نسا: ۱۷۱)

قرآن مجید کی اسی آیت میں آگے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو۔ (سورۂ نسا: ۱۷۱)

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ عیسائی کئی فرقوں میں بٹ چکے تھے ان میں کوئی فرقہ حضرت عیسیٰ کو خدا تو کوئی خدا کا بیٹا اور کوئی تین خداؤں کا عقیدہ رکھتا یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اہل کتاب کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں من گھڑت عقیدہ نہ رکھیں اور انہیں خدا یا خدا کا بیٹا ہرگز نہ کہیں اور نہ ہی تین خداؤں کا عقیدہ رکھیں اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیات سے بھی عیسائیوں کے من گھڑت عقیدے کی تردید ہوگئی۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ (علیہ السلام) اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کو پہنچایا تھا۔ مزید ارشاد فرمایا اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء، ج ۲ ص ۳۰۶ حدیث ۶۵۶)

عقلمند ہے وہ انسان جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ جس طرح دنیا میں ہر شے ایک مقررہ مدت پر فنا ہوجاتی ہے اسی طرح اس کائنات کی بھی ایک مدت ہے جو فنا ہونی ہے۔ یہ کب فنا ہوگی اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس کے خاتمے سے قبل جو نشانیاں بتائی گئی ہیں ان میں ایک نشانی یہ بھی ہے کہ دنیا میں ہر طرف فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ قوم یہود میں سے ایک شخص ظاہر ہوگا جس کا نام دجّال ہوگا جو ایک بہت بڑا لشکر لے کر روئے زمین کا گشت کرے گا اور خدائی دعویٰ کرے گا۔ یہ فتنہ انتہائی شدید ہوگا۔ وہ لوگوں کو خوف زدہ کرے گا اور کہے گا مجھ پر ایمان لاؤ۔ جب وہ ملعون مسلمانوں کا محاصرہ کرنے کیلئے ملک شام میں پہنچے گا تو اس وقت غیب سے ایک آواز آئے گی' مسلمانو! گھبراؤ مت تمہارا مددگار آگیا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دو فرشتوں کے ہمراہ نازل ہوں گے اور دمشق کی جامع مسجد کے منارہ پر نزول فرمائینگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دین اسلام کے حاکم، امام عادل اور قوم کے مجدد بن کر تشریف لائیں گے۔ اس وقت دجّال لعین ملک شام میں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانسوں کی خوشبو سے وہ بھاگے گا۔ آپ اس کا پیچھا کریں گے اور نیزہ مار کر اس کو واصل جہنم کردیں گے۔ اس کے بعد آپ لوگوں کی اصلاح فرمائیں گے اور کافروں سے جہاد کریں گے۔ اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور اسلام قبول کریں گے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین فروغ پائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کی خودساختہ صلیب توڑ دیں گے۔ ساری دنیا میں صرف ایک ہی دین اسلام قائم ہوگا۔ ساری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک اسلام ہی کا پرچار کریں گے۔ آپ نکاح کریں گے۔ آپ کی اولاد بھی ہوگی۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر حاضر ہوکر سلام عرض کریں گے، آپ کو قبر انور سے سلام کا جواب موصول ہوگا۔ آپ وفات فرمائیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس میں حضور کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد آہستہ آہستہ جہالت عام ہوجائے گی اور قیامت کے دیگر آثار ظاہر ہوں گے۔

حکمِ الٰہی سے حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی صور پھونکیں گے تو یہ کائنات فنا ہوجائے گی۔ زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، انسان، حیوان، جنات، ملائکہ، زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب کا وجود مٹ جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج کس کی بادشاہت ہے؟ کہاں ہیں جبارین؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ مگر کون ہے جو جوابات دے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرمائے گا، صرف اللہ واحد و قہار کی سلطنت ہے۔

کائنات کے فنا ہونے کے بعد جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کے حکم سے از سرنو زمین و آسمان، چاند سورج ستارے جنت دوزخ وجود میں آئیں گے۔ انسان اپنی روح کے ساتھ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے ہر انسان اپنی اپنی قبروں سے یا جہاں وہ مرا تھا زندہ ہو کر اُٹھے گا۔ یہ قیامت یعنی آخرت کا دن ہوگا۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے اپنے دو صحابہ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق اور سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے ہمراہ قبر سے ظاہر ہوں گے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں جتنے مسلمان دفن ہیں ان سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدانِ محشر میں تشریف لائیں گے۔

قیامت کے دن عام لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن اور ننگے پاؤں اٹھیں گے۔ اہل محشر قیامت کے اس دن حیرت زدہ نگاہوں سے عجیب و غریب مناظر دیکھیں گے جسے دیکھ کر دل دہل جائیں گے۔ کسی کو اپنے پرائے کا ہوش نہ ہوگا۔ ہر انسان کو اپنی اپنی فکر لگی ہوگی۔ سب کے سب میدانِ محشر کی جانب رواں دواں ہوں گے۔ میدانِ محشر ملک شام میں قائم ہوگا۔ اہل ایمان حسبِ مراتب سواریوں پر روانہ ہوں گے۔ کافر، ہندو، عیسائی، یہودی اور دیگر کافر و مشرکوں کو منہ کے بل فرشتے گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے۔ سورج ایک میل کے فاصلے پر آگ اُگل رہا ہوگا۔ اس دن زمین تانبے کی طرح ہوگی۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا حساب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دے گا۔ کفار و مشرکین اپنے کفر کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے۔ قیامت کا یہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ ہر شخص اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار ہوگا اس مصیبت میں جب آدھا وقت گزر جائے گا تو اہل محشر آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی ایسا سفارشی ڈھونڈا جائے جو ہمیں اس مصیبت سے آزاد کرائے۔ لوگ گرتے پڑتے ابوالبشر سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے ہم لوگ پریشان ہیں آپ اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں تاکہ ہمیں اس مصیبت سے نجات ملے۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس، موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے وہ فرمائیں گے تم ان کے پاس جاؤ جو آج بے خوف ہیں اور جو تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں وہ خاتم النبیین ہیں۔ وہ آج تمہاری شفاعت کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمانے پر لوگ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

پہنچیں گے اور شفاعت کی بھیک مانگیں گے تو پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے میں اس کام کیلئے ہوں۔ پھر آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا اے محبوب! سر اٹھاؤ اور مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے۔ اس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے لوگ قیامت کی تکلیف سے آزاد ہوں گے اور جنت میں داخل کردیئے جائیں جبکہ کفار و مشرکین ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اس طرح دنیا کا اختتام ہوگا اہل جنت ہمیشہ جنت میں مزے لیں گے اور اہل دوزخ اپنی ہٹ دھرمی کی سزا بھگتیں گے۔ پس آخرت میں ہر مسلمان کی نجات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہوگی۔

یاد رکھئے! اسلام کے تمام اصول اور قوانین عقل سلیم اور عین فطرت کے مطابق ہیں۔ اس کا ہر قانون مدلل اور ہر حکم نہایت قوی محکم ہے جبکہ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کے پاس نہ تو کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔ پوری دنیائے عیسائیت اس وقت دُنیوی اور خودساختہ اصولوں پر چل رہی ہے جس کی انتہا تباہی کے سوا اور کچھ نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر آسمانی کتابیں اور صحیفے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئے وہ یا تو کسی خاص قوم کیلئے ہوتے یا کسی خاص طبقے کی رہنمائی کیلئے ہوتے۔ ہمہ گیریت اور عالم گیریت ان میں نہ ہوتی مثلاً علماء فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی توریت کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ زندگی کے تمام شعبوں میں سے صرف قربانی اور قصاص کے احکام ہیں اس کے علاوہ توریت کی پانچوں کتابوں میں جنت، دوزخ، روزِ قیامت، اعمال کی سزا و جزا کا ذکر تک نہیں۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب زبور میں صرف مناجات اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔ شریعت کے احکام کیا ہیں اس کا ذکر بالکل نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات پر ترتیب دی جانے والی اناجیل کو دیکھئے تو اس میں زیادہ تر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور معجزات کا ذکر ہے۔ غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں وہ ایسی جامع اور ہمہ گیر نہ تھیں کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں کی رہنما دنیا و آخرت کی فلاح کی کفیل اور ہر زمانے اور ہر ملک کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہوں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے سلسلے کو ختم کردینے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک ایسی جامع کتاب قرآن مجید کی صورت میں نازل فرمائی جو سابقہ انبیاء کے ارشادات و تعلیمات کی بھی جامع ہے۔ قرآن مجید نبیوں کی شریعتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور تمام حکماء کی حکمتوں کا نچوڑ ہے۔ اسلام نے کوئی حکمت ایسی نہیں چھوڑی جس کی تعلیم نہ دی گئی ہو۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ایسے محاسن اور خوبیاں ہیں کہ جو کسی اور مذہب میں نہیں پائے جاتے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بعد دنیا کو اب کسی اور دین کی حقیقتاً حاجت نہیں۔

اہل اسلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو بھی عقیدہ ہے وہ قرآن و حدیث کی عظیم تعلیمات کا سرچشمہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ٹھیک نشاندہی کی گئی ہے۔ جبکہ دوسری جانب عیسائی برادری اور یہودیوں کے خودساختہ عقائد کا شکار ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی توحیدی تعلیم کھو چکی ہے۔ عیسائی برادری بڑے بڑے نامی گرامی اور مفاد پرست پادریوں کے زیر اثر یرغمال ہو چکی ہے۔

آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ عیسائی مفسر ہورن نے 1822ء میں اپنی تفسیر میں یہ اعتراف کیا ہے کہ زمانہ قدیم میں مسیحی مشائخ نے جھوٹی اور واہیات روایات کی تصدیق کی اور اسے قلم بند کیا اور یہ باتیں ایک کاتب (لکھنے والے) سے دوسرے کاتب تک پہنچتی رہی اور بعد میں آنے والے عیسائیوں نے ان کی تعظیم کی وجہ سے قبول کر لیا۔ (ملاحظہ کیجئے بائبل تفسیر جلد۴ باب ۲ مطبوعہ ۱۸۲۲ء)

حق کے متلاشی ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اپنی عقل اور فہم و فراست کو استعمال میں لائیں۔ حقیقت پسندانہ فیصلہ کریں کہ ان کی بھلائی اسلام سے وابستہ ہونے میں ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن یہودیوں کے بنائے ہوئے خودساختہ عیسائی مذہب میں ہے۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ دنیا میں سب سے زیادہ تعداد عیسائیوں کی ہے لہٰذا یہی حق ہے تو ان کا یہ خیال غلط ہے۔ کسی دین کی سچائی کیلئے کثرتِ تعداد کو معیار بنانا دُرست نہیں۔ حق و باطل کو لوگوں کی اکثرت پر پرکھنے کا یہ اصول عیسائیت کا تو ہو سکتا ہے، اسلام کا نہیں۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اس قسم کے اصولوں سے پاک ہے۔ آج دنیا بھر میں عیسائیوں کی بڑی تعداد اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کر رہی ہے۔ ان کے سامنے دین اسلام قبول کرنے کا معیار اکثریت و اقلیت پر ہرگز نہیں کیونکہ دین اسلام کی سچائی کیلئے یہی ایک بات کافی ہے کہ اسلام دین فطرت ہے یعنی اسلام کی تعلیمات خلافِ عقل نہیں۔

مسلمانوں کیلئے لمحۂ فکر

مسلمانو! میں آپ کی توجہ اس حقیقت کی جانب بھی کرانا چاہتا ہوں کہ اسلام دشمن عیسائی مشنریز یہ اعتراض بھی کرتی رہتی ہیں کہ جب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے جہاں کیلئے رحمت ہیں تو پھر انہوں نے اپنے مخالفین کو کیوں اذیت ناک سزا دلوائی۔ یاد رکھئے! پیغمبر اسلام نے اپنی ذات کیلئے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ تاریخ اسلام کا ایک ایک حرف بطورِ گواہ موجود ہے شعب ابی طالب کی گھاٹی، بطحا کی وادیاں، مکے کی گلیاں، طائف کی چٹانیں اور مدینہ کے پہاڑ سب کے سب اس حقیقت کی گواہی دے سکتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ طائف کے سفر میں بے سروسامانی کی حالت میں جب اہل طائف نے پیغمبر اسلام پر پتھر برسائے اور آپ سر سے پاؤں تک لہولہان ہوگئے اس کے باوجود آپ نے اہل طائف کیلئے عذابِ الٰہی کو دعوت نہیں دی بلکہ ان کے حق میں ان کی ہدایت کیلئے دعا فرمائی۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر اسی شہر میں جہاں کفارِ مکہ نے آپ پر ظلم کی انتہا کردی تھی موت کی گھاٹی میں آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو تین سال تک محصور کردیا تھا۔ تمام قبائل عرب نے باہم مشورہ کرکے آپ کو شہید کرنے کیلئے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا۔ اعلانِ نبوت کے بعد ابتدائی تیرہ سال آپ نے انتہائی تکالیف میں گزرے اور کفار نے جو اذیتیں آپ کو دیں اس سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں مگر جب آپ اپنے دس ہزار مسلح جانثاروں کے ہمراہ فاتحہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے خونی دشمن آپ کے سامنے اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کیلئے سر جھکائے کھڑے تھے اس موقع پر بھی آپ نے کھلا اعلان فرمایا، آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی اور عام معافی کا اعلان فرمادیا اور اپنے بدترین دشمنوں کو معاف فرمادیا۔ حالانکہ آپ اہل مکہ سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتے تھے۔

یہ ہے آپ کی شانِ رحمت کی ادنیٰ سے جھلک۔ پیغمبر اسلام اس دنیا میں انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کراکے زمین پر آسمانی بادشاہت قائم کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا جو شیطانی قوتیں آپ کو تنقید کا نشانہ بنا کر آپ کے عالمگیر انقلاب کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنا چاہتی تھیں انہیں راستے سے ہٹانا ضروری تھا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو انسانی برادری پیغمبر اسلام کے فیوض و برکات سے محروم رہ جاتی انسانٔ انسان کی غلامی سے آزاد نہ ہوتا۔ بلکہ اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے بتوں کی پرستش کرکے دائمی جہنمی بن جاتا۔ چونکہ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باعث تخلیق کائنات ہیں لہٰذا اس کائنات ارضی میں آپ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ دنیوی اصولوں کا یہ تقاضا ہے کہ اس ملک کے شایانِ شان اس کے سفیر کا بھی احترام کیا جاتا ہے۔

لہٰذا خالق کائنات کے اس کائنات میں بھیجے ہوئے عالی مقام پیغمبر گرامی کی جتنی بھی عزت وتوقیر کی جائے کم ہے۔ آپ کی عزت و ناموس کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔ کوئی ایسا جملہ یا فقرہ تحریراً، قولاً، اشارۃً یا کنایۃً نہ لکھا جائے جس سے گستاخی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ آپ کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سی توہین وتنقیص نہ صرف خالق کائنات کی جناب میں گستاخی ہے بلکہ قانونِ فطرت کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔ لہٰذا گستاخِ رسول (خواہ وہ کسی قوم، مذہب، مسلک، فرقہ سے تعلق رکھتا ہو) کیلئے جو سزائے موت کا قانون رکھا گیا ہے وہ عین شریعتِ الٰہی کے مطابق ہے۔ جس کو اُمتِ مسلمہ قائم رکھے ہوئے ہے۔ جس پر کسی قسم کا سمجھوتہ یا سودے بازی نہیں کی جاسکتی۔ عیسائی برادری کی طرف سے اس قانون کی منسوخی کا مطالبہ کرنا اور مسلمان حکمرانوں پر دباؤ ڈالنا بلا جواز اور بغض وحسد کی بناء پر ہے۔ جب وہ پیغمبر اسلام کی توہین اور گستاخی نہیں کریں گے تو پھر انہیں کس بات کا خوف ہے۔ بلا وجہ قانون کسی کے خلاف حرکت میں نہیں آتا۔ جو توہین رسالت کے مجرم نہیں پاکستان کی عدالت ایسے بے گناہوں کو موت کی سزائیں کیوں سنائے گی۔

ان تمام حقائق کی روشنی میں ایک مسلمان کی کیا ذمہ داری ہونی چاہئے اسے بھی اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے۔ اسے جہاں مسلمان ہونے پر فخر ہونا چاہئے تو اسے اس بات پر بھی فخر ہونا چاہئے کہ وہ اپنے محسن نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت رکھے، ان کی سیرت کو اپنائے، آپ کے بتائے ہوئے ارشادات پر فخریہ طور پر عمل کرے۔ یہود ونصاریٰ کے بنائے ہوئے گندے اور کالے قوانین پر عمل کر کے فخر نہ کرے، اپنی اور اپنی اولاد کی اصلاح کرے۔ اپنے گھر کی خواتین یعنی ماں، بہن، بیٹیوں کو مغربی تہذیب کا دلدادہ نہ بنائے اور نہ ہی اسے ترقی کا ذریعہ سمجھیں اصل کامیابی اور ترقی اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں ہے۔ قرآن تمام سائنسوں کا منبع ہے۔ علم فلسفہ ہو یا علم ریاضی، علم ہیئت ہو یا علم منطق، علم تاریخ ہو یا معاشیات، علم حیاتیات ہو یا نباتات، علم فلکیات ہو یا علم الابدان۔ قرآن نے دنیا کے کسی علم کو نہیں چھوڑا' مسلمان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کرسکتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کرنے والے عیسائیوں کی اکثریت ان ترقی یافتہ ممالک میں آباد ہے۔ جن میں سپر پاور ہونے کا دعویٰ کرنے والا ملک بھی شامل ہے۔ روم کے عیسائی پادریوں کا نظام دنیا میں کئی ترقی یافتہ ممالک میں بھی بہتر اور اعلیٰ ہے۔ ان کے پاس بے پناہ مالی وسائل کا انبار اور افرادی قوت موجود ہے۔ عیسائی مشنریز ساری دنیا میں خدمتِ انسانیت کے نام پر کام کر رہی ہے اور دنیا بھر میں مشنری، اداروں، اسکولوں، اسپتالوں، یتیم خانوں کی شکل میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان مشنری اداروں کی حیثیت ایک چھوٹی سی ریاست کی مانند ہے جن کے ہزارہا ذیلی ادارے قائم ہیں۔

1947ء میں پاکستان کے قیام کے وقت مشرقی اور مغربی پاکستان میں عیسائیوں کی مجموعی آبادی اسّی ہزار تھی۔ چار سال بعد یعنی 1951ء میں صرف مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) میں عیسائی آبادی تیزی سے بڑھ کر چار لاکھ بتیس ہزار ہوگئی۔ 1961ء کی مردم شماری میں عیسائیوں کی یہ تعداد پانچ لاکھ اسّی ہزار آٹھ سو چوراسی ہوگئی۔ 1972ء میں پاکستان میں عیسائی آبادی نو لاکھ سات ہزار آٹھ سو اِکسٹھ ہوگئی۔ 1981ء کی مردم شماری میں عیسائی آبادی تیرہ لاکھ دس ہزار چار سو چھبیس بتائی گئی ہے اور اب 2004ء تک عیسائیوں کی آبادی میں کس قدر اضافہ ہوا ہے اس کو بتانا سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کے ڈیڑھ سو سالہ دورِ اقتدار میں سرکاری اثر و رسوخ کے باوجود مشرقی اور مغربی پاکستان کی آبادی 80 ہزار سے زیادہ نہ بڑھ سکی اور 1947ء کے بعد صرف 56 سال میں عیسائیوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی یہ آبادی مستقبل میں کسی خطرے سے کم نہیں۔ کیونکہ جن اسلامی ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت جب اقلیت میں آئی یا عیسائیت میں اضافہ ہوا تو وہاں عیسائی آبادی میں اضافہ اسلامی حکومت کے خاتمے کا سبب بنا ہے۔

پاکستان ایک نظریاتی اسلامی ملک ہے جس کا قیام ہی اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے ہوا تھا مگر بدنصیبی سے قیام پاکستان سے اب تک گویا عیسائیوں کو عیسائیت کی تبلیغ کی کھلی چھٹی مل گئی ہے یوں لگتا ہے کہ جیسے عیسائی مشنریز کا بنیادی مقصد خدمتِ انسانیت ہرگز نہیں بلکہ ان کا مقصد لوگوں کا مذہب تبدیل کر کے عیسائی بنانا ہے۔ عام طور پر اس مشن کا آغاز خدمتِ انسانیت سے ہوتا ہے مگر اسکی انتہا کسی ملک پر قبضہ ہوتا ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی ملک انڈونیشیا کے جزیرے تیموریہ پر عیسائیت میں اضافہ تیموریہ پر عیسائی قبضہ کا سبب بنا اس کے علاوہ عیسائی مشنریز کی انتھک کوششوں سے ایتھوپیا، سینی گال، گھانا، تنزانیہ، ری پبلک آئیوری، چاڈ، کوسٹ، مرکزی افریقہ جیسے ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود عیسائی اقلیت کی حکومت قائم ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ حکومت کا خاتمہ عیسائیوں نے کیا اور ڈیڑھ سو سال تک حکومت پر قبضہ قائم رکھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو ختم کرنے کیلئے مسلمانوں کی عظیم سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا اور عرب ملکوں کو چھوٹے چھوٹے ماتحت ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عیسائی اوّلاً خدمتِ انسانیت کے نام پر عیسائیت پھیلاتے ہیں اپنی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں پھر مسلمان حکومتوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

پاکستان کا قیام اسلامی قوانین کے نفاذ کیلئے ہوا ہے نہ کہ اسلام کے خاتمے کیلئے۔ لہٰذا علمائے حق اور مشائخ عظام جنہوں نے پاکستان بنانے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، جن کی ولولہ انگیز تقاریر نے برصغیر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، ان کے جانشینوں اور ماننے والوں کو چاہئے کہ وہ حکومتِ وقت کو مجبور کریں کہ اسلام میں ارتداد کی قطعی گنجائش نہیں۔ ارتداد کا قانون چودہ سوسال پہلے اسلام نے مرتب کردیا ہے لہٰذا عیسائی مشنریز کو پاکستان میں عیسائیت پھیلانے کی اجازت ہرگز نہ دی جائے کیونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جانے یعنی ارتداد کی اسلام میں اجازت نہیں اسلئے اسلامی حکومت کے سربراہ کو نرم رویہ رکھنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

سیدھے سادھے مسلمانوں کو عیار عیسائیوں کے مکر اور فریب سے بچانے کیلئے دردمند مسلمانوں کو سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا یہ کام کسی فردِ واحد کا نہیں بلکہ حکومتِ وقت، علمائے حق، مشائخ عظام، اہل قلم، اہل درد اور مخیّر حضرات سب اس پر توجہ دیں اور بے خبر مسلمانوں کو ان اسلام دشمن ظالموں کے چنگل سے نکالنے کی بھرپور کوشش کریں۔ عالمی سطح پر آج فتنہ عیسائیت مصیبت بنا ہوا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں خبر بھی نہ ہو اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ فتنہ نچلی سطح سے اعلیٰ سطح تک اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہو۔

میری آپ سے آخر میں یہ دردمندانہ گزارش ہے کہ جو کتاب اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں میں عام کریں۔ عیسائی برادری تک پہنچائیں تاکہ اندھیرے میں بھٹکنے والے یہ لوگ اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لے سکیں۔

بغیر کسی تحریف کے اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ انسانی برادری تک اسلام کا پیغام پہنچایا جاسکے۔ یاد رکھئے! بروز محشر اس شخص کا بڑا مقام اور مرتبہ ہوگا جس نے اس دنیا میں اسلام کا پیغام عام کرنے میں اپنی حیثیت کے مطابق راہِ خدا میں مال خرچ کیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانی برادری کو راہِ حق اختیار کرنے اور خلوص کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کا بھائی

محمد نجم مصطفائی

15-3-2004

حضرت شیث علیہ السلام

آپ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ معارج النبوت میں ہے کہ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام اور والدہ حضرت حوا علیہا السلام کسی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ غیب سے ایک آب شیریں کا چشمہ جاری ہوگیا۔ حضرت جبریل امین فرشتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لائے آپ کے پاس جنتی پھلوں کا ایک طباق تھا۔ حضرت جبریل امین نے سلام کیا اور کہا اے آدم! یہ جنتی پھل ہیں انہیں کھاؤ اور اس چشمہ کے پانی سے غسل کرو دونوں پاک صاف ہو جاؤ اور اپنی اہلیہ سے صحبت کرو۔ آج مقدس رسول کا نور تمہاری بیوی کی طرف منتقل ہوگا جو تمہاری پیشانی میں چمکتا ہے۔ آج کا دن اس کا آخری دن ہے۔ چنانچہ دونوں نے غسل کیا۔ جنتی پھل کھائے اور حکم الٰہی پر عمل کیا اور حضرت حوا حاملہ ہوگئیں اس حمل سے حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔

حضرت شیث علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و حکمت سے آراستہ کیا اور منصبِ نبوت عطا کیا۔ آپ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے۔ جوں جوں انسانوں کی آبادی بڑھتی گئی آپ پر آسمانی صحیفے نازل ہوتے گئے۔ تقریباً پچاس آسمانی صحیفے (احکام) آپ پر نازل ہوئے۔ حکمِ الٰہی سے آپ نے ایک صاحبِ کمال عورت سے شادی کی۔ جب یہ عورت حاملہ ہوئی تو غیب سے آوز آنے لگی اے خاتون! تیرے پیٹ میں ایک مقدس نور بطورِ امانت ہے، تجھے مبارک ہو۔ نو ماہ بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انوش تھا۔

جب انوش جوان ہوئے تو حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پاس بلایا اور کچھ نصیحت فرمائی اور عالمِ ارواح میں انبیائے کرام سے لیا جانے والا عہد اپنے بیٹے کو بتایا۔ آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا، اے بیٹا! ایک مقدس نبی کے نور کی حفاظت کیلئے مجھ سے وعدہ کرو۔ اس نور مقدس کی حفاظت کرنا۔ حضرت انوش نے اپنے والد محترم سے وعدہ کیا۔ اس عہد کو اپنی اولاد میں منتقل کیا اور ستر سال کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کا انتقال ہندوستان کی سرزمین پر ہوا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے شہر فیض آباد یوپی میں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت انوش اپنے والد کے دین پر قائم رہے اور اپنی اولاد کو بھی اسی دین پر قائم رکھا۔ حضرت انوش کا ایک سعادت مند بیٹا ہوا۔ اس بیٹے کا نام قینان تھا۔ حضرت انوش نے 90 سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کا بیٹا قینان آپ کا جانشین ہوا۔ قینان نے طویل عمر 950 سال پائی اور آپ سے کثیر اولادیں ہوئیں۔ جس وقت آپ کی عمر ستر برس کی ہوئی تو آپ کا ایک سعادت مند بیٹا مہلائیل پیدا ہوا۔

تمام اولادوں میں یہی بیٹا اپنے باپ حضرت قینان کا جانشین ہوا۔آپ نے اپنے اس بیٹے سے مقدس نور کی حفاظت کا عہد لیا اور 950 سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضرت مہلائیل کے زمانے تک انسانی آبادی بہت بڑھ چکی تھی۔اس سر زمین پر جس قدر انسان بستے تھے حضرت مہلائیل ان تمام میں سب سے حسین وجمیل تھے۔ دنیا ان کی زیارت کرنے آتی اور تحائف اور نذرانے آپ کی خدمت میں پیش کرتی۔ حضرت مہلائیل کی پوری انسانی برادری میں حشمت وعظمت اور عزت وتوقیر ایسی پیدا ہوئی کہ ان کے برابر پوری دھرتی پر اس وقت اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ان کے بہت سی اولاد پیدا ہوئی۔آپ نے بابل شہر کی بنیاد رکھی۔ جب آپ 80 سال کے ہوئے تو آپ کا ایک سعادت مند بیٹا ایک قول کے مطابق بیازا پیدا ہوا۔ جو تمام اولاد میں نیک اور صالح تھا۔حضرت مہلائیل نے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنایا اور نور مقدس کی حفاظت کا عہد لیا۔ جب مہائیل کا انتقال ہوا تو آپ کی تدفین کے بعد لوگ حسبِ معمولی آپ کی زیارت کیلئے آئے۔جب انتقال کا علم ہوا تو مایوس ہو کر جانے لگے۔

ایک دن انسانوں کا ازلی دشمن ابلیس انسانی شکل میں حضرت مہلائیل کی اولاد کے پاس آیا جو کثیر تعداد میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان سب کو جمع کر کے کہنے لگا کہ تمہارے والد مہلائیل کے عقیدت منداب تم سے بیزار ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ لوگ دور دور سے سفر کر کے تمہارے والد کی زیارت کیلئے تحفے تحائف لے کر آتے ہیں مگر مایوس ہو کر چلے جاتے ہیں۔حضرت مہلائیل کے بیٹے کہنے لگے کہ لوگوں کو مایوسی سے کس طرح بچائیں؟ شیطان ابلیس نے مشورہ دیا کہ اپنے والد کی ہمشکل ایک مورتی بنائی جائے تا کہ لوگ اس مورتی کو دیکھ کر خوش ہو جائیں۔اس کی زیارت اور تعظیم کریں اس طرح کوئی محروم نہ جائے اسطرح لوگوں کی نظروں میں تمہاری عزت برقرار رہے گی۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو لوگوں کی نظروں میں گر جاؤ گے اور تمہارا مقام مجروح ہو جائے گا۔ یہ لوگ ابلیس لعین کی باتوں میں آگئے اور اپنے والد کی ہم شکل ایک مورتی بنائی اس پر پردہ ڈال دیا۔چنانچہ لوگ اس بے جان مورتی کی زیارت کیلئے آنے لگے۔ مدتوں گزرنے کے بعد لوگ دنیا سے رُخصت ہوتے گئے۔ نئے لوگ پیدا ہوئے شیطان نے بعد میں آنے والوں کو ایک نئی راہ دکھائی اور لوگوں کو کہا کہ تمہارے باپ دادا اس مورتی کی پوجا کرتے تھے اس سے ان کی روح خوش ہوتی ہے تم پر بھی لازم ہے کہ اپنے باپ دادا کے طریقے پر عمل کرو اور اس مورتی کی پرستش کرو۔اس طرح مہلائیل کی روح تم سے خوش ہوگی اور تم دنیا میں خوشحال ہو جاؤ گے۔اسطرح لوگوں نے شیطان کی باتوں میں آ کر اس مورتی کی پوجا شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ اطراف عالم میں بت پرستی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ورنہ اس سے پہلے بت پرستی کا سلسلہ نہیں تھا۔کسی غیر خدا کو پوجنا شرک کہلاتا ہے اس طرح شیطان ملعون نے شرک کی ابتداء کر دی۔کفر کا آغاز قابیل سے ہوا اور شرک کا آغاز حضرت مہلائیل کے انتقال کے بعد مورتی کو پوجنے سے ہوا۔

تاثرات

مفتی محمد اکبر الحق رضوی دامت برکاتہم العالیہ

اس میں شک نہیں کہ اب سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے تذکرے اور قصص قرآنیہ کو کئی ضخیم کتابوں میں شائع کیا جاچکا ہے مگر کما حقہ یہ عنوان تشنۂ تکمیل ہی رہا بلکہ خدا گواہ ہے ان سابقہ کتب میں بعض میں کچھ اغلاط بھی پائے جن کا فی الوقت ذکر نامناسب ہے۔ الحمدللہ ہمارے عظیم محسن و رہنما محمد نجم مصطفائی صاحب نے اس عنوان کو بڑی عمدگی سے نبھایا ہے۔ آپ کا تحریر کردہ یہ بیان ایسا دلچسپ ہے کہ اگر قاری ایک بار پڑھنا شروع کردے تو اختتام سے پہلے موصوف کی تصنیف کو الماری میں نہیں رکھے گا۔ میں نے زیر نظر تصنیف کا مطالعہ کیا اور اسے عوام کیلئے بہت ضروری اور اہم پایا۔ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ موصوف اور ان کے جملہ معاونین کو ہر کام او ہر مقام پر کامیابی اور اس کتاب کو دنیا بھر میں مقبولیت عطا فرمائے۔

آمین

فقیر محمد اکبر الحق

7-8-2004

حضرت مہلائیل کا جانشین بیٹا بیازا تھا جو دین حق کی تعلیم لوگوں کو دیتا۔ حضرت بیازا جب 163 سال کی عمر کو ہوئے تو آپ کی اولاد میں ایک سعادت مند بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اخنوج تھا جو حضرت ادریس علیہ السلام کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ادریس علیہ السلام تک کا سلسلہ نیچے دیا جاتا ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام بیازا کے بیٹے تھے۔آپ شہر بابل (مصر) میں پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے حضرت آدم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔آپ کا نام اخنوج تھا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت عطا فرمایا۔آپ لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد کی شریعت اوران کی تعلیمات کا درس دیا کرتے تھے اس طرح آپ کا نام اخنوج سے ادریس (درس دینے والے) ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ نبی تھے۔آپ پر تین سو صحیفے (احکامات) نازل ہوئے۔آپ نے علم نجوم پیش کیا۔آپ نے قلم کے ذریعے خط لکھنا ایجاد کیا،آپ نے کپڑا سینے کا آغاز کیا۔آپ نے اللہ کے نافرمانوں سے جنگ کرنے کیلئے اسلحہ ایجاد کیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سِیا کرتے تھے اور اُجرت سلائی کسی سے نہیں لیتے تھے۔ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ کام سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں ان کے پاس مہمان بن کر آئے جب شام ہوئی تو اِفطار کے وقت کھانا آپ کا جنت سے آتا تھا۔آپ جس قدر چاہتے کھالیتے باقی واپس چلا جاتا اس دن کا کھانا جب جنت سے آیا تو آپ نے وہ کھانا آنے والے مسافر کو پیش کیا۔مسافر نے کچھ نہ کھایا اور عبادت میں مصروف رہا۔حضرت ادریس علیہ السلام تعجب کرنے لگے کہ یہ شخص کون ہے۔تو مسافر نے اپنا تعارف کرایا کہ میں فرشتہ عزرائیل ہوں۔حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی سب مخلوق کی تم جان قبض کرتے ہو کہیں آپ میری جان قبض کرنے تو نہیں آئے؟ فرشتے نے کہا نہیں میں تمہارے پاس دل بہلانے کیلئے آیا ہوں اور اے ادریس! میں چاہتا ہوں کہ تیرے ساتھ بھائی چارے کا رِشتہ قائم کروں۔حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا میں تمہارے ساتھ بھائی چارے کا رشتہ اس وقت قائم کروں گا جب ایک بار مجھے موت کی تلخی کا مزہ چکھادے تاکہ مجھ میں خوف بڑھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ سے زیادہ کرسکوں۔موت کے فرشتے نے کہا کہ اے ادریس! اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر میں کسی کی جان قبض نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں موت کی دعا کی۔حکمِ الٰہی ہوا اے فرشتے! ادریس کی جان کو قبض کر اس طرح حضرت ادریس کی جان قبض کرلی گئی۔پھر فرشتہ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو زندہ کردیا۔حضرت ادریس علیہ السلام زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور دونوں نے آپس میں بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا۔فرشتے نے حضرت ادریس علیہ السلام سے کہا،اے بھائی ادریس! موت کا مزہ کیسا لگا؟ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ موت کا مزہ ایسا تھا جیسے کسی زندہ کی کھال سر سے پاؤں تک کھینچ لی جائے۔ملک الموت نے کہا اے بھائی! اللہ کی قسم! جیسی نرمی میں نے تیرے ساتھ کی ہے ایسی نرمی کسی سے نہیں کی۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی! مجھے دوزخ بھی دکھادے تاکہ اسے دیکھ کر دل میں زیادہ خوف پیدا ہو۔ فرشتے نے بحکمِ الٰہی دوزخ کے ساتوں طبقے دکھادیئے۔پھر آپ نے فرشتے سے کہا کہ مجھے جنت بھی دکھادے تاکہ اسے دیکھ کر دل شاد ہو۔بحکمِ الٰہی اجازت مل گئی۔ جب جنت میں داخل ہوئے تو تخت پر بیٹھ گئے فرشتے نے کہا اے بھائی! اب واپس چلو۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی! میں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے،دوزخ بھی دیکھ لی ہے لہٰذا اے بھائی اب میں جنت سے ہرگز باہر نہ آؤں گا۔غیب سے آواز آئی اے عزرائیل! تو ادریس کو چھوڑ دے میں نے ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد آپ کی اولاد آپ کی یاد میں آنسو بہاتی رہی۔ ابلیس لعین نے جا کر ان کی اولاد کو بہکایا کہ میں تمہارے باپ کی سی ایک صورت (مورتی) بنا دیتا ہوں تم رات دن اس کو پوجا کرو اس طرح تمہارے دل کا درد دُور ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ لوگ شیطان کے مشورے پر عمل پیرا ہوئے اور اسی مورتی کی پوجا شروع کر دی اور یہ بت پرستی اس قدر عام ہوئی کہ لوگ خالق حقیقی کو بھول گئے اور تمام انسانی برادری میں بت پرستی عام ہو گئی۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے 65 سال کی عمر میں ایک نیک سیرت خاتون سے نکاح کیا اور ان کے پیٹ سے متوشلخ پیدا ہوئے جو نیک اور صالح تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام سے وہ نور مقدس منتقل ہو کر ان کے بیٹے متوشلخ میں منتقل ہوا اور اپنے بیٹے سے نور کی حفاظت کا عہد لیا۔

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی اُمت کو آنے والے نبیوں کی خبر دی اور مقدس نبی کی خبر سے اپنی قوم کو آگاہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: خدا کے پاک احکام میں نے پہنچائے اور جو پہنچانے والے پہنچائیں گے وہ جب تم بھول جاؤ گے تو ایک روشن چہرہ والا آئے گا جو تمہیں یاد دلائے گا۔ (صحیفہ نبوت العرفات باب ۵ آیت ۱۰)

حضرت ادریس علیہ السلام جس وقت آسمان پر تشریف لے گئے اس وقت آپ کی عمر 450 سال تھی۔ متوشلخ نے 170 سال کی عمر میں شادی کی۔ ان کے ایک نیک سیرت ملک یالا ملک بیٹا پیدا ہوا جس میں مقدس نور منتقل ہوا۔ متوشلخ نے 969 سال کی عمر پائی۔ ان کے بیٹے ملک یالا ملک نے 180 سال کی عمر میں ایک نیک سیرت خاتون سے شادی کی تو ان سے حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

↓

متوشلخ

↓

ملک یالا ملک

↓

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام
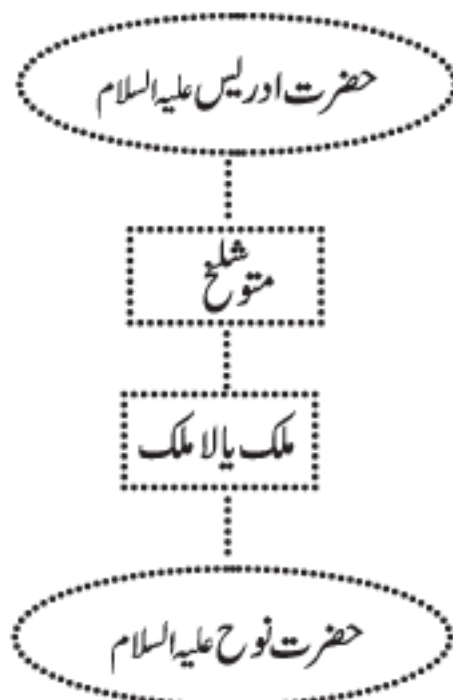
حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔آپ کے والد کا نام ملک یالا ملک تھا۔آپ کے زمانے میں انسانی آبادی دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئی تھی۔لیکن بد نصیبی سے کفر اور شرک اور بت پرستی کا جو سلسلہ لوگوں نے حضرت مہلائیل کے انتقال کے بعد ان کی مورتی بنا کر اور ادریس علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ان کی مورتی بنا کر شروع کیا وہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک روئے زمین میں جہاں جہاں تک انسان بسے ہوئے تھے پھیل چکا تھا۔آپ اپنی قوم کے ہمراہ جس علاقے میں رہتے تھے وہ علاقہ آج کل عراق کہلاتا ہے۔آپ نے اپنی قوم کو بت پرستی سے منع کیا کہ یہ عمل برا ہے اللہ تعالیٰ جس نے ساری کائنات بنائی وہی سب کا خالق و مالک ہے،سب اسی کی عبادت کرو۔وہی سب کو رزق دینے والا ہے وہی زندگی اور موت کا مالک ہے جو کچھ بھی طلب کرو اسی مالکِ حقیقی سے مانگو۔جب آپ نے اپنی قوم کو توحید کا درس دیا تو آپ کی قوم نے ایک ہی جواب دیا کہ ہمارے باپ دادا بتوں کو پوجا کرتے تھے ہم ان کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے۔

حضرت نوح علیہ السلام بڑے اولوالعزم نبی تھے ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ ان کا پیغامِ حق دنیا بھر میں موجود لوگوں تک پہنچ جائے اور لوگ بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کریں' جب آپ نے لوگوں کے سامنے اعلانِ نبوت فرمایا تو چند لوگ آپ پر ایمان لے آئے آپ نے اپنی قوم کو یہ بھی یقین دلایا کہ میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں۔ میں تمہیں سچائی کی تاکید کرتا ہوں۔عدل وانصاف کو قائم کرنا چاہتا ہوں۔اگر تم چاہتے ہو کہ ظلم کا خاتمہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ان بتوں،مجسموں اور مورتیوں کو دُور پھینک دو۔ اللہ کے سوا کسی غیر کو پوجنا شرک ہے جو عظیم گناہ ہے۔

یہ سن کر آپ کی قوم نے کہا تمہاری باتیں ہمارے لئے نئی ہیں۔تم کون سی گمراہی اور ظلم کی باتیں کرتے ہو کیا ان بتوں نے کسی پر ظلم کیا ہے؟تم کل تک ہمارے ساتھ مزدوری کرتے تھے لیکن اچانک ہمارے لئے توحید کا پیغام لیکر آگئے۔اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغام بھیجنا ہی تھا تو کوئی فرشتہ بھیجتا،تمہیں تکلیف نہ دیتا۔حضرت نوح علیہ السلام فرماتے،تم لوگوں پر ظلم کرتے ہو بت پرستی کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ زمین پر اپنا نائب اسے بناتا ہے جو گناہ نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا کہ تمہیں گمراہی سے بچاؤں، خوابِ غفلت سے بیدار کروں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء یہی ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اسی کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔حضرت نوح علیہ السلام کی اس مخلصانہ کوششوں کے باوجود آپ کی قوم آپ پر ایمان نہ لائی بلکہ آپ کی اور آپ کے چند ماننے والوں کی دشمن بن گئی۔آپ کو طرح طرح سے تکلیفیں دینے لگی۔ مالدار اور متکبر لوگ عام لوگوں سے یہ کہتے کہ کوئی نوح کی بات نہ سنے اور نہ ہی ان کو اور ان کے ماننے والوں کو مزدوری پر لگائے،گویا ان کا سماجی بائیکاٹ کریں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے ماننے والوں کی تعداد ستر یا اسّی افراد پر مشتمل تھی جن کا پوری قوم سے مقابلہ کرنا مشکل تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اوران کا بیٹا کنعان تک آپ پر ایمان نہ لائے اور کفر پر ڈٹے رہے۔ جب قوم گمراہی سے باز نہ آئی تو خداوندقدوس سے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی بنانے اور اس کشتی میں جتنے مسلمان تھے انہیں بٹھانے کا حکم ہوا۔ جب کشتی تیار ہوئی تو اہل ایمان مرد وعورت اس کشتی میں سوار ہوئے اور حکم الٰہی سے آسمان سے پانی برسنا اور زمین سے پانی نکلنا شروع ہوا اور پانی کی سطح بلند ہونے لگی زمین پر پانی بہنے لگا۔ مکانات اور بلند و بالا پہاڑ پانی میں ڈوبنے لگے۔ انسان صفحۂ ہستی سے مٹنے لگے جہاں کہیں کفر وشرک کا سلسلہ تھا سب کا سب ختم کردیا گیا۔ انسانوں کی تعداد ختم ہوکر صرف اسّی افراد رہ گئی جو مسلمان تھے جو کشتی میں سوار تھے۔ یہ واقعہ طوفان نوح کے نام سے مشہور ہے۔

جب دنیا سے اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کا وجود مٹ گیا اور دنیا کافروں اور مشرکوں سے پاک ہوگئی تو زمین نے حکم الٰہی سے پانی پینا شروع کردیا اور آسمان نے پانی برسانا بند کردیا۔ لہٰذا زمین پر پانی کم ہونا شروع ہوا اور پہاڑ کی چوٹیاں نظر آنے لگیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ کی چوٹی پر آکر رُک گئی۔ جب پانی زمین پر ختم ہوا تو آپ نے زمین پر قدم رکھا۔ آپ کے ہمراہ اسّی افراد تھے۔ کنعان کے علاوہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے اور تھے جو اہل ایمان تھے اور جو کشتی میں سوار تھے جن کے نام حام، سام اور یافث تھے۔ طوفان نوح کے ختم ہونے کے بعد وباء پھیلی اور اس وباء سے باقی ماندہ افراد بھی انتقال کرگئے اس طرح دنیا سے نسل انسانی کا وجود تقریباً ختم ہوگیا۔ شانِ قدرت کہ صرف حضرت نوح علیہ السلام اُن کے تین بیٹے اور بیویاں زندہ بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے انسانی افزائش کا سلسلہ دنیا بھر میں پھیلا دیا جس سے قومیں اور قبیلے آباد ہوگئے۔ سام کی اولاد ایشیا میں پھیلی۔ حام کی اولاد افریقہ میں پھیلی، جبکہ یافث کی اولاد یورپ میں آباد ہوئی۔

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اولاد اور اپنے ماننے والوں کو جو دینی تعلیمات دیں، اس میں آپ نے اپنے پیروکاروں کو عالم ارواح میں ہونے والے عہد سے آگاہ کیا اور اپنی اولاد کو وعدہ یاد دلایا جو اللہ تعالیٰ نے ایک مقدس نبی کی حفاظت اور ان پر ایمان لانے کا انبیاء کے گروہ سے لیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا، میں تم سے ایک عظمت والی بات کہتا ہوں اس کو تم یاد رکھو اور آنے والوں کو بشارت دو کہ سب ہادیوں سے افضل ایک راہ حق دکھانے والا آئے گا جو تمہاری صنف ضعیف اور حقیت طبقہ کو بلندی پر پہنچائے گا وہ حق کا سب سے بڑا امناد ہے۔ (تاریخ العرب، ص ۱۴۶)

معارج النبوت میں ہے کہ حضرت سام کو حضرت نوح علیہ السلام نے جانشین بنایا اور اپنی تمام قوم کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم لوگ سام کے نقش قدم پر چلنا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت سام کیلئے یہ دعا بھی فرمائی کہ اس کی اولاد میں انبیاء، اولیاء، حکماء اور سلاطین پیدا ہوں۔ طوفانِ نوح کے بعد دو سو سال تک آپ زندہ رہے۔ وفات کے وقت ایک قول کے مطابق آپ کی عمر 1450 سال اور دوسرے قول کے مطابق 980 سال تھی۔ آپ کے انتقال پر ساتوں زمین و آسمان بھی روئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے انتقال کے بعد ان کا جانشین بیٹا حضرت سام لوگوں کو توحید کا درس دیا کرتا تھا۔ حضرت سام نے پانچ سو سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان بڑی تیزی سے زمین پر پھیلنے لگے۔ جن لوگوں نے طوفانِ نوح کا واقعہ نسل در نسل سنا تھا وہ دنیا سے رُخصت ہونے لگے۔ نئی نسل نے دنیا کو آباد کیا۔ شیطان نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھایا وہ دنیا کے مختلف قبیلوں اور قوموں میں بٹے ہوئے انسانوں کے سامنے ایک انتہائی بوڑھے کی شکل میں جاتا اور انہیں طوفانِ نوح کا واقعہ یاد دلاتا۔ لوگ بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سننے لگے۔ شیطان ملعون لوگوں کو بتاتا کہ میں خود نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ نوح بارش کے خدا کا طرفدار تھا اور میں روشنی کے خدا کا طرفدار تھا۔ لوگ پوچھتے کہ خدا تو ایک ہے شیطان کہتا خدا آٹھ ہیں یا اس سے بھی زیادہ۔ ہر ایک چیز کا الگ خدا ہے۔ بارش کا خدا آسمان پر ہے۔ روشنی کا خدا سورج میں ہے، اسی طرح دوسروں کے خدا بھی ہیں۔ طوفانِ نوح ان خداؤں کی باہمی جنگ کی وجہ سے آیا۔ بارش کے خدا کو غصہ آیا اور زمین پر پانی کا طوفان بھیج دیا۔ پھر روشنی کے خدا کو ترس آیا اس نے زمین خشک کر دی۔ شیطان ملعون ان کا ذہن بنا کر یہ بھی کہتا کہ میں تم میں عمر میں بڑا ہوں اور

میں تم سے جو کہہ رہا ہوں ان باتوں کی تمہیں خبر نہیں۔ میں دن میں اس روشنی کے خدا سورج کی پوجا کرتا ہوں اور رات کو سورج کی نمائندہ آگ کی پوجا کرتا ہوں۔ لوگ کہتے کہ خدا تو ایک ہے اور جو تم کہتے ہو وہ غلط ہے۔ شیطان کہتا کیا تم نے خدا کو دیکھا ہے جو اس پر یقین رکھتے ہو۔ وہ طرح طرح کے حیلوں اور چرب زبانی سے نادان لوگوں کو دھوکہ دیتا اور گمراہ کرتا۔ اس طرح اس کم بخت نے نسل انسانی کو ایک مرتبہ پھر بت پرستی، آتش پرستی اور سورج پرستی کی طرف مائل کر دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے جانشین حضرت سام سے جو سلسلہ نسل در نسل نبوت تک پہنچا وہ چھ واسطوں کے بعد حضرت ہود علیہ السلام تک پہنچا۔

حضرت نوح علیہ السلام
↓
حضرت سام
↓
ارم
↓
عوض
↓
عاد
↓
خلود
↓
رباح
↓
عبداللہ
↓
حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام
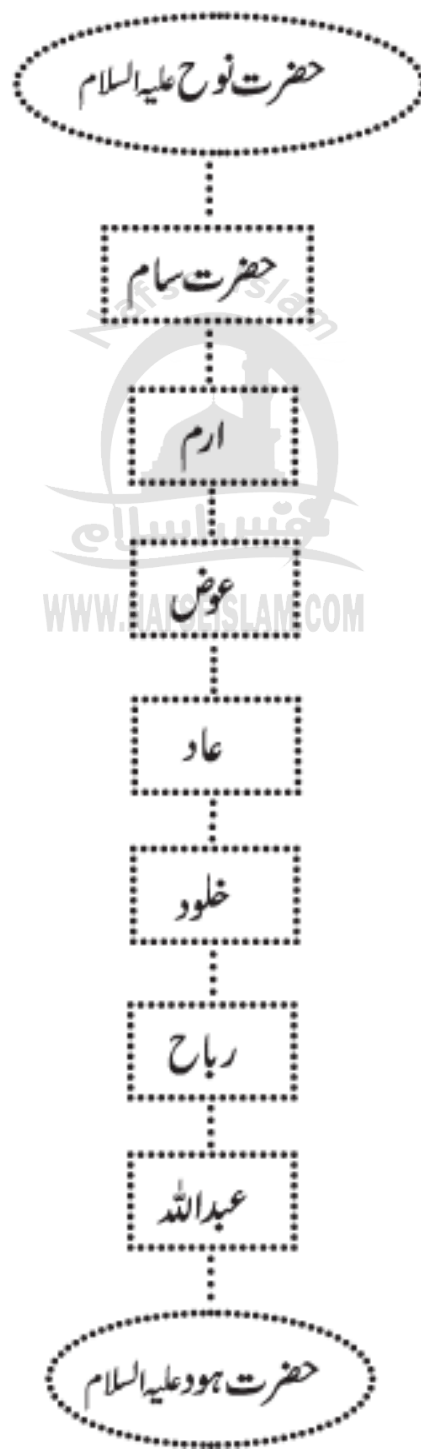
حضرت ہود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔آپ قوم عاد کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے تشریف لائے۔آپ کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھ سو سال بعد شروع ہوتا ہے۔آپ کا سلسلہ نسب سات واسطوں کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ قومِ عاد سر زمین احقاف میں رہا کرتی تھی جو آج کل یمن اور بحرین کے درمیان واقع ہے جو بتوں کو پوجتی تھی۔ اس قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیمات کو بھلا دیا تھا۔اس قوم میں مال وزر اور طاقت وتکبر کی حکومت تھی۔قوم عاد کے لوگ مضبوط اور دراز قد کے تھے۔ چھوٹے قد کا انسان نوے فٹ کا ہوتا اور بڑے قد کا ایک سو پچاس فٹ ہوتا۔ چنانچہ یہ قوم اپنے طاقتور جسموں کی وجہ سے گھمنڈ میں مبتلا تھی اور بڑی بڑی عمارتوں میں رہا کرتی۔نہایت عیش پرستی کی زندگی گزارتے۔ اپنے مال و دولت، طاقت و گھمنڈ کے سبب کمزور اور غریبوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔اس قوم کے تین بڑے بت تھے جن کو وہ اپنا معبود سمجھتی تھی صداء، صمود اور ھباء ان بتوں کے نام تھے۔حضرت ہود علیہ السلام نے قومِ عاد کو شرک سے باز رہنے، بت پرستی کو چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔آپ نے اپنے وعظ و تبلیغ سے ہر ممکن کوشش کی اور ایمان لانے کی صورت میں خوش بختی اور کامیابی و کامرانی کا وعدہ کیا۔شیطان ابلیس قومِ عاد میں انسانی شکل میں داخل ہوا اور ان سے کہنے لگا اے قوم عاد! ہود تو دیوانہ ہوگیا ہے ہم اس کی بات کیسے مان لیں تم اپنی آنکھوں سے بتوں کو دیکھ رہے ہو ہم اسکے ان دیکھے خدا کو کیسے مان لیں۔ یہ تمہیں کہتا ہے کہ ایمان لاؤ گے تو تم خوش بخت ہو جاؤ گے، کامیابی اور کامرانی حاصل ہو گی لیکن اس کو یہ بھی پتا نہیں کہ خوش بختی اور کامرانی تو قوم عاد کے قدموں میں ہے۔ مال و دولت، قوت و طاقت، باغات، کھیتی باڑی، میدان، کنویں، بت خانے سبھی کچھ تو قومِ عاد کے پاس ہیں لہٰذا وہ کس بنیاد پر ہمیں خوش بخت بنانا چاہتا ہے۔ شیطان ابلیس کی باتوں کا اثر قوم عاد پر کچھ ایسا ہوا کہ پوری قوم حضرت ہود علیہ السلام کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔آپ کو ستانے لگی، اذیت پہنچائی، آپ کو جھٹلایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تین سال تک بارش روک لی۔ پوری قوم قحط سالی کا شکار ہونے لگی۔ان کی عورتیں تین سال تک بانجھ ہوگئیں، انسانی پیدائش کا عمل رُک گیا۔حضرت ہود علیہ السلام انہیں یہی سمجھاتے رہے کہ تم شرک سے باز آجاؤ، اللہ پر ایمان لے آؤ۔ مگر یہ قوم بڑی ضدی تھی۔ کہنے لگے کہ ہم تمہارے کہنے سے بتوں کی پوجا نہیں چھوڑ سکتے۔

قحط سالی نے قومِ عاد کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی اس کے باوجود اس قوم نے حضرت ہود علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا۔ آخر قوم عاد کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ گئے۔ مکہ اس دور میں بھی کافروں، مومنوں، ملحدوں اور موحدوں کا مشترکہ مقام ادب تھا۔ جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو ہر کوئی دعا کیلئے خانہ کعبہ جاتا اور اس کی دعا قبول ہو جاتی۔ حضرت ہود علیہ السلام کے زمانے میں خانہ کعبہ کی کوئی عمارت نہ تھی، صرف ایک سرخ رنگ کا ٹیلہ تھا۔

کافروں کے اس وفد نے خانہ کعبہ میں جا کر دعا کی کہ اے پروردگار! ہم تجھ سے بارش مانگنے کیلئے آئے ہیں تو بارش برسا دے۔ دعا ہوتے ہی تین رنگ کے بادل آسمان پر نمودار ہوئے۔ ایک کا رنگ سفید، دوسرے کا رنگ سرخ اور تیسرے کا رنگ کالا تھا۔ آواز آئی ان تینوں بادلوں میں سے اپنی قوم کیلئے جو بادل منتخب کرنا ہے کرلو۔ وفد نے کالے رنگ کا بادل منتخب کرلیا۔ کافر ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے کہ کالے رنگ کا بادل خوب پانی برساتا ہے اب تو ہماری خشک سالی ختم ہو جائے گی لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ یہ بادل بارانِ رحمت نہیں بلکہ ان کی تباہی اور بربادی کا آغاز ہے۔

معارج النبوت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوتھی یا ساتویں زمین کے نیچے ایک ہوا پیدا کی ہے جو لوہے کی ستر ہزار بھاری زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے ہر زنجیر کو ستر فرشتوں نے قابو کر رکھا ہے۔ جب قیامت آئے گی تو حکمِ الٰہی سے یہ ہوا آزاد کر دی جائے گی اس ہوا کے چلتے ہی دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا حتیٰ کہ زمین کے بلند و بالا پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے اور ہوا میں روئی کے گالوں کی طرح اُڑیں گے۔ حکمِ الٰہی ہوا، اس ہوا کا ذرا سا حصہ قوم عاد پر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کالا بادل ہوا کے دوش پر مکہ کی فضاؤں سے قومِ عاد کی طرف روانہ ہوا۔ جب قوم عاد کے پہاڑوں کو بادل نے گھیر لیا تو قوم عاد بہت خوش ہوئی کہ اب بارش آئے گی اور خوشحالی لائے گی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک مرتبہ پھر ڈرایا کہ اے قوم! گناہوں سے باز آجاؤ ورنہ یہ بادل عذاب بن کر تمہیں تباہ کردیں گے۔ قوم آپ کی باتوں کو ماننے کیلئے ہرگز تیار نہ ہوئی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے ماننے والے مسلمانوں کو جمع کیا اور اپنے گرد ایک حصار قائم کیا اور تمام اہل ایمان اس حصار میں بیٹھ گئے۔ ہوا عذاب بن کر قومِ عاد پر چل پڑی۔ آناً فاناً ان سب کو گھیر لیا۔ چشم زدن میں لوگوں کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا جو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں تھے سب جائے پناہ ڈھونڈنے لگے۔ کوئی غار میں چھپنے لگا تو کوئی بڑے بڑے مضبوط مکانوں میں چھپ گیا۔ جہاں بھی جو گیا ہوا نے اسے ایسا گھیرا کہ نکال کر کوسوں دُور پھینک دیا۔ ان کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ کوئی مکان کے نیچے تو کوئی پہاڑ کے غار میں ملبہ کے ڈھیر میں فنا ہوا۔ کسی کے جسم سے کھال جدا ہوگئی تو کسی کا سر جسم سے الگ ہو گیا۔ بعض لوگوں نے اپنے آپ کو پہاڑ کے غاروں میں ناف تک گاڑ لیا تھا ہوا انہیں بھی اُڑا کر لے گئی اس طرح کفر و شرک میں مبتلا قومِ عاد اللہ کی نافرمانی کرنے کے سبب دنیا سے ملیا میٹ کر دی گئی۔ حضرت ہود علیہ السلام اپنے چند ماننے والے مسلمانوں کو حصار میں لئے بیٹھے رہے۔ ان پر ہوا کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ہوا کے خوش گوار جھونکے انہیں مسرور کرتے رہے۔

مدارج النبوت میں ہے کہ قوم عاد کی تباہی کے بعد حضرت ہود علیہ السلام مسلمانوں کو ساتھ لے کر حضرموت چلے گئے اور وہاں جا کر آباد ہوئے، مکانات بنائے۔

حضرت ہود علیہ السلام ایک مرتبہ حج بیت اللہ کیلئے خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور مناسک حج ادا کر رہے تھے کہ موت کا فرشتہ انسانی شکل میں حاضر ہوا۔ ملک الموت نے کہا، کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ پھر خود ہی بولے میں موت کا فرشتہ ہوں اور یہ آپ کا کفن ہے حکم الٰہی سے آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اے فرشتے! مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنی بیوی اور بچوں سے ملاقات کرلوں۔ ملک الموت نے کہا آپ کو یہاں سے ایک قدم اُٹھانے کی بھی اجازت نہیں۔ اسی وقت آپ کی روح قبض کرلی گئی۔ حضرت جبریل امین جنت سے خوشبو لائے۔ ملائکہ مقربین نے نمازِ جنازہ ادا کی اور مکہ مکرمہ میں صفاومروہ کے درمیان آپ کو دفن کردیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ہود علیہ السلام نے 464 سال کی عمر پائی۔

پیش لفظ

عالمی حالات پر آج اگر سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت واضح نظر آئیگی کہ آج دنیا میں بسنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف مذہبی نفرت شدت اختیار کرتی جارہی ہے اور یہ مذہبی انتہا پسندی اس حد تک نفرت کی شکل اختیار کر چکی ہے کہ گویا یوں لگتا ہے کہ ایک مذہب کا پیروکار دوسرے مذہب کا وجود دیکھنا نہیں چاہتا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ آخر وہ کون سے حقائق ہیں کہ جس نے انسانی برادری کے جذبۂ رواداری کو ختم کر کے نفرت کی آگ میں دھکیل دیا۔

بندہ ناچیز نے اس کتاب میں دنیا میں پائی جانے والی اس مذہبی بے چینی کا حقیقت پسندی سے کھوج لگایا ہے۔ اس کتاب کو اگر غیر جانبدارانہ نگاہوں سے پڑھا جائے تو قاری صحیح فیصلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یقیناً وہ حق کا راستہ اختیار کرے گا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تحریر کو انسانی برادری کی ہدایت اور رہنمائی کا سبب بنائے۔ آمین ثم آمین

فقط آپ کا بھائی

محمد نجم مصطفائی

12-4-2004

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیغمبر آخر الزماں کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا، بے شک میرے زمانے کے بعد ایک عظیم الشان نبی آئے گا۔ بے شک میں خوشخبری دیتا ہوں کہ وہی لوگوں کیلئے رحمت ہوگا اور اس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو کنز المعارف جلد۲ باب ہفتم)

جس جگہ قوم عاد اللہ کے قہر وغضب کا شکار ہوئی دو سو سال گزرنے کے بعد اسی مقام پر قوم ثمود آباد ہوئی۔ اس قوم کی رہنمائی کیلئے اللہ تعالٰی نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت صالح علیہ السلام تک شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

(ملاحظہ کیجئے روح البیان، حاشیہ جلالین ۱۸۴)

حضرت صالح علیہ السلام
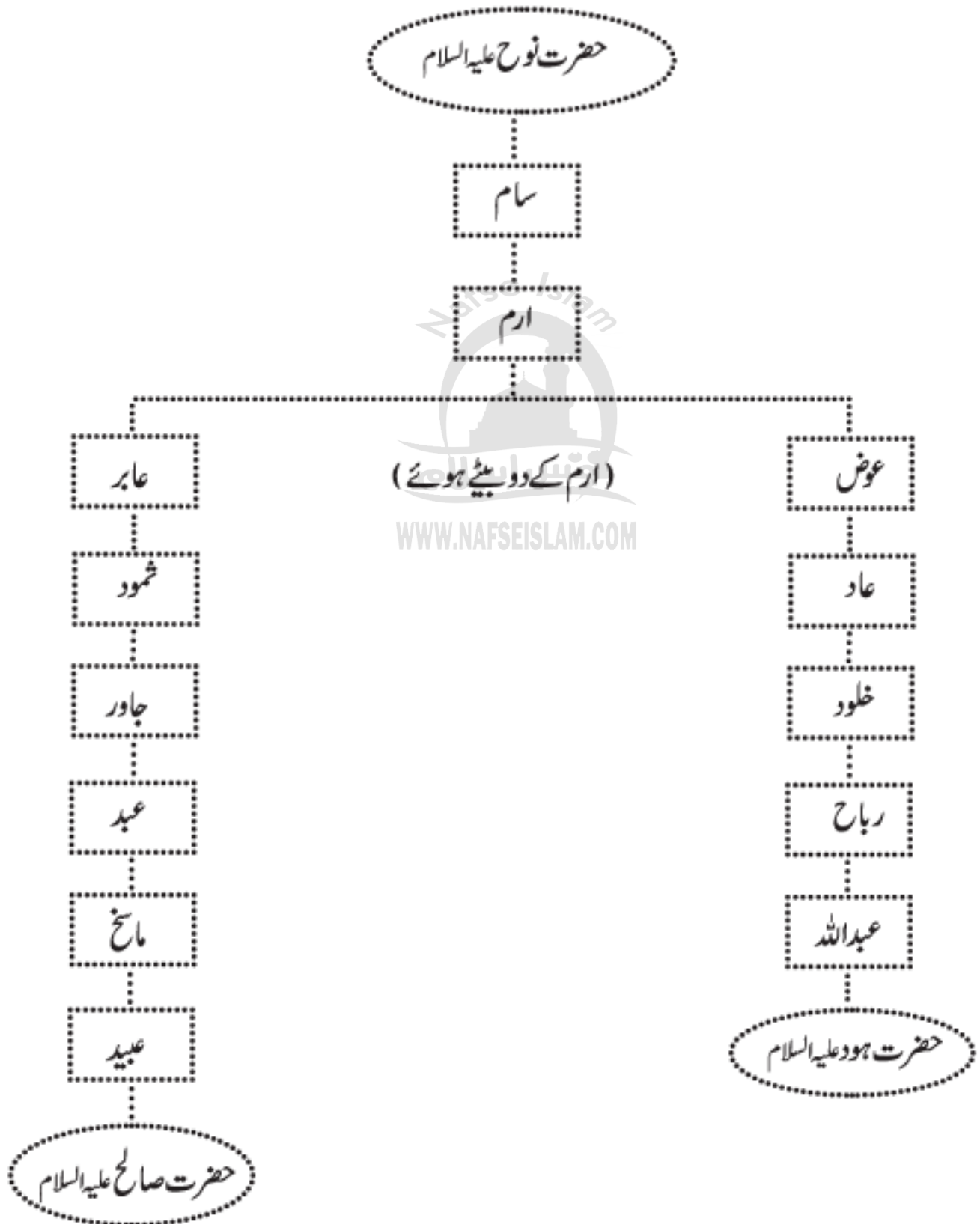
حضرت صالح علیہ السلام اللہ تعالٰی کے نبی ہیں۔آپ حضرت ہود علیہ السلام کے دوسو سال بعد قومِ ثمود کی ہدایت و رہنمائی کیلئے تشریف لائے۔آپ کا شجرہ نسب حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھ واسطوں کے بعد ملتا ہے۔

جس جگہ قومِ عاد پر عذاب نازل ہوا وہاں دوسو سال تک کوئی شخص آباد نہیں ہوا۔دوسو سال کے بعد قومِ ثمود کا ایک قبیلہ یہاں آباد ہوا اور آہستہ آہستہ یہ قوم حجاز اور شام کے درمیان تک پھیل گئی۔اس قوم کی عمریں بڑی لمبی ہوا کرتی تھیں۔تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ان کی عمر کا تناسب چھ سو سال سے ایک ہزار سال سال تک تھا۔ بدقسمتی سے یہ قوم بھی بتوں کی پوجا کیا کرتی تھی۔ اس قوم کے طاقتوروں نے زمینوں اور پانی پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اکثر کا کاروبار سنگ تراشی (بت سازی) تھا۔مرتے دم تک اس کام میں خوشی سے لگے رہتے۔ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بتوں کے پاؤں میں گر کر رونے اور ان سے اپنی حاجت طلب کرنے سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ثمود جس کے نام سے یہ قوم آباد ہوئی وہ خود ذاتی طور پر بت خانوں کو سجاتا اور جس طرح قوم بت خانوں میں جایا کرتی اور اس کو سعادت سمجھتی اسی طرح ثمود بھی بت خانوں میں جانا سعادت سمجھتا۔اس قوم نے کئی بت بنا رکھے تھے جنہیں وہ خدا کا نام دیتے۔کسی کو پانی کا خدا بنا رکھا تھا،کسی کو آگ کا،کسی کو ہوا کا تو کسی کو زمین کا خدا بنا رکھا تھا۔

اللہ تعالٰی نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس قوم کی ہدایت کیلئے بھیجا۔آپ نے قومِ ثمود کو اللہ تعالٰی کی عبادت اور ایمان و توحید کی دعوت دی اور بت پرستی سے منع کیا۔آپ کو اللہ تعالٰی نے بہت حوصلہ عطا کیا تھا آپ نے اس قوم کی بھلائی کیلئے کمر باندھ لی تھی۔ آپ کا خاندان نیکی اور خیر خواہی میں مشہور تھا۔جب آپ نے قومِ ثمود کے سامنے اعلانِ نبوت کیا تو لوگ آپ کے مخالف ہوگئے اور کہنے لگے صالح کی باتوں میں فتنہ کی بو آرہی ہے۔شیطان ابلیس جو ابتداء ہی سے انسانوں کو گمراہ کر کے راہِ حق سے ہٹانے کا عزم کئے ہوئے تھا اس نے اس موقع پر بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ وہ قومِ ثمود کا خیر خواہ بن کر شکل انسانی میں آیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص کل تک تو اپنی قوم کے ساتھ وقت گزارتا تھا اور آج اچانک ایسی عجیب و غریب باتیں کرتا ہے کہ بتوں کو چھوڑ دو اور ان کے ان دیکھے خدا کو پوجو۔ہمیں گمراہ اور خود کو ہمارا رہنما کہتا ہے۔اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ آسمان کے ایک خدا سے میرا رابطہ ہے۔یہ سب باتیں ہم کیسے مان لیں۔ابلیس کی ان باتوں نے قومِ ثمود کو حضرت صالح علیہ السلام سے اور کاٹ کر رکھ دیا۔

ایک دن قوم ثمود کے لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور کہا اے صالح! تمہارا خاندان نیکی میں مشہور ہے۔ تمہارے خاندان میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کی جو تم کرتے ہو۔ تمہاری باتوں نے قوم کو مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ جب ہم تمہارے ایک خدا کو نہیں مانتے تو تم کیوں فتنہ فساد پیدا کر رہے ہو۔ جو تم یہ نئی باتیں کر رہے ہو تمہیں اس کام پر کس نے مقرر کیا۔ صرف باتوں سے ایسے دعوے سچے ثابت نہیں ہوتے اگر واقعی تم سچے ہو اور تمہارے خدا نے تمہیں نبی بنایا ہے تو کوئی ایسا معجزہ دکھاؤ جو تمہارے دعوے کی دلیل بن جائے۔ اگر تم نے ایسا کر کے نہ دکھایا تو ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کی باتیں سن کر جواب دیا اے قوم ثمود! اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی ہے کہ تم شرک سے باز آجاؤ اور سچی راہ اختیار کرو۔ اگر تم مجھ سے کوئی معجزہ دیکھنا ہی چاہتے ہو تو میرے ربّ کی عطا سے جو تم کہو گے میں وہ معجزہ دکھادونگا مگر اس کے بعد تم ایمان نہ لائے تو یاد رکھو کہ خدا کا قہر تم پر عذاب بن کر نازل ہو جائیگا اور پھر خدا کے غضب سے تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔

کچھ دنوں کے بعد قوم ثمود کی عید کا دن آگیا۔ قوم ثمود نے شہر سے کچھ دور ایک اجتماع گاہ بنا رکھی تھی جس میں بت خانہ بھی تھا۔ قوم ثمود عید منانے بت خانے چلی گئی اور حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے آج ہمارا مقدس دن ہے ہم اپنے بتوں کو پکارتے ہیں اور تم اپنے خدا کو پکارو دیکھیں کس کی دعا قبول ہوتی ہے جس کی دعا قبول ہوگی اسی کو سچا اور حق مانا جائے گا۔ چنانچہ قوم ثمود نے اپنے بتوں کے سامنے خوب دعا مانگیں مگر کسی کی دعا قبول نہ ہوئی۔ جس سے انہیں بڑی شرمندگی ہوئی۔ آخر قوم ثمود نے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا اگر تم سچے ہو تو اس پہاڑ میں سے ایک ایسی اونٹنی نکالیں جس کی پیشانی سیاہ اور بدن کے بال سفید ہوں اور دس ماہ کی گابھن ہو اور باہر آتے ہی بچہ جنے اور اس کی خوراک پانی ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا، میرا ربّ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اگر ایسا ہو گیا تو ایک شرط ہوگی وہ یہ کہ ایک دن کا پانی اونٹنی پیئے گی اور ایک دن پانی تم استعمال کرو گے۔

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ قوم ثمود کے طاقتور لوگوں نے پانی پر قبضہ کر رکھا تھا اور غریب اور کمزور لوگوں کو محرم کر رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ اگر قوم ثمود نے یہ شرط مان لی تو اونٹنی کے حصے کا پانی مسکینوں اور غریبوں میں تقسیم کیا جائے گا اور قوم ثمود نے یہ سوچ کر حضرت صالح علیہ السلام کی یہ شرط مان لی کہ زندہ اونٹنی پتھر سے کیسے نکل سکتی ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا، اپنی شرط پر قائم رہنا اور تم نے عہد شکنی کی اور اونٹنی کو نقصان پہنچایا تو یاد رکھو عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکو گے۔ قوم ثمود نے کہا، ہم اپنے عہد پر قائم ہونگے تم معجزہ دکھاؤ، ہم اونٹنی کو کچھ نہیں کہیں گے اور تم پر ایمان لے آئیں گے اگر تم نے یہ معجزہ نہ دکھایا تو تم بھی اچھی طرح جان لو کہ پھر ہم تم کو اذیت دیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے معجزہ ظاہر کرنے کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو وحی نازل کی اے صالح! ہم نے تجھ سے چار ہزار سال پہلے اسی پتھر میں اونٹنی پیدا کر رکھی ہے۔ چنانچہ فوراً ہی اس پہاڑی میں حرکت ہوئی اور قدرتِ الٰہی سے ویسی ہی اونٹنی برآمد ہوئی جس کا قوم ِثمود نے مطالبہ کیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد اس اونٹنی نے ایک بچہ بھی جنم دیا اور یہ دونوں جنگل میں چلنے پھرنے لگے۔

اس معجزے کے بعد قوم ِثمود میں کچھ لوگ آپ پر ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی یہ اونٹنی پہاڑ پر رہا کرتی تھی۔ قوم ِثمود کے سات قبیلے تھے جو ایک ہی کنویں سے پانی پیا کرتے تھے یہ کنواں پانی سے بھرا رہا کرتا تھا۔ شرط کے مطابق جب یہ اونٹنی پانی پینے آتی تو کنویں کا سارا پانی پی جاتی۔ ایک قطرہ کنویں میں نہ رہتا۔ وہ جتنا پانی پیتی اسی قدر دودھ بھی دیتی۔ ساتوں قبیلے دودھ پی کر خوب شکم سیر ہو جاتی اور گھروں میں دودھ برتنوں میں بھر کر رکھ لیتے۔ اس دودھ کا گھی مکھن بنا کر دوسرے شہروں میں جاتے اور تجارت کرتے اور خوب دولت کماتے۔ تھوڑے ہی عرصے میں قوم ِثمود مالدار بن گئی۔ کہتے ہیں کہ چار سو سال تک قوم ِثمود اونٹنی سے فائدہ اُٹھاتی رہی۔ مگر جب کفرانِ نعمت کیا تو انہوں نے اپنی ہلاکت کا سامان جمع کرنا شروع کر دیا۔

قوم ِثمود میں ایسے لوگ بھی تھے جو اونٹنی کے وجود کو اب برداشت نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک دن بیٹھ کر باہم مشورہ کیا کہ اس اونٹنی سے ہمیں بہت نقصان ہو رہا ہے۔ کنویں کا سارا پانی پی جاتی ہے جس سے ہمارے باغات خشک ہو گئے، دوسری طرف صالح (علیہ السلام) غریبوں اور کمزوروں میں پانی تقسیم کر رہے ہیں اس سے وہ لوگوں میں مقبول ہو جائینگے، اس طرح ثمود قوم کا نام ختم ہو جائے گا۔ کسی طرح ان کی اونٹنی کو ختم کیا جائے۔ ثمودی نئے نئے منصوبے تیار کرنے لگے۔

قوم ثمود میں ایک نہایت حسین وجمیل عورت رہا کرتی تھی۔ قوم کے بہت سے لوگ اس کے حسن و جمال پر فریفتہ تھے۔ وہ عورت بہت سے اونٹوں کی مالکہ تھی۔ اس کے دل میں حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے حسد پیدا ہوئی، وہ چاہتی تھی کہ کوئی اس اونٹنی کو قتل کردے تا کہ اس کے اونٹ جنگل میں آزادی سے چارا چرسکیں۔ ایک دن اس عورت کے پاس دو مرد آئے۔ اس مہ جبیں نے ان مردوں سے کہا، اگر تم دونوں اونٹنی کو قتل کردو تو میں اور میرا تمام مال تمہارا ہے۔

چنانچہ ان دونوں عاشقوں نے اس ناپاک منصوبے پر عمل کیا اونٹنی جب کنویں پر پانی پینے لگی تو ان دونوں نے اونٹنی پر تلوار سے حملہ کردیا اونٹنی منہ کے بل گر پڑی جب ثمود قوم کو اطلاع ملی تو وہ بھی خوشی سے دوڑے چلے آئے اور سب نے مل کر اونٹنی کو قتل کردیا اور اس کا گوشت آپس میں تقسیم کرلیا۔ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے قتل پر روتا ہوا حضرت صالح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور تین بار ہائے میری ماں! ہائے میری ماں! کہہ کر اسی پہاڑی کی طرف دوڑ گیا جہاں سے اس کی ماں برآمد ہوئی تھی اور نگاہوں سے غائب ہوگیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کی اس نازیبا حرکت پر کہا اب تمہاری ہلاک کا وقت آگیا ہے تین دن کے بعد تم خدا کے قہر کا شکار ہوجاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تیسرے دن حضرت جبریل امین نے قوم ثمود کے مکانات ہلادیئے قوم گھبراہٹ کے عالم میں گھروں سے باہر آگئی پھر ایک خوفناک چیخ فضا میں بلند ہوئی جس سے ثمود قوم کے دل دہل گئے۔ یکا یک آسمان سے آگ برسنا شروع ہوئی اور چشم زدن میں قوم ثمود اللہ اور اس کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی کرنے کے سبب صفحۂ ہستی سے مٹادی گئی۔ شانِ قدرت دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی ملک ایک ہی سرزمین ایک ہی علاقہ میں کفار ومشرکین کو ہولناک عذاب سے تباہ کردیا مگر اپنے نبی اور ان کے ماننے والوں کو ذرا سی بھی تکلیف نہ ہونے دی ایمان والوں کو اس ہولناک تباہی سے بچا لیا۔ یہی معاملہ قیامت کے دن مومنوں اور کافروں کے ساتھ ہوگا کافر سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے اور مومن قدرتِ الٰہی سے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

مواہب علمیہ میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اہل ایمان کو اپنے ہمراہ لے کر یمن تشریف لے گئے۔

حاشیہ جلالین میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے دوسو اسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا، آپ کا انتقال حرم مکہ میں ہوا صفاومروہ کے درمیان آپ کا مدفن ہے۔

ثمود قوم کے خاتمہ کے بعد شیطان ابلیس نے لوگوں کو گمراہ کرنے اور بت پرستی پر لگانے کا جو ناپاک منصوبہ بنا رکھا تھا اس کو جاری رکھا۔لوگ انبیائے کرام کی تعلیمات کو بھلا کر مال و دولت کے تابع ہو گئے۔ بت پرستی بری طرح لوگوں کے دِلوں میں جڑ پکڑ چکی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح اور ہدایت کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت نوح علیہ السلام تک شجرہ نسب حسبِ ذیل ہے۔

(ملاحظہ کیجئے تفسیر حقانی)

حضرت ابراھیم علیہ السلام
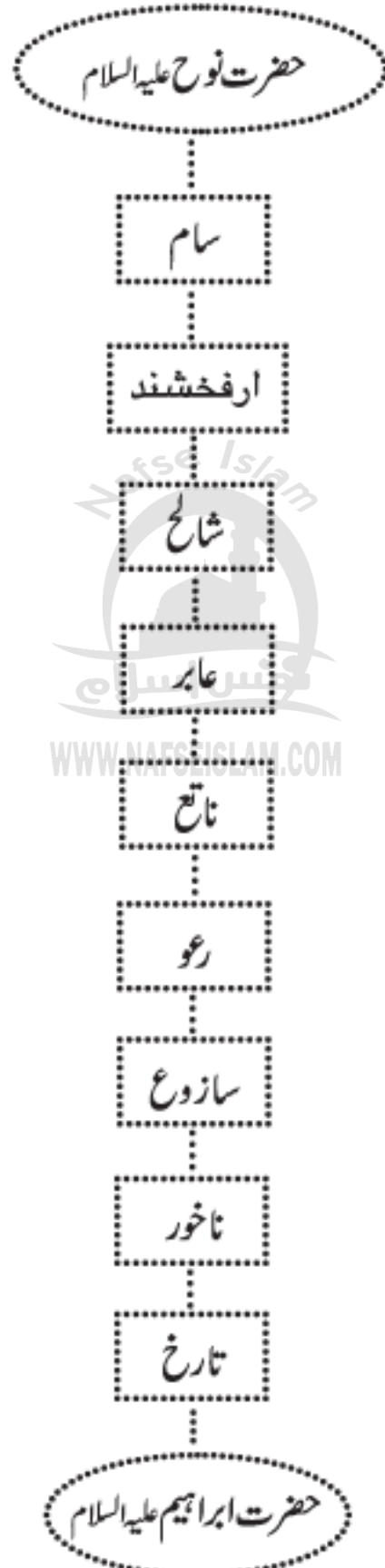
حضرت ابراھیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔ آپ طوفانِ نوح کے سترہ سو نو سال کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار تین سو سال پہلے پیدا ہوئے۔

مذکورہ بالا شجرہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شجرہ نسب نو واسطوں کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ جبکہ پانچ واسطوں کے بعد عابر پر جا کر حضرت صالح علیہ السلام سے اور آٹھ واسطوں کے بعد حضرت سام پر حضرت ہود علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا۔ ابھی آپ چھوٹے ہی تھے کہ آپکے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی دیکھ بھال آپ کے چچا آزر نے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کو باپ کی طرح سمجھتے تھے۔ ان دِنوں پورے ملک میں بت پرستی کا رواج تھا۔ آپ کے چچا آزر بھی بت پرستی کرتے اور پتھروں سے بت بنا کر بیچا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب جوان ہوئے تو لوگوں کو بت پرستی کرتے ہوئے پایا۔ آپ اللہ کے نبی تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے نوازا تھا۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو بت پرستی سے منع کیا۔ مگر قوم بت پرستی سے باز نہ آئی۔ ایک دن پوری قوم سالانہ میلہ دیکھنے شہر سے باہر گئی ہوئی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بت خانے میں جا کر تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ چنانچہ لوگ آپ کے مخالف ہو گئے اور نمرود بادشاہ نے آپ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا لیکن آگ حکمِ الٰہی سے ٹھنڈی ہو گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شادی آپ کے ایک چچا یاران کی بیٹی سے ہوئی جس کا نام سارہ تھا۔ نمرود کی حکومت میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا تو آپ ملک بابل نینوا کو چھوڑ کر مصر میں قیام پذیر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو حسن و جمال کے ساتھ خوب نوازا تھا۔ مصر کے بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ ایک مسافر کی بیوی بہت حسین ہے تو اس نے حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھیننا چاہا اور حضرت سارہ کو جبراً اپنے محل میں طلب کر لیا اور جب بری نیت سے حضرت سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اسی وقت اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا اور تکلیف کی وجہ سے حضرت سارہ سے کہنے لگا کہ مجھے معاف کر دو اور میرے حق میں دعا کر دو۔ حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے مولا! اگر یہ اپنے قول میں سچا ہے تو اس کے ہاتھ کو اچھا کر دے، اسی وقت ہاتھ اچھا ہو گیا۔ اس نے اپنی کنیز ہاجرہ کو بطورِ تحفہ حضرت سارہ کو دے دیا اور حضرت سارہ نے اپنی لونڈی ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دے دیا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں ہوئیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ سے کوئی اولاد ابھی تک نہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حضرت سارہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ سے حسد کرنے لگیں۔ ایک دن حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا، میں ہاجرہ کے ہمراہ نہیں رہ سکتی۔

میرے چونکہ ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے دل میں حسد اور کینہ کی آگ بھڑک اُٹھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے چنانچہ آپ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ سے الگ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور ایک رات حضرت ہاجرہ اور شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ کے پہاڑی اور صحرائی علاقے میں لے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کچھ خوراک و پانی دے کر اس وِیرانے میں اللہ کے بھروسے پر چھوڑ دیا۔ اس وِیرانے میں کھانے پینے کی دور تک کوئی چیز میسر نہ تھی۔ خوارک اور پانی کا ذخیرہ جب ختم ہوگیا تو معصوم حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بلکنے لگے۔ حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں پہاڑوں کے سات چکر لگائے مگر پانی نہ ملا۔ جب حضرت ہاجرہ روتے اور بلکتے ہوئے شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمین پر لیٹے ہوئے رو رہے ہیں اور قدم زمین کے جس حصے سے لگ رہے ہیں وہاں پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے اور پانی اس قدر تیزی سے بہنے لگا کہ حضرت ہاجرہ بے ساختہ زم زم (یعنی رُک جا رُک جا) کہنے لگیں۔ یہ وہی آبِ زم زم ہے جسے حج وعمرہ کرنے والے زائرین بطورِ تبرک پیتے ہیں اور واپسی پر اپنے گھروں میں لاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی حضرت ہاجرہ کے پاس آتے۔ ان کی خیریت پوچھتے اور کچھ وقت گزار کر چلے جاتے۔ راہ چلتے مسافروں نے جب اس وِیران پہاڑی اور صحرائی علاقے میں پانی کا چشمہ اُبلتا ہوا دیکھا تو آہستہ آہستہ لوگ وہاں آباد ہونے لگے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو آپ نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی جب خانہ کعبہ تعمیر ہو چکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقدس موقع پر اپنا دامن بارگاہِ خداوندی میں پھیلا دیا اور اپنے ہاتھوں کو دعاؤں کیلئے اُٹھایا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے، یاالٰہی! میری اور میرے بیٹے اسماعیل کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور میرے اس بیٹے اسماعیل کو زندگی کی آخری سانس تک اپنے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے کی توفیق دے۔

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی موجودگی میں خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر مزید رقت کے ساتھ گڑگڑا کر فخر کائنات، پیغمبر آخرالزماں کی آمد کی دعا کرتے ہیں جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتك
و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ و یزکیھم ط (پ ا۔سورۃ البقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: اے ربّ ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آمین کہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کیلئے کی تھی کہ اے مولا! میرے اس بیٹے کی نسل سے وہ مقدس اور برگزیدہ رسول پیدا کر جس پر ایمان لانے اور جن کی مدد کرنے کا تو نے عالم ارواح میں انبیاء کی ارواح سے عہد لیا جو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں خوب صاف اور ستھرا کردے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر سے کچھ عرصہ قبل جرہم قبیلے کے کچھ لوگ خانہ کعبہ کے اطراف آکر آباد ہو چکے تھے۔ جو اس وقت کے حساب سے خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی اسی قبیلے کی ایک لڑکی سے ہوئی یہ شادی زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی۔ اس دوران حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا بھی انتقال ہوگا۔ کچھ عرصے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس بنی جرہم قبیلے کی دوسری خاتون سے نکاح فرمایا۔ یہ خاتون نہایت سلیقہ شعار اور نیک سیرت تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رفیقہ حیات بننے کا شرف جس خاتون کو حاصل ہوا اس کا نام...... بنت ومضاض تھا۔ ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بارہ فرزند اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سو سال کی زندگی پائی۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اولاد نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ہاجرہ سے الگ ہوگئی تھیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اولادِ نرینہ عطا فرمائی۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرہ برس کے تھے اس وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے (دوسری ماں جائے) بھائی تھے۔

آپ ملک کنعان جسے آج کل شام کہا جاتا ہے میں اپنی والدہ حضرت سارہ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ کنعان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی نحود کا قبیلہ بھی آباد تھا اسی قبیلے میں آپ کی شادی ہوئی۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام منصبِ نبوت پر فائز تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو دو جڑواں فرزند عطا فرمائے۔ ایک کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام اور دوسرے کا نام حضرت عیص (عیسو) تھا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو پیغمبر بیٹوں سے دو الگ الگ نسلیں چلیں۔ ایک بنو اسماعیل دوسری بنی اسرائیل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلسلہ نسب حسبِ ذیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے نام)

حضرت اسماعیل علیہ السلام — حضرت اسحٰق علیہ السلام

(حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے نام)

نبایوط	قیدار	ادب ایل	سمع	دومہ	مسا	حدود	تیما	جلور	نفیس	قدمہ	مبشام

(حضرت اسحٰق علیہ السلام کے دو بیٹوں کے نام)

حضرت یعقوب علیہ السلام — عیص (عیسو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
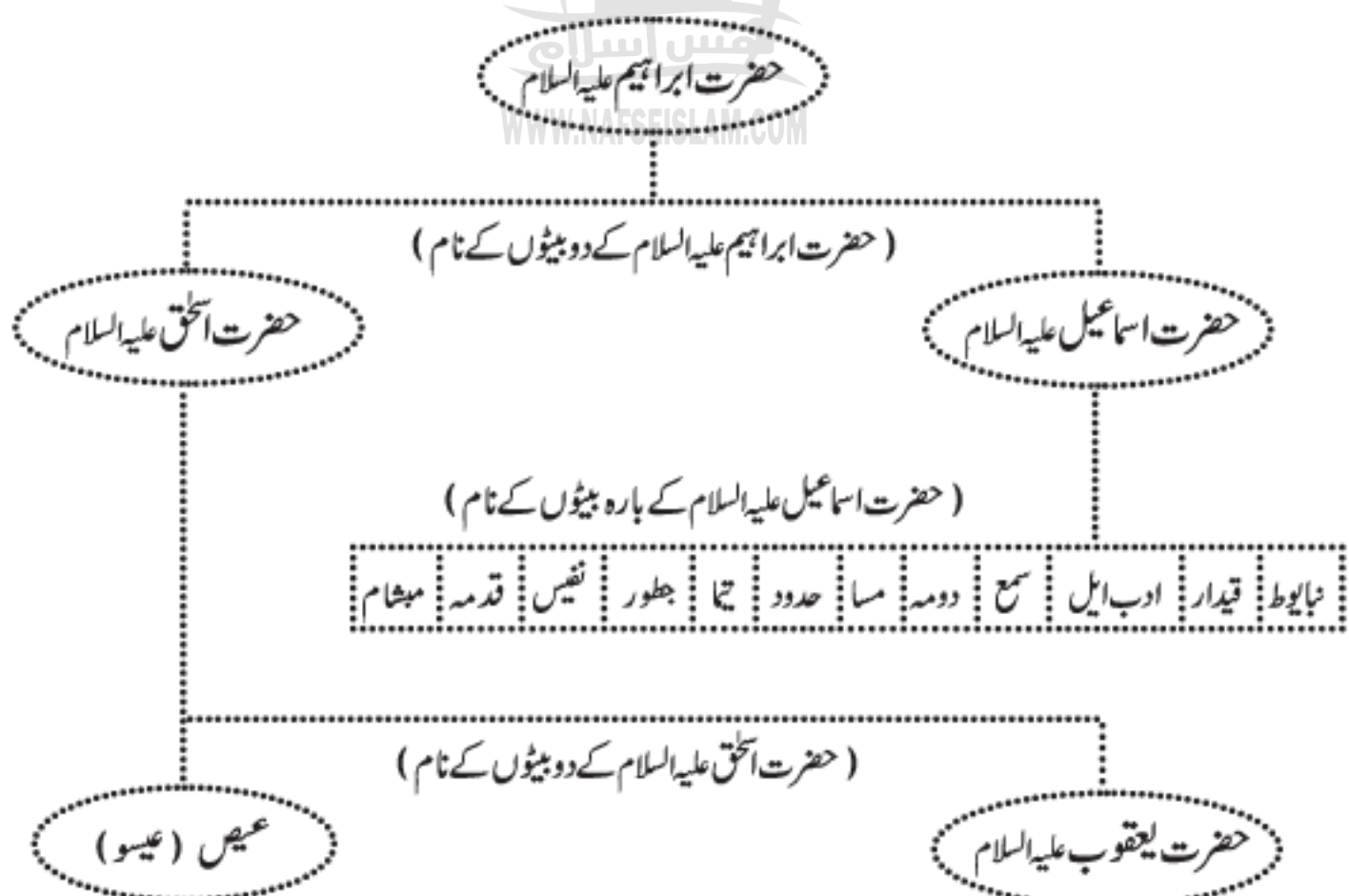
اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا، زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، انسان، حیوان، جن، فرشتے، انبیاء، جنت، دوزخ غرض یہ کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ تفسیر بحر العلوم میں ہے کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک نور پیدا فرمایا جو تمام مخلوقات کی پیدائش سے گیارہ لاکھ بارہ ہزار سال تک مقامات توحید، مغفرت، ایمان، خشوع وخضوع، امانت اور خشیت میں رہا اور سالہا سال تک حالتِ نماز، سجدہ، رکوع، قیام اور تشہد میں مشغول رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نور سے ایک جوہر پیدا کیا۔ پھر اس جوہر کے دس حصے کیے۔ ایک حصے سے عرش پیدا کیا، دوسرے حصے سے قلم پیدا کیا، تیسرے سے لوح، چوتھے سے چاند، پانچویں سے سورج، چھٹے سے آٹھ جنتیں، ساتویں سے دن، آٹھویں سے فرشتے، نویں سے کرسی پیدا کیں اور دسویں سے ایک مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی روح پیدا فرمائی۔

مرصاد العباد میں تحریر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مقدس نور کو پیدا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ اس نور پر نگاہِ رحمت ڈالی تو وہ نور حیا کے باعث پسینہ پسینہ ہو گیا اور حیا کا غلبہ اس قدر رہا کہ پسینے کے قطرے پانی کی شکل میں ہو گئے۔ ان قطروں سے انبیائے کرام کی روحیں پیدا ہوئیں۔ انبیائے کرام کی روحوں سے اولیائے کرام کی روحیں پیدا ہوئیں۔ اولیائے کرام کی روحوں سے نیک اطاعت گزار بندوں اور گناہگاروں کی روحیں وجود میں آئیں اور گنہگار بندوں کی روحوں سے منافق، کافر کی روحیں پیدا ہوئیں۔ انسانی ارواح سے فرشتوں کی روح ظہور میں آئیں۔ ارواح ملائکہ سے ارواحِ جن اور ارواحِ جن سے ارواح شیاطین پیدا ہوئیں۔ ارواح انسانی سے ارواحِ حیوانات بھی پیدا ہوئیں اور اسی انسانی ارواح سے نباتات اور عناصر اربعہ (آگ، مٹی، پانی، ہوا) ظہور میں آئے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ نور مقدس پیدا فرمایا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت تھی نہ دوزخ نہ کوئی فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین نہ چاند نہ سورج۔ نہ کوئی جن نہ کوئی انسان کچھ بھی نہ تھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو نور کو مختلف حصوں میں تقسیم در تقسیم کر کے قلم، قدرت، لوح محفوظ، عرش، حاملین عرش، کرسی، تمام فرشتے، آسمان، زمین، جنت و دوزخ اور ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔ (مواہب لدنیہ، ج ا ص ۹)

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ آپ کے جڑواں بھائی کا نام عیص (عیسو) تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے دادا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کے تایا تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام منصبِ نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی والدہ کا نام ربقہ تھا۔ آپ ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اسرائیل کا لقب عطا ہوا۔ اسرائیل اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی دو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں جن سے بارہ بیٹے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ آپ کا لقب چونکہ اسرائیل تھا، اس لئے آپ کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی تھی۔ یہ قوم مصر میں آباد تھی اور بڑی خوشحال زندگی گزارتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا مگر بدنصیبی سے یہ قوم دین ابراہیمی پر عمل کرنے کی بجائے بت پرستی کرنے لگی۔ اس قوم میں زیادہ تر لوگ بت پرستی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے بہت سے نبی بھیجے اور انہیں بت پرستی سے منع کیا مگر یہ قوم اس نازیبا حرکت سے باز نہ آئی۔ پیغمبر آخر الزماں کے سوا جتنے پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد دنیا میں تشریف لائے وہ سب حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل سے ہوئے جبکہ پیغمبر آخر الزماں بنو اسماعیل سے ہوئے۔ بنی اسرائیل قوم کا ذکر بار بار قرآن مجید میں آیا ہے۔ بنی اسرائیل میں یوں تو کثیر تعداد میں انبیاء آئے مگر یہاں چند مشہور انبیاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے شروع ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک سو سینتالیس سال کی عمر پائی اور آپ ملک شام میں دفن ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں ایک حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام تک شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام — حضرت اسحٰق علیہ السلام

(حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے نام پہلے لکھے جا چکے ہیں)

حضرت اسحٰق علیہ السلام: حضرت یعقوب علیہ السلام — عیص (عیسو)

(حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے نام جن سے بنی اسرائیل قوم آباد ہوئی)

یہودا	روبیل	شمعون	لادی	ریالون	یشجر	دان	یفتالی	جاد	آشریہ	بنیامین	حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام
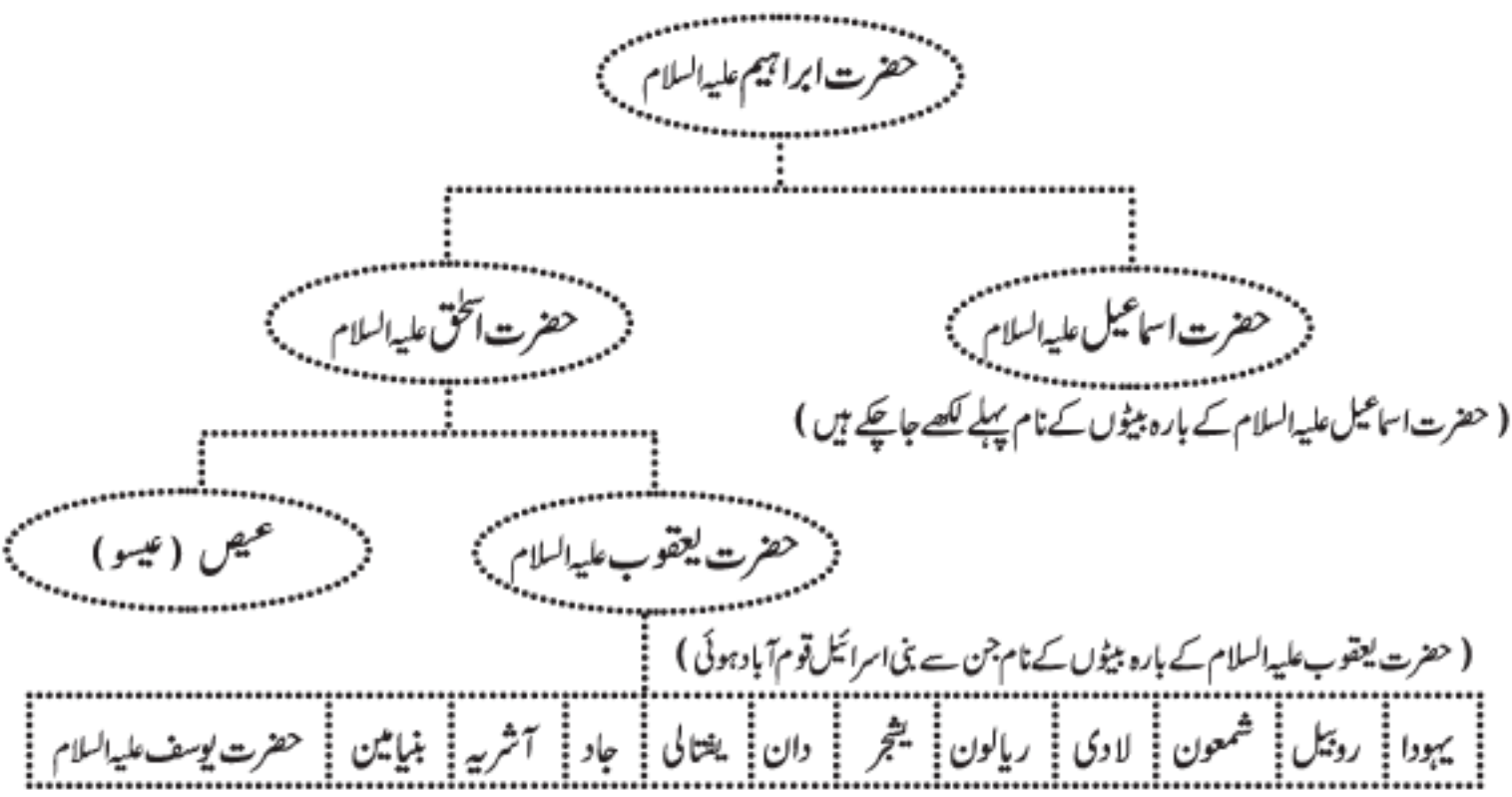
آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔جیسا کہ شروع میں بتایا گیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں جن سے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔پہلی بیوی کا نام لیابنت لیان تھا جن سے چھ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔دوسری بیوی کا نام زلفہ۔تیسری بیوی کا نام باہتہ تھا ان دونوں سے دان، یفتالی، جاد اور آشریہ پیدا ہوئے۔چوتھی بیوی کا نام راحیل تھا جن سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے۔حضرت یوسف علیہ السلام بہت حسین تھے۔حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نورِ چشم حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت پیار کیا کرتے تھے۔آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کی والدہ حضرت راحیل کا انتقال ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت اور حسن و جمال سے نوازا تھا۔حضرت یعقوب علیہ السلام چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت محبت رکھتے تھے اس لئے دوسرے بھائی جو دوسری ماں سے تھے آپ پر حسد کرنے لگے۔حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت زیادہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ آپ کی تمام اولادوں میں اگر کسی کو منصبِ نبوت پر فائز ہونا ہے تو یہی آپ کا بیٹا ہے اس لئے آپ ان سے بے پناہ محبت فرماتے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے دیگر دس بھائی حسد کی آگ میں دن بدن جلنے لگے اور آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کرنے لگے۔یہودا جوان بھائیوں میں سب سے بڑا تھا کہنے لگا کہ یوسف کو قتل نہ کرو یہ ایک جرم ہے البتہ جنگل میں کسی ایک کنویں میں ڈال دو کہ جہاں سے کوئی قافلہ گزرے تو وہ اسے اپنے ساتھ کسی دوسرے ملک میں لے جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بہت چھوٹے تھے ایک دن یہ سارے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا جان! ہمارے چھوٹے بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں جانتا ہوں مگر اسے باہر بھیجنے کی ہمت نہیں پڑتی جب یہ مجھ سے دُور ہوتا ہے تو میں گھبرا جاتا ہوں، تم جہاں جاؤ گے مجھے خوف ہے کہ کہیں صحرا میں کوئی بھیڑیا اسے پھاڑ نہ کھائے۔بھائیوں نے کسی طرح تسلی دی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ہمراہ کھیلنے کے بہانے بیابان جنگل میں لے گئے اور رسی کمر پر باندھ دی۔آپ کا کرتا جسم پر سے اُتار لیا اور ایک گہرے کنویں میں ڈال کر گھر آ گئے اور باپ کو یہ خبر دی کہ صحرا میں یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔حضرت یعقوب علیہ السلام یہ سن کر بے ہوش ہوگئے اور ہوش میں آنے کے بعد آپ اپنے بیٹے کے غم میں اس قدر روئے کہ آپ کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی۔

شانِ قدرت کہ اس کنویں کے قریب سے ایک قافلہ گزر رہا تھا جو پانی کی تلاش میں کنویں کے پاس آیا حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا اور اپنے ہمراہ مصر لے آیا اور ایک مالدار شخص کو فروخت کر دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ بادشاہ نے آپ کو اپنے قید خانے میں بند کر دیا۔ قید خانے میں آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام بتائے۔ آپ لوگوں کو خواب کی تعبیر بھی بتاتے جو سچ ثابت ہوتی۔ ایک دن مصر کے ظالم بادشاہ فرعون نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر سرکاری نجومیوں سے پوچھی۔ سرکاری نجومیوں نے کہا کہ قید خانے میں یوسف نامی قیدی سے تعبیر پوچھی جائے جو دُرست تعبیر بتائیں گے۔ فرعون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکلوایا اور تعبیر پوچھی جو بالکل دُرست نکلی۔ فرعون نے آپ کو آزاد کر دیا اور حکومت کی باگ آپ کے ہاتھ میں دے دی اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بن گئے۔

مختصراً یہ کہ اسی دوران ملک شام میں قحط پڑا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلّہ خریدنے کیلئے مصر آئے۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ مصر کا بادشاہ ان کا بھائی یوسف ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور انہیں معاف کر دیا۔ جب والد کے بارے میں پوچھا تو بھائیوں نے بتایا کہ والد صاحب کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، تم میری قمیض لے جاؤ اور والد بزرگوار کے چہرے پر ڈال دو بینائی آجائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہودا جو بڑا بھائی تھا کُرتا لے کر کنعان یعنی ملک شام پہنچا۔ جیسے ہی کرتا حضرت یعقوب علیہ السلام نے چہرہ سے لگایا آنکھوں کی بینائی بحال ہوگئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ذریعے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور گھر کے تمام افراد کو جن کی تعداد اس وقت ایک قول کے مطابق 96 افراد پر مشتمل تھی مصر بلوالیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ قوم بنی اسرائیل اس قدر تیزی سے پھیلی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک یہ تعداد چھ لاکھ سے زیادہ ہوگئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دورِ حکومت میں اگرچہ بنی اسرائیل کی تعداد کم تھی لیکن ان کی زندگی بڑی خوشگوار گزرنے لگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال اپنے والد کے انتقال کے 23 سال بعد ہوا اور اپنے والد کے قریب ملک شام میں دفن ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹی کا نام رحمت تھا جن کی شادی حضرت ایوب علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام بھی بنی اسرائیل سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام میشا اور دوسرے کا نام افرائیم تھا۔

افرائیم کے ایک بیٹے کا نام نون اور نون کے بیٹے کا نام یوشع تھا۔ یوشع نے طویل عمر پائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک زندہ رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد مصر کی حکومت فرعونیوں کے ہاتھ آ گئی فرعونیوں کو اپنا نفع بت پرستی میں نظر آیا۔ فرعونیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل جو خدا پرست تھے کی مخالفت شروع کر دی۔ وقت گزرتا گیا ان کی مخالفت تیز ہوتی گئی۔ بنی اسرائیل قوم میں تیزی سے اضافہ ہوتا گیا۔ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو تمام سرکاری عہدوں سے معزول کر دیا اور اس قوم کو غلام بنالیا۔ ان حالات میں چار سو سال بیت گئے اور فرعونیوں میں ایک بادشاہ فرعون برسر اقتدار آ گیا۔ وہ بڑا ظالم بادشاہ تھا۔ جب اس کی حکومت مضبوط ہوگئی تو وہ اور بھی مغرور ہوگیا۔ ان تشویشناک حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شجرہ نسب حسبِ ذیل ہے۔
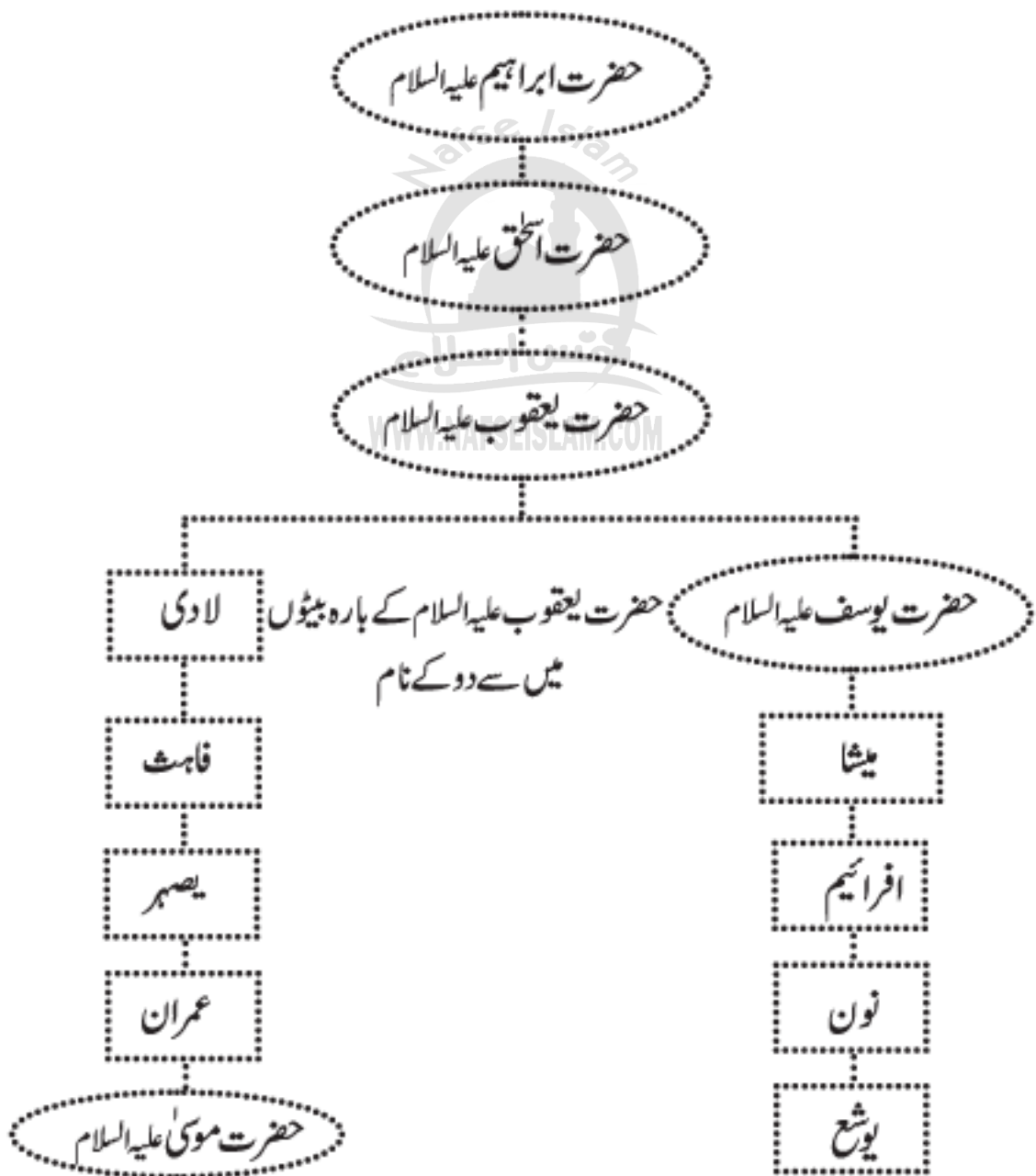
مذکورہ بالا شجرہ کی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب چار واسطوں کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔

(ملاحظہ کیجئے نزہۃ المجالس)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان میں ایک کا نام لادی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی لادی کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام ایک قول کے مطابق یارخا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی کا نام حضرت ہارون تھا۔ اس دور میں مصر میں فرعون بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا۔ یہ بادشاہ انتہائی ظالم و جابر تھا جو قبیلہ قبطیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جب مصر میں آباد ہوئے تو ان کی نسل پورے مصر میں پھیل گئی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد جب فرعون مصر کا بادشاہ بنا تو اس نے قوم بنی اسرائیل سے کہا، ہم نے تمہارے باپ دادا (حضرت یوسف علیہ السلام) کو روپے دیکر خریدا تھا چونکہ تمہارا باپ غلام تھا اس لئے تم سب غلام زادے ہو۔ اس کے بعد فرعون نے قوم بنی اسرائیل کو غلام بنالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس دور میں پیدا ہوئے وہ دور بنی اسرائیل کی غلامی کا دور تھا۔

ایک دن فرعون بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی جانب ایک آگ نکلی جس نے اہل مصر کو گھیر لیا اور تمام قبطیوں کو جلا دیا مگر بنی اسرائیل کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچایا۔ اس خواب کی تعبیر نجومیوں نے یہ بتائی کہ مصر میں ایک بنی اسرائیلی لڑکا پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کو ختم کردے گا۔ چنانچہ فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کردیا جائے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی نسل اس تیزی اور کثرت سے بڑھ رہی تھی کہ فرعون کو اندیشہ لاحق ہوگیا کہ اگر بنی اسرائیل کی پیدائش کی رفتار یہی رہی تو بنی اسرائیل کی اقلیت اکثریت میں بدل جائے گی اور اپنی غالب اکثریت کی بناء پر یہ قوم ملک میں کوئی انقلاب برپا کردے گی۔ چنانچہ اس خدشہ کے پیش نظر بنی اسرائیل کی نسل کشی کا ظالمانہ حکم دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے انتقال کے چار سو سال بعد اسی ظالم فرعون کے دورِ حکومت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ ایک قول کے مطابق فرعون نے اپنی حکومت کی تباہی کے خوف سے بنی اسرائیل کے ستر ہزار لڑکے قتل کروادیئے۔ (جمیل جلالین)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے فرعون کے خوف سے آپ کو چھپائے رکھا۔ آخر کار ایک دن لکڑی کے ایک صندوق میں ڈال کر دریائے نیل میں صندوق چھوڑدیا۔ دریائے نیل فرعون بادشاہ کے محل کے قریب سے گزرتا تھا۔ جب یہ صندوق بہتا ہوا محل کے قریب سے گزرا تو اس وقت فرعون کی بیوی آسیہ نے بہتے ہوئے صندوق کو پکڑ لیا۔ فرعون کی بیوی آسیہ ایک نیک سیرت رحم دل عورت تھی اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے بچے کو صندوق میں دیکھا تو اس کی پرورش کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ فرعون بادشاہ نے اپنی بیوی کی اس خواہش پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیوی کی گود میں دے دیا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں پرورش پانے لگے۔

قوم بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں انتہائی خوشگوار زندگی گزارتی تھی۔ مگر فرعون کے زمانے میں ان پر تباہی اور مصائب کے پہاڑ توڑے جارہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق کیونکہ قوم بنی اسرائیل سے تھا۔ جب آپ جوان ہوئے تو اپنی قوم (اولادِ یعقوب) کو سخت ترین مشکلات میں مبتلا پایا اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ قوم بنی اسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی پاکیزہ تعلیمات کو بھلا کر کفر وشرک میں مبتلا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو بت پرستی سے روکیں۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے فرعون بادشاہ کو اسلام کی دعوت دی مگر وہ نہ مانا۔ آپ نے اس وقت معجزات بھی دکھائے مگر وہ بادشاہ ایمان نہ لایا۔ پھر آپ نے بنی اسراعیل قوم کی غلامی سے آزادی کا مسئلہ اُٹھایا۔ فرعون اس پر بھی راضی نہ ہوا آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کے ہمراہ رات کے اندھیرے میں مصر سے نکل گئے۔ فرعون بادشاہ کو جیسے ہی پتا چلا تو اس کے لشکری حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا کرنے کیلئے روانہ ہوئے۔ آگے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم تھی جبکہ پیچھے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر تھا۔ راستے میں دریائے نیل حائل ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل پر عصا مارا اور دریا حکمِ الٰہی سے دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور درمیان میں راستہ نکل آیا۔ قوم بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں دریائے نیل پار کرگئی۔ فرعون اور اس کے چھ لاکھ لشکری جب اس راستے سے گزرنے لگے تو جیسے ہی بیچ دریا میں پہنچے دریا کے دونوں حصے باہم مل گئے اور پورا لشکر فرعون سمیت دریائے نیل میں غرق ہوگیا۔ اسطرح قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات مل گئی۔ جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ بنی اسرائیل قوم سابقہ انبیاء کی تعلیمات کو بھلا کر گمراہی میں مبتلا ہوچکی تھی۔ کچھ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاچکے تھے جبکہ زیادہ تر لوگ بت پرستی میں مبتلا تھے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکامات پر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے جاتے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے آسمانی کتاب توریت نازل فرمائی جس میں بنی اسرائیل کیلئے ہدایت اور رہنما اصول ہیں۔ اس ہدایت نامہ پر عمل پیرا ہو کر وہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرسکتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں فرعون کے ظلم سے نجات دے گا تو میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ایک کتاب (توریت) لا کر دوں گا جس میں حرام و حلال اور جائز و ناجائز کا ذکر ہے۔ چنانچہ جب قوم فرعون کے ظلم سے آزاد ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے فرمایا کہ تم کوہ طور پر آجاؤ، چالیس دن کے بعد کتاب توریت دی جائیگی چنانچہ آپ حکمِ الٰہی سے جب توریت حاصل کرنے کوہِ طور پر جانے لگے تو آپ نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی غیر موجودگی میں قوم بنی اسرائیل پر اپنا نائب اور خلیفہ بنایا اور کوہِ طور پر جانے سے پہلے غسل فرمایا، عمدہ لباس پہنا اور روزہ رکھا اور کوہِ طور پر حاضر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے کوہِ طور پر پہاڑ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔

پہاڑ پر موجود زمینی جانور یا شیاطین حتیٰ کہ ساتھ رہنے والے فرشتے کوہِ طور سے دور کردیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے آسمان کھول دیا گیا تو آپ نے کوہِ طور پر کھڑے ہوکر آسمانی فرشتے، عرشِ معلیٰ اور لوحِ محفوظ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلامِ الٰہی سنا تو آپ کو وہ لذت اور سرور حاصل ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی تڑپ پیدا ہوگئی اور بے ساختہ عرض کرنے لگے، اے پروردگار! مجھے اپنا دیدار عطا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ! تم مجھے نہیں دیکھ سکے۔ البتہ میں اپنی تجلیات کا ظہور پہاڑ پر کرتا ہوں تم پہاڑ کو دیکھو۔ اگر تم پہاڑ کو دیکھ لوگے تو مجھے بھی دیکھ لوگے۔ جب اللہ تعالیٰ نے تجلی کوہِ طور پر ڈالی تو پہاڑ پاش پاش ہوگیا اور اس تجلی کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام ارشاد فرمایا وہ کلام تختیوں پر آپ نے لکھ لیا۔ یہ کلام توریت شریف میں ہے۔ آپ چالیس دن تک کوہِ طور پر رہے دس مقدس فرمان آپ کو توریت میں ملے۔ آپ کی غیر موجودگی میں شیطان ملعون نے قوم بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے کیلئے سامری نامی شخص کو استعمال کیا۔ سامری اس دور میں پیدا ہوا تھا جب فرعون بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کروا رہا تھا۔ سامری کی ماں نے پیدائش کے وقت اسے ایک خفیہ جزیرے میں ڈلوا دیا تھا۔ مشیتِ الٰہی تھی کہ وہاں اس کی پرورش ہوئی جب وہ جوان ہوا تو سنار کا کام کرتا۔ اس نے بنی اسرائیل سے سونے کے زیورات حاصل کئے اور انہیں پگھلا کر ایک بچھڑے کی مورتی بنائی۔ اس نے قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے بات کرنے کوہِ طور پر گئے ہیں میں تمہیں خدا یہیں دکھا دوں گا اور وہ بچھڑا قوم کے سامنے کردیا۔ بدنصیبی سے سامری کے کہنے پر یہ قوم بچھڑے کی پوجا کرنے لگی۔ اس موقع پر حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو بچھڑے کی پوجا سے منع کیا مگر قوم نہ مانی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے تشریف لائے تو دیکھا قوم بچھڑے کی پوجا میں مصروف ہے آپ نے غصے میں اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام سے سبب پوچھا تو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا، میں نے اس قوم کو بہت سمجھایا مگر انہوں نے میری ایک نہ مانی۔ اگر میں ان پر سختی کرتا

تو یہ مجھے قتل کر دیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بلا کر اس سے سونے کا بنا ہوا بچھڑا حاصل کیا اور اس میں آگ لگا دی اور قوم کو توریت کے احکام بتائے۔ قوم بنی اسرائیل نے کہا آپ خدا سے ہم کلام ہونے کے دعویدار ہیں لہٰذا جب تک ہم خدا کا کلام اپنے کانوں سے نہیں سنیں گے ہم توریت کے احکام نہیں مانیں گے۔

حکم الٰہی ہوا کہ اے موسیٰ اپنی قوم کے ستر افراد کو لے کر کوہِ طور پر آؤ۔ حکم سنتے ہی ستر افراد کے ہمراہ آپ کوہِ طور پر روانہ ہو گئے۔ کوہِ طور پر ایک بادل کا ٹکڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ستر افراد کے درمیان حائل ہو گیا یہ لوگ تو آواز سنتے ہی سجدے میں گر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوئے۔ ہم کلامی کے بعد جب بادل کا حجاب دور ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان ستر افراد سے کہا اب تو تم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیا۔ لوگوں نے کہا کلام سنا ضرور ہے مگر بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک ہم اپنی آنکھوں سے بھی خدا کو دیکھ نہ لیں آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اسی وقت آسمان سے ایک بجلی گری اور یہ ستر افراد ہلاک ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے مولا میں قوم کے سامنے کس منہ سے جاؤں۔ وہ تو یہی کہیں گے موسیٰ نے ہمارے ستر آدمیوں کو قتل کرا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلداری کرتے ہوئے ان ستر افراد کو زندہ کر دیا۔ اس حقیقت کے باوجود بھی بنی اسرائیل کی سرکشی بڑھتی گئی اور انہوں نے کہا کہ توریت کے احکام بہت سخت ہیں۔ ہم ان احکامات پر عمل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ڈرانے کیلئے کوہِ طور کو ان کے سروں پر فضا میں معلق کر دیا اور سامنے آگ کا شعلہ نمودار ہو گیا۔ سامنے سے پانی کا سیلاب روانہ کر دیا اور کہا کہ اگر تم توریت پر ایمان نہیں لاؤ گے تو ابھی ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ جب ان سرکشوں نے اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کیا تو توریت پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات فرمائی تو اس موقع پر آپ کے ہمراہ یوشع بن نون بھی تھے۔ یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں رہا کرتے اور آپ سے دولتِ علم حاصل کرتے۔

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فخر کائنات پیغمبر آخر الزماں کی بشارت بھی دی۔ آپ نے فرمایا، اے بنی اسرائیلیو! خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، وہ جو کچھ تم سے کہے اس کی سننا۔ (انجیل: رسولوں کے اعمال باب ۳ آیت ۲۱، ۲۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبی آخر الزماں کی ایک اور موقع پر بشارت دی اور ارشاد فرمایا، خدا سینا سے نکلا سعیر سے چمکا اور فاران ہی کی پہاڑیوں سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب پیدائش باب ۷ صفحہ ۲)

مذکورہ بالا قول عیسائیوں کی معتبر کتاب سے لیا گیا ہے اور عیسائی کتاب کے مطابق مذکورہ بالا قول میں خدا سے مراد پیغمبر آخر الزماں ہیں۔

جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے یوشع بن نون کو اپنا ولی عہد بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال 123 سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کے انتقال سے ایک سال پہلے آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تھا اور آپ نے بیت المقدس میں مدفن ہونے کی خواہش کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام بھی قوم بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے۔آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہودا کی نسل میں سے تھے۔ایک قول کے مطابق آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو ننانوے سال بعد دنیا میں تشریف لائے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد قوم بنی اسرائیل بیت المقدس کے قریب آباد تھی اور انکے پاس تابوت سکینہ تھا جو برسوں سے بحفاظت چلا آرہا تھا تابوت سکینہ یعنی ایک ایسا صندوق تھا جس میں توریت شریف کا نسخہ تھا،حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی پگڑی حفاظت سے رکھی تھی۔جب قوم بنی اسرائیل کسی محاذ پر جنگ کیلئے جاتی تو تابوت سکینہ کو سامنے رکھ کر اس کے وسیلے سے کامیابی کی دعا کرتی جس سے وہ فتح حاصل کرتے۔ایک مرتبہ کسی طاقتور قبیلے نے قوم بنی اسرائیل پر حملہ کردیا اور تابوت سکینہ چھین کر لے گئے اور اس مقدس تابوت کی بے حرمتی کی۔اللہ تعالیٰ نے تابوت کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے اس قوم پر عذاب نازل فرمایا یہ قوم بیماری میں مبتلا ہوئی۔آخر کار تابوت سکینہ واپس بنی اسرائیل قوم میں روانہ کردیا۔اس وقت قوم بنی اسرائیل پر تالوت بادشاہ حکومت کرتا تھا۔تالوت بادشاہ کے فوجی لشکر میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی شامل تھے۔ایک مرتبہ تالوت بادشاہ کی جالوت بادشاہ سے جنگ ہوگئی اور جالوت بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں مارا گیا۔اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل قوم میں بہت مشہور ہوگئے۔تالوت بادشاہ نے خوش ہوکر اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد علیہ السلام سے کردیا اور اپنی حکومت میں شریک کرلیا۔جب تالوت کا انتقال ہوتو آپ پورے ملک کے بادشاہ بن گئے۔آپ نہایت عبادت گزار نبی تھے۔آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو از سر نو زندہ کیا اور بنی اسرائیل قوم کی مسلسل رہنمائی فرمائی۔آپ پر اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب زبور نازل فرمائی جسے تلاوت فرماتے۔آپ کی سریلی آواز سن کر اُڑتے ہوئے پرندے،راہ چلتے لوگ رُک جاتے۔آپ نے بیت المقدس تعمیر کرانا چاہا جس کیلئے بہت سامان جمع کیا مگر تعمیر نہ ہوسکا۔آپ کا سو سال کی عمر میں انتقال ہوا۔آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوئے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس نور سے سارے عالم و کائنات کی تخلیق فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل کو انسانوں کی ہدایت کیلئے دنیا میں بھیجا۔ ان تمام انبیاء ورسل کی ارواح سے اللہ تعالیٰ نے عالمِ کائنات کے وجود سے پہلے کلام فرمایا جس کی وضاحت قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے:۔

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (سورہ آل عمران:۸۱)

قرآن مجید کی آیتِ مقدسہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کی ارواح سے یہ عہد لیا کہ اے انبیاء کے مقدس گروہ! جب تم دنیا میں بھیجے جاؤ گے تو تم میں ایک مقدس رسول بھیجوں گا اگر تم میں سے کسی کے زمانے میں وہ ہادی کل، فخر کائنات، پیغمبر آخر الزماں تشریف لے آئیں تو تم اس بات کا عہد کرو کہ تم ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی ہر طرح سے مدد کرو گے۔ اس عہد پر تمام انبیاء نے اقرار کیا کہ وہ ضرور اس مقدس نبی پر ایمان لائینگے اور اس کی ہر طرح سے معاونت کرینگے۔ اس آیت کریمہ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ کسی بھی نبی کی موجودگی میں وہ مقدس رسول تشریف لے آئے تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ ان کی رسالت پر ایمان لے آئے اور ان کی اُمت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح انکے دین کی تائید وحمایت اور مدد ونصرت کرے اور تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی اُمتوں سے لیا۔

قرآن مجید کی آیتِ مقدسہ کی تشریحات سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ آنے والا رسول کوئی خاص اہمیت کا حامل ہوگا۔ جن کا دائرہ نبوت کسی قبیلے، قوم یا کسی ایک ملک کیلئے نہیں ہوگا بلکہ وہ نبی دنیا بھر کے تمام انسانوں کا رسول ہوگا۔ جب ہی تو تمام انبیاء ورسل کی ارواحِ مقدسہ کو ان پر ایمان لانے کیلئے کہا گیا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کی ارواح مقدسہ سے لیا جانے والا یہ عہد تخلیق کائنات سے پہلے لیا گیا تھا۔ اس عہد کے بعد دنیا کی تخلیق ہوئی۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے دن زمین پیدا کی۔ منگل کے دن پہاڑ، بدھ کے دن درخت، پانی، آباد اور غیر آباد علاقے تخلیق فرمائے۔ جمعرات کے دن آسمان۔ جمعہ کے دن ستارے، سورج، چاند اور فرشتے پیدا کیے۔ تفسیر زاہدی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے۔

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت داؤد علیہ السلام نے فخر کائنات، پیغمبر آخر الزماں کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا، میں کس لئے طیش میں ہوں اور لوگ کیوں باطل خیال باندھتے ہیں۔ خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف، زمین کے بادشاہ صف آرائی کرکے اور حاکم آپس میں مشورہ کرکے کہتے ہیں، آؤ ہم ان کے بندھن توڑ ڈالیں اور ان کی رسیاں اپنے اوپر سے اُتار پھینکیں۔ خداوند نے کہا، میں قوموں کو تیری میراث کیلئے اور زمین کے انتہائی حصے تیری ملکیت کیلئے تجھے بخشوں گا تو ان کو لوہے کے عصا سے توڑے گا۔ (زبور، باب ۲، آیت ۱تا۹)

حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ بشارت پیغمبر آخر الزماں کیلئے ہے جس میں یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ مخالف قومیں پیغمبر آخر الزماں کے خلاف اتحاد کریں گی اور ان کی بڑھتی ہوئی شہرت کو دیکھ کر خوف زدہ ہوں گی اور ان کو ختم کرنے کی سر توڑ کوشش کریں گی۔ بالآخر دشمن ذِلت و رُسوائی کے ساتھ دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو جائینگے۔ اللہ تعالیٰ پیغمبر آخر الزماں کو فتح و نصرت، کامیابی و کامرانی عطا فرمائے گا اور زمین کے کثیر حصے پر آپ کی حکمرانی قائم ہوگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام منصبِ نبوت سے سرفراز تھے۔ آپ کے والد کا نام حضرت داؤد علیہ السلام تھا۔ آپ کا تعلق بھی قوم بنی اسرائیل سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فیصلہ کرنے کی بہترین سمجھ عطا کی تھی۔ چرند، پرند، انسان، حیوان، جنات آپ کے حکم کے تابع تھے۔ آپ پرندوں کی بولیاں جانتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام قوم بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ تھے جنہوں نے بڑے بڑے عالیشان محل بنوائے۔ سب سے خوبصورت محل یروشلم میں بنایا۔ بیت المقدس کی تعمیر جو آپ کے والد حضرت داؤد علیہ السلام اپنی ظاہری حیات میں نہ کرا سکے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دورِ حکومت میں اس کی تعمیر مکمل فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دورِ حکومت میں لوگوں کو خدا پرستی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب توریت شریف کی دعوت دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام زندگی کی آخری گھڑیوں میں ایک مرتبہ مصروفِ عبادت تھے، آپ عصا سے ٹیک لگائے حالتِ قیام میں تھے کہ اسی دوران آپ کی روح جسم سے پرواز کر گئی اور آپ عصا کے سہارے کے کھڑے رہ گئے جنات جو آپ کے حکم سے کسی کٹھن کام میں مصروف تھے آپ کے ڈر سے سستی نہیں کرتے تھے۔ آپ کو کھڑا ہوا دیکھ کر اپنے کام میں مصروف رہے اور آپ ایک سال تک اسی طرح حالتِ قیام میں رہے۔ حکمِ الٰہی سے دیمک نے آپ کے عصا کو چاٹنا شروع کر دیا اور نیچے سے اوپر تک اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا جیسے ہی عصا ٹوٹ کر نیچے گرا، حضرت سلیمان علیہ السلام بھی زمین پر آ گئے۔ جیسے ہی آپ زمین پر آئے تو جنات سمجھ گئے۔ جب تک وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے ذمہ لگایا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک سال تک اس طرح کھڑا رہنا آپ کا معجزہ ہے۔ عام انسانی جیتے جی اگر کسی عصا سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو جائے اور اسے اونگھ آ جائے تو وہ اپنا توازن قائم نہیں رکھ پاتا اور کچھ ہی دیر میں وہ زمین پر گر جاتا ہے۔ مگر موت کے بعد تو کھڑا رہنا کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ مرنے کے بعد چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے۔ جسم میں تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام ایک سال تک کھڑے رہے مگر جسم میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ بدن بالکل تر و تازہ تھا چہرہ شگفتہ تھا۔ تعفن اور بوسیدگی کا ظاہر ہونا تو دور کی بات آپ کا لباس تک پاک اور شفاف رہا۔ نہ موسم گرما کی حدت نے جسم اطہر کو متاثر کیا اور نہ ہی موسم سرما کی سردی کا آپ پر اثر ہوا۔ جب انتقال کے بعد ایک نبی کے جاہ و جلال کا یہ عالم ہے تو ظاہری زندگی میں کیا عالم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء بعد انتقال کے بھی شان ارفع کے مالک ہوتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد آپ کا نظام حکومت درہم برہم ہوگیا۔قوم بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروکار تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال تک قوم بنی اسرائیل پورے کنعان کے حکمران اور مالک بن گئے تھے اور یہاں کی حکمرانی حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے تک قائم رہی اور جنہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور بھی دیکھا تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد یہ ایک مرتبہ پھر گمراہی کے راستے پر چل نکلی شیطان نے اس قوم کے دلوں میں خوب وسوسے پیدا کردیئے اور لوگ بت پرستی پر گامزن ہوگئے۔

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پیغمبر آخر الزماں کی بشارت بھی دی اور ارشاد فرمایا، وہ کٹی ہوئی گھاس پر بارش کی مانند اور زمین کو سیراب کرنے والی بارش کی طرح نازل ہوگا۔اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہوگی۔ اس کا نام ہمیشہ رہے گا۔جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا اور لوگ اس کے وسیلے سے برکت پائیں گے۔ (ملاحظہ کیجئے فرمودہ ۷۲)

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاندان کے افراد بیت المقدس میں ہی رہا کرتے اور عبادت کیا کرتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے خاندان سے تھے آپ کا تعلق بھی بنی اسرائیل قوم سے تھا۔ آپ بیت المقدس میں رہا کرتے اور عبادتِ الٰہی میں وقت گزارتے۔ آپ بیت المقدس کی دیکھ بھال بھی کیا کرتے۔ آپ اپنی قوم بنی اسرائیل کو بدکاری اور بت پرستی سے منع فرماتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہ تھی حتیٰ کہ آپ انتہائی بوڑھے ہوگئے۔ چنانچہ آپ نے بڑھاپے کی حالت میں ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اے پروردگار! مجھے اولادِ نرینہ دے تاکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل آئندہ کیلئے جاری رہ سکے اور جو میرے بعد میری جانشینی کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشخبری دی کہ اے زکریا! تمہاری بیوی کے بیٹا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں بیٹا عطا کیا اور اس کا نام آپ نے یحییٰ رکھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام ایشیع تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے مدتوں بعد بنی اسرائیل قوم فتنہ و فساد میں مبتلا ہوگئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل کو سمجھایا مگر وہ اس فتنہ سے باز نہ آئی بلکہ آپ کی دشمن ہوگئی۔ ایک روز آپ تنہا کہیں جا رہے تھے کہ بنی اسرائیل کے یہودیوں نے قتل کے ارادے سے آپ کا تعاقب کیا۔ ایک درخت نے آپ سے کہا کہ آپ میرے اندر تشریف لے آئیں درخت پھٹ گیا اور حضرت زکریا علیہ السلام درخت میں گھس گئے اور درخت باہم برابر ہوگیا۔ یہودی ڈھونڈتے ہوئے جب درخت کے قریب آئے تو شیطان نے اشارہ کر کے بتا دیا کہ حضرت زکریا اس درخت میں چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے درخت پر آرا چلا دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر تین سو سال تھی۔

پیغمبر آخر الزماں کیلئے حضرت زکریا علیہ السلام کی بشارت

حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے بنت صیون! تو نہایت شادمان ہو۔ اے دختر یروشلم! خوب للکار کیونکہ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حلیم ہے۔ وہ قوموں کو صلح کا مژدہ دے گا اور اس کی سلطنت سمندر تک اور دریائے فرات سے انتہائے زمین تک ہوگی۔ (ملاحظہ کیجئے زکریا، باب ۹، آیت ۱۰۹۹)

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ایشیع تھا، جو حضرت مریم کی خالہ تھیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت مریم کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام بچپن ہی سے عبادت گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ تفسیر بحر المواج میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام خوفِ خدا سے اتنا روتے تھے کہ آنسوؤں کے سبب آپ کے رُخساروں کا گوشت گل گیا تھا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام چونکہ بہت عبادت گزار تھے۔ آپ کے زمانے میں ملکہ نامی ایک بیوہ عورت رہا کرتی تھی جس کی ایک لڑکی تھی۔ اس عورت نے کسی مرد سے نکاح کرلیا جو اس ملک کا بادشاہ تھا۔ عورت نے چاہا کہ وہ اپنی بیٹی کو بھی بادشاہ کے نکاح میں دے دے۔ چنانچہ اس عورت نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بلوایا کہ میری بیٹی کا نکاح میرے شوہر سے پڑھوا دیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری بیٹی کا تمہارے شوہر سے نکاح جائز نہیں۔ یہ سن کر وہ عورت غصے سے آگ بگولہ ہوگئی اور اپنے شوہر سے کہا کہ یحییٰ نکاح سے منع کرتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے دربار میں حاضر کردیا۔ وہیں حضرت جبریل امین تشریف لائے اور کہنے لگے اے یحییٰ (علیہ السلام)! اگر آپ کہیں تو بادشاہ کا شہر اُلٹ پلٹ کر رکھ دوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا، اے جبریل! میری تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ میں اس کے ہاتھوں مارا جاؤں۔

آخر اس مردود بادشاہ نے اپنی عورت کی خواہش پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر تن سے جدا کردیا۔ آپ کی شہادت کے بعد اس عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے شوہر (بادشاہ) سے کردیا چند دن بعد وہ عورت کسی کام سے چھت پر گئی ہوا نے اسے اُڑا کر جنگل میں پھینک دیا جہاں خونخوار شیر موجود تھا۔ اس نے اس ملعون عورت کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا اور اس کا شوہر بھی غضبِ الٰہی سے دوچار ہوا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام قوم بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت شریف پر ایمان لانے کا کہا کرتے۔ آپ کے وعظ اور درس و بیان سے لوگ بہت متاثر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر بھی دی۔

پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

لوگ سابقہ انبیاء کے فرمان کے مطابق پیغمبر آخر الزماں کی آمد کے منتظر تھے چنانچہ لوگوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ گمان کیا کہ آنے والا مقدس نبی کہیں آپ تو نہیں۔ آپ نے لوگوں کے اس نظریئے کا رڈ فرمایا اور آپ نے پیغمبر آخر الزماں کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا، جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں۔

(اعمال صفحہ ۱۲۲)

حضرت زکریا علیہ السلام قوم بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زکریا علیہ السلام قوم بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعلق رکھتے تھے۔اسی خاندان سے ایک عمران نامی شخص تھا جو نیک متقی اور پرہیزگار تھا۔جو حضرت زکریا علیہ السلام کا ہم زلف بھی تھا یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کی بہن اس کے نکاح میں تھی جو رِشتے میں حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھی اس کا نام حنہ تھا۔ یہ خاتون بھی بڑی نیک اور متقی تھی۔عمران بیت المقدس ہی میں رہتا، اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ایک مرتبہ اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹے کی خواہش ظاہر کی۔اسے بڑی اُمید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے اولاد ضرور دے گا۔ چنانچہ عمران نے اپنی بیوی حنہ کو بیٹے کی خوشخبری سنائی۔حنہ بہت خوش ہوئی اور یہ منت مانی کہ اگر اللہ نے بیٹا عطا کردیا تو وہ اپنے بیٹے کو بچپن ہی سے بیت المقدس کی خدمت کیلئے وَقف کردیں گی تاکہ وہ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہوجائے۔عمران اپنے بیٹے کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال کرگیا۔شانِ قدرت کہ جب بچہ پیدا ہونے کا وقت ہوا تو بیٹا نہیں بلکہ بیٹی پیدا ہوئی۔ماں نے اس بیٹی کا نام مریم رکھا اور جو نذر مانی تھی اس کے مطابق بیٹی کو بھی بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کردیا۔ بیت المقدس کے متولی اس زمانے میں حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو بیت المقدس میں تورات لکھا کرتے حضرت زکریا علیہ السلام رِشتے میں اس بچی کے خالو اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی تھے۔حضرت زکریا حضرت مریم کی تربیت فرماتے اور ان کی دیکھ بھال بھی کرتے۔حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کیلئے ایک حجرہ بنوادیا جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتیں۔ جب آپ عبادت میں مشغول ہوتیں تو آپ کو طرح طرح کے پھل اور کھانے اللہ کے حکم سے حجرہ میں پہنچ جاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام سمجھ جاتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔جب حضرت مریم بالغ ہوئیں تو ایک دن غسل کرکے کھڑی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل میں فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور حضرت مریم کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ حضرت مریم گھبرا گئیں۔فرشتے نے مریم سے کہا، خوف زدہ نہ ہو میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تمہیں یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ تمہیں ایک صاف ستھرا بیٹا عطا کروں جس کا نام عیسیٰ مسیح ہوگا جو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہے۔حضرت مریم نے کہا، میں ماں کس طرح بن سکتی ہوں ابھی تو میں کنواری ہوں کسی مرد کا ہاتھ میرے نہیں لگا۔حضرت جبریل امین نے کہا، گھبراؤ نہیں وہ لڑکا بغیر باپ کے ہوگا۔خداوند کریم کی روح ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بچے کی روح تمہارے بدن میں آئیگی اور وہ بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوگا، جب وہ بچہ پیدا ہوجائے تو اس کا نام عیسیٰ رکھنا۔ آپ منشائے الٰہی پر خاموش ہوگئیں۔روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبریل امین نے ایک پھونک حضرت مریم کے پیٹ پر پھونکی اور آپ حاملہ ہوگئیں۔فرشتہ جیسے ہی رُخصت ہوا حضرت مریم مسجد اقصیٰ میں عبادت میں مشغول ہوگئیں۔اپنی یہ حقیقت کسی پر ظاہر نہ کی۔آپ دن بھر عبادت کرتیں اور رات بھر روتی رہتیں اور کہا کرتیں اے اللہ! جو معاملہ میرے ساتھ ہوا ہے ایسا کسی پر نہ ہو

میں بے گناہ لوگوں میں رُسوا ہو جاؤں گی۔ میرے ماں باپ میری وجہ سے زمانے میں رُسوا ہوں گے۔ چند روز کے بعد یہ راز بنی اسرائیل پر ظاہر ہو گیا کہ کنواری مریم حاملہ ہو گئی ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے یہودیوں نے آپ پر تہمت لگانا شروع کر دی کہ تو حاملہ کیسے ہوئی تو نے بدکاری کی ہے۔ حضرت مریم خاموش رہتیں جواب نہ دیتیں۔ جیسے ہی بچہ کی پیدائش کا وقت قریب ہوا تو آپ خاموشی سے بستی سے باہر جنگل کی طرف چلی گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے دو ہزار تین سو سال بعد ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 175 سال کی طویل عمر پائی تھی آپ نے اپنے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنی حیات ہی میں دیکھا تھا جو بنی اسرائیل کے بانی تھے۔اس طرح قوم بنی اسرائیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک دو ہزار ایک سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام حضرت مریم تھا جو بنی اسرائیل قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں آپ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت مریم آپ کی پیدائش پر خوف زدہ تھیں کہ وہ دنیا کے سامنے کیا جواب دے گی۔ جیسے ہی بیٹے کو دیکھا تو کہنے لگیں کاش میں آج کا دن نہ دیکھتی اس دن سے پہلے مجھے موت آچکی ہوتی۔ یکا یک غیب سے آواز آئی اے مریم! غم نہ کر اللہ تعالیٰ نے تیرے قدموں میں روشنی کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ ان دِنوں کھجور کا موسم نہیں تھا آپ کو غیبی حکم ہوا کھجور کے خشک درخت کی ٹہنیاں ہلاؤ۔آپ نے ٹہنیاں ہلائیں تو بے موسم کے کھجوریں درخت سے گرنے لگیں اور درخت کی جڑوں سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔حکم ہوا کھاؤ اور پیو اور سکون سے رہو۔ اگر کوئی تم سے بچے کے بارے میں پوچھے تو اسے اشارہ سے کہنا کہ مجھ سے نہ پوچھو اس بچے سے پوچھو اور ہماری قدرت کی نشانیاں دیکھو۔

حضرت مریم علیہا السلام اپنی خالہ کے ہمراہ جنگل سے واپس بیت المقدس آگئیں۔ بچہ گود میں تھا لوگوں نے ایک مرتبہ پھر ملامت کی کہ یہ لڑکی تو کنواری تھی بچہ کیسے ہوا؟ لوگوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے پوچھا، مریم تم یہ بچہ کہاں سے لے آئی، تمہارا باپ شریف آدمی تھا، جبکہ تمہاری ماں نہایت صالحہ تھی، تم بغیر شوہر کے ماں کیسے بن گئی؟ حضرت مریم اشارے سے فرمانے لگیں، یہ سوال مجھ سے نہیں بچے سے پوچھ لیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چند دِنوں ہی کے اپنی ماں کی گود میں تھے کہ آپ نے لوگوں سے کلام فرمایا۔

اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی منتخب فرمایا ہے اور مجھے انجیل کتاب دی جائے گی۔لوگو! خدا کی عبادت کرو، نماز ادا کرو، زکوٰۃ دو، بدکاری چھوڑ دو، میں جہاں بھی ہوں گا، رحمت و برکت کا سرمایہ ہوں گا اور جب اس دنیا سے رُخصت ہو جاؤں گا تو دوبارہ زندہ ہوں گا۔آپ نے لوگوں کو انجیل پڑھ کر سنائی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر لوگ حیران ہوگئے کہ چند گھنٹے کا بچہ کلام کر رہا ہے۔ مستقبل کی خبریں دے رہا ہے۔ آناً فاناً یہ خبر ہر سمت پھیل گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کا باپ نہیں، اس کی ماں نے شادی نہیں کی اور لوگوں سے کلام کرتا ہے اور یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور کتاب انجیل لایا ہے۔ جب یہ خبر بنی اسرائیل کے علماء کو پہنچی تو بہت سے علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ لیکن بعض علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات کے علاوہ کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانتے۔ ہمارے لئے جو کچھ بھی ضروری ہے وہ سب کچھ تورات میں ہے۔ تورات کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کی صداقت کا انکار کرنے والے بنی اسرائیل کے یہودی تھے۔ یہودی حاکم نے حضرت مریم علیہا السلام کو پیغام بھیجا کہ اگر تم سچی ہو تو پھر بھی لوگ تمہاری سچائی کو قبول نہیں کریں گے اور تمہاری جان کو خطرہ بن جائیں گے لہٰذا بغیر کسی تاخیر کے بچے کے ہمراہ اس شہر سے چلی جاؤ۔ حضرت مریم علیہا السلام اپنے شیر خوار بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر بیت المقدس سے راتوں رات نکل گئیں اور مصر کے شہر ناصرہ میں قیام کیا۔

ابھی آپ کی عمر تیس سال کی تھی کہ حکم الٰہی ہوا کہ وہ اپنی نبوت کا باقاعدہ اعلان کر دیں اور لوگوں کو دین مسیح اور کتاب انجیل کی دعوت دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو دین مسیح کی دعوت دی۔ دیگر انبیائے کرام کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کئی معجزے عطا فرمائے تھے مثلاً (۱) آپ مردوں کو زندہ فرما دیتے تھے (۲) کوڑھ کے مریض آپ سے شفا پاتے (۳) بیماروں کو تندرست کر دیتے (٤) اندھوں کو بینا کر دیتے اور (٥) آپ غیب کی خبریں بتا دیا کرتے۔

آپ کے ان معجزات کو دیکھ کر بہت سے یہودی آپ پر ایمان لے آئے۔ جبکہ بہت سے آپ کی مخالفت پر اُتر آئے۔ اس طرح بنی اسرائیل قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے عیسائی کہلائے اور جو ان کی مخالفت کرتے وہ یہودی کہلائے۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر ڈٹ گئے اور خاص و عام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر اُکساتے۔ جب یہودیوں کی دشمنی انتہا کو پہنچنے لگی تو آپ نے اپنے ماننے والوں سے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں کو قربان کرنا چاہتے ہیں اور سختی اور تکالیف برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں وہ آگے آجائیں۔ آپ کے بارہ حواری آگے آئے جو دوسروں سے زیادہ قابل اعتماد اور دیندار تھے۔ آپ نے ہر ایک کو ایک ایک جماعت بنا کر مختلف شہروں میں روانہ کیا تاکہ ہر جماعت لوگوں کو دین مسیح کی دعوت دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بھی تبلیغ کیلئے نکلتے اور دین حق کی دعوت دیتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں شادی نہیں کی۔ آپ انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے، میرا سرمایہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے دوستی ہے۔ جو لوگ میرے ہمراہ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور معجزات کو دیکھ کر لوگ آپ کے پیروکار بننے لگے۔ آپ کی بڑھتی ہوئی شہرت اور عزت وعظمت کو دیکھ کر یہودی آتش نمرود کی طرح جلنے لگے اور کہنے لگے اگر عیسیٰ اسی طرح تبلیغ کرتے رہے اور یہ زندہ رہے تو ہمارا دین موسوی ختم ہو جائے گا لوگ تورات چھوڑ کر انجیل پر ایمان لے آئیں گے لہٰذا عیسیٰ کو قتل کردیا جائے۔ اس ناپاک مقصد کو لے کر یہودی اپنے بادشاہ کے پاس گئے جس کا نام یہودا تھا یہودی کہنے لگا کہ عیسیٰ کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے آپ کی دعا سے لوگ خنزیر بن جاتے ہیں ہم اور تم چونکہ اس کے مخالف ہیں بس وہ تمہارے حق میں بددعا نہ کردیں اگر انہوں نے ایسا کردیا تو تمہاری حکومت ختم ہو جائیگی۔ یہودا بادشاہ نے یہودیوں کے کہنے پر ططیانوس نامی ایک شخص کو منتخب کردیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کو قتل کردے۔ اسے تیس دِرہم کا لالچ دیا۔ وہ لالچی ططیانوس جو بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتا بھی تھا گویا وہ منافق تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے پہلے ہی ارشاد فرمادیا تھا کہ آج صبح سے پہلے مجھے ایک شخص چند دِرہم کے عوض فروخت کردے گا۔ چنانچہ یہودیوں نے چند خطرناک لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کیلئے روانہ کردیا۔ ان لوگوں کا سربراہ ططیانوس تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہودیوں کی سازش کا علم ہوا تو آپ اپنے چند حواریوں کے ہمراہ ایک مکان میں چھپ گئے۔ قاتلوں کا سرغنہ ططیانوس آپ کا تعاقب کرتا ہوا اس مکان میں داخل ہوا جہاں آپ چھپے ہوئے تھے۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کی کوشش کی۔ عین اسی وقت حکم الٰہی سے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اُٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ لوگوں کی نظروں سے آپ کو پوشیدہ کردیا۔ کسی نے آپ کو آسمان پر جاتے نہیں دیکھا۔ ططیانوس جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے مکان کے اندر داخل ہو چکا تھا' شانِ قدرت کہ اسکی شکل اور آواز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جیسی ہوگئی اور اس کے ساتھیوں نے ططیانوس کو مسیح ابن مریم سمجھ کر گرفتار کرلیا وہ چلا چلا کر کہنے لگا میں تو تمہارا ساتھی ہوں۔ لیکن اس کی بات کسی نے نہ سنی بلکہ وہ کہنے لگے اے عیسیٰ! تم نے ہمارے ساتھی ططیانوس کو قتل کردیا اور اب ہمیں دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے اسے پکڑ کر اس کے منہ پر تھوکا۔ اس کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر کانٹوں کا تاج سر پر پہنایا پھر اسے یہودی بادشاہ کے دربار میں لے گئے جہاں اسے حضرت عیسیٰ سمجھ کر سولی پر لٹکا دینے کا حکم ملا۔ جب وہ صلیب پر لٹکایا جانے لگا تو وہ عبرانی زبان میں فریاد کرتا رہا آخر کار اسے سولی پر چڑھادیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت آسمان پر اُٹھائے گئے اس وقت آپ کی عمر 33 سال تھی۔ آپ نے اعلانِ نبوت کے بعد صرف تین سال لوگوں کو دین مسیح کی دعوت دی۔ آپ پر نازل ہونے والی انجیل میں آپ کے معجزات کا ذکر ہے۔

مقدس نبی پیغمبر آخر الزماں کی بشارت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیغمبر آخرالزماں کی بہت سی بشارتیں دیں جن میں ایک بشارت بیان کی جاتی ہے۔ آپ نے حواریوں سے فرمایا، اوراب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ ہوجائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (انجیل، باب ۱۴، آیت ۲۹، ۳۰)

انجیل کی اس آیت میں اعلان کیا گیا ہے کہ میرے بعد آنے والا دنیا کا سردار ہوگا۔

عیسائیت کا وجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود مبارک سے قائم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو جو انجیل کی تعلیم دی اور جنہوں نے اس تعلیم کو مانا وہ اہل ایمان گویا مسلمان تھے۔ آپ کے دورِ ظاہری میں آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی لیکن آپ کے قابل اعتماد صرف بارہ حواری تھے جو حقیقی عیسائی تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء دنیا میں تشریف لائے سوائے پیغمبر آخرالزماں کے تمام کے تمام اولادِ بنی اسرائیل سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں آیا۔ گویا آپ بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے جبکہ پیغمبر آخرالزماں بنی اسرائیل سے نہ تھے بلکہ بنو اسماعیل سے تھے۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مختصراً تفصیلات آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ آیئے اب بنو اسماعیل کا بھی مختصراً ذکر ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ پانی جمع ہوکر موجیں مارنے لگا پھر پانی کے اوپر آگ پیدا فرمائی۔ آگ سے دھواں نکلا جو ہوا میں معلق ہوگیا۔ آگ میں نور (روشنی) بھی ہے اور اندھیرا (دھواں) بھی، آگ کے نور سے نورانی فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ آگ کے دھوئیں سے شیاطین پیدا ہوئے اور خالص آگ سے جنات پیدا کئے گئے۔ فرشتے چونکہ آگ کے نور سے پیدا کئے گئے اس نورانیت کے سبب فرشتے تمام کے تمام اطاعتِ خداوندی میں لگ گئے، گناہوں سے دور رہے۔ شیاطین دھوئیں سے پیدا ہوئے تو سیاہ کاری، معاصی، ناشکری اور کفر میں مبتلا ہوگئے۔ جنات خالص آگ سے پیدا ہوئے اور آگ نور اور ظلمت کا مجموعہ ہے لہٰذا جنات میں کچھ صفات فرشتوں کی ہے یعنی وہ نیک اطاعت گزار مومن ہیں اور کچھ صفات شیطانی ہیں یعنی ناشکرے، نافرمان، فاسق، ظالم اور کافر بھی ہیں۔

تفسیر بحرالمواج میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر فرشتے، شیاطین اور انسان پیدا کئے اگر ان سب کو جمع کر کے دس حصوں میں بانٹ دیا جائے تو ان میں نو حصے فرشتوں کی تعداد کے برابر ہیں اور ایک حصہ میں جنات، شیاطین اور انسان ہیں۔ فرشتے مختلف شکلوں میں ہوتے ہیں کوئی جانوروں کی شکل میں ہیں، بعض انسان نما ہیں، کچھ چھوٹے بچوں کی شکل کے ہیں یہ تمام فرشتے بارگاہِ خداوندی میں اطاعت وفرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں کچھ فرشتے رکوع میں ہیں کچھ سجدے کی حالت میں ہیں تو کچھ قعدے میں بیٹھے ہیں اور قیامت تک اسی حالت میں ذکرِ الٰہی میں مصروف رہیں گے۔ یہ گناہوں اور خواہشاتِ نفس سے پاک ہیں۔ انہیں کھانے پینے، سونے کی حاجت نہیں، جو کام اللہ نے ان کے ذمہ لگادیا یہ اسی میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا سب سے خاص اور مقرب فرشتہ ہے جو تمام فرشتوں کا سردار ہے۔

تفسیر مواہب علمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین پیدا کی تو وہ متحرک و بے قرار ہونے لگی۔ حق تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کئے کہ اس سے اسے سکون حاصل ہو اور یہ ٹھہر جائے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے دن زمین پیدا کی۔ تفاسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اُنیس پہاڑوں کی میخیں ٹھوک دی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ آسمان جمعرات کے دن بنائے۔ زمین سے پہلے آسمان تک کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی اسی قدر ہے بلکہ ہر ایک آسمان کا ایک دوسرے سے فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت (تیز رفتار) کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں بنائیں۔ ہر زمین دوسری زمین سے پانچ سو سال کی دوری پر شروع ہوتی ہے۔

تذکرہ بنو اسماعیل

جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، جن کے ناموں کی تفصیل بتائی جا چکی ہے۔ ان بھائیوں میں ایک بھائی کا نام قیدار بھی تھا۔ قیدار کی اولاد سے جو نسل چلی وہ عدنان تک پہنچی۔ بعض علماء نے پیغمبر آخر الزماں کا نسب حضرت عبداللہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا اور بعض نے حضرت عبداللہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک شجرہ بیان کیا ہے۔ جبکہ فخر کائنات پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنا شجرہ نسب بیان فرماتے تو عدن پر ختم کر دیتے اس سے آگے نہ جاتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیغمبر آخر الزماں کا شجرہ نسب حضرت عدنان تک بیان فرماتے اور یہ کہتے کہ اس سے اوپر کا ہمیں علم نہیں۔ (الروض الانف، ج ا ص ۱۱)

اوپر دی گئی تحقیق کی روشنی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور عدنان کے درمیان جو نسلیں آئیں اس سے احتیاطی طور پر اجتناب کیا جاتا ہے صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس نسل کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا سلسلہ حضرت عدنان سے پیغمبر آخر الزماں تک پہنچتا ہے۔

عدنان

عدنان، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ آپ کے والد کا نام اُدیا اُود تھا۔ آپ کے دو بھائی تھے نبط اور عمرو انکے نام تھے۔ آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بنی اسرائیل میں تھے اور رشتے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسر تھے۔ عدنان کے دو بیٹے تھے جس کے نام عک اور معد تھا۔

معد

معد، حضرت عدنان کے بیٹے تھے۔ یہ دو بھائی تھے دوسرے بھائی کا نام عک تھا۔ معد کی تعلیم و تربیت اس دور کے بنی اسرائیل کے دو پیغمبر حضرت ارمیاء علیہ السلام اور حضرت ابرخیاء علیہ السلام نے کی۔ شجرہ نسب ملاحظہ کیجئے۔
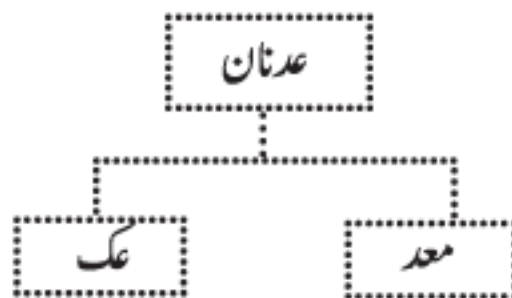
نزار

یہ معد کے بیٹے اور عدنان کے پوتے ہیں۔آپ اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں حسین وجمیل تھے۔آپ کی پیدائش کے موقع پر آپ کے والدین نے شکر الٰہی کے طور پر بہت سے اونٹ ذبح کیے۔

مضر

مضر، حضرت نزار کے بیٹے تھے۔آپ چار بھائی تھے۔مضر، ربیعہ، ایاد اور نمار جن کے نام تھے۔آپ نے روحاء میں انتقال فرمایا۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

عدنان

معد

نزار

انمار	ایاد	ربیعہ	مضر
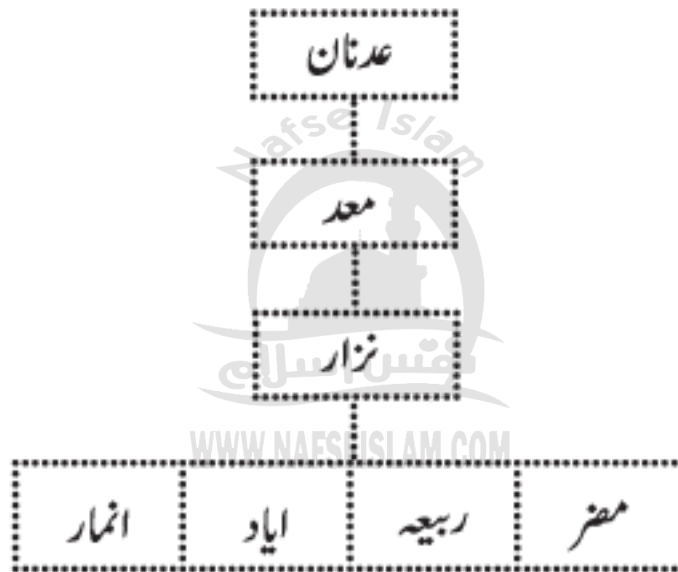
الیاس

الیاس، مضر کے بیٹے تھے۔آپ عرب قبائل کے سردار تھے۔سب سے پہلے بیت اللہ شریف میں جانور کو قربان کرنے کیلئے یہی لائے تھے۔قبیلہ کے سارے لوگ آپ کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔

مدرکہ

آپ الیاس کے بیٹے تھے۔آپ کی والدہ لیلیٰ بنت حلوان یمن کے قبیلے کی قابل احترام خاتون تھیں۔

خزیمہ

آپ کے والد کا نام مدرکہ اور والدہ کا نام سلمٰی بنت اسلم تھا۔آپ کا ایک بھائی تھا جس کا نام ہذیل تھا۔شجرہ حسبِ ذیل ہے؛
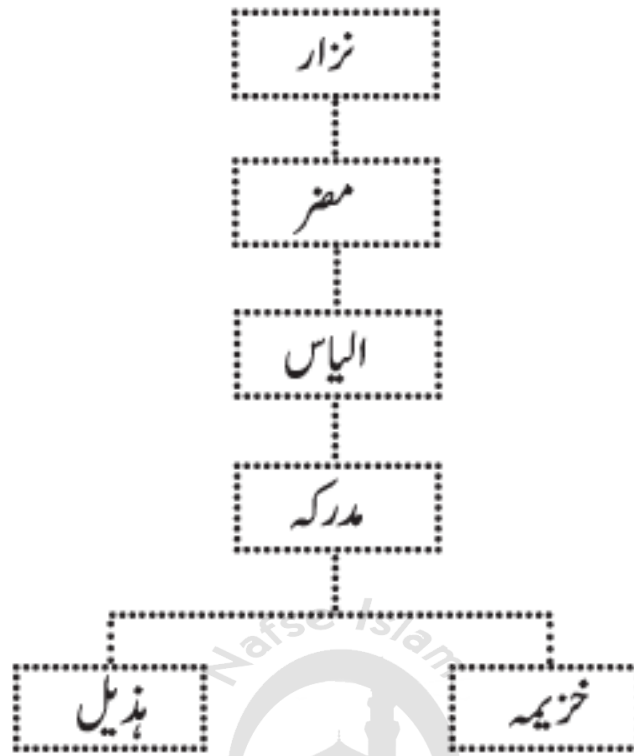
کنانہ

آپ کے والد کا نام خزیمہ تھا اور والدہ کا نام ایک قول کے مطابق عوانہ بنت سعد تھا۔ان کے علم وفضل کی وجہ سے اہل عرب دور دراز سے ان کی زیارت کیلئے آیا کرتے تھے۔

نضر

یہ کنانہ کے بیٹے تھے۔ان کی والدہ کا نام برہ بنت مُر تھا۔آپ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے نضر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

مالك

آپ نضر کے بیٹے ہیں۔آپ کی والدہ نام ایک قول کے مطابق عاتکہ ہے۔

فهر

آپ مالک کے بیٹے تھے۔آپ کی والدہ کا نام جندلہ بنت عامر ہے۔آپ اہل مکہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں کے رئیس تھے۔

غالب

آپ فہر کے بیٹے تھے۔آپ کے تین بیٹے ہوئے۔لوی، تیم اور قیس جن کے نام تھے۔شجرہ نسب ملاحظہ کیجئے۔
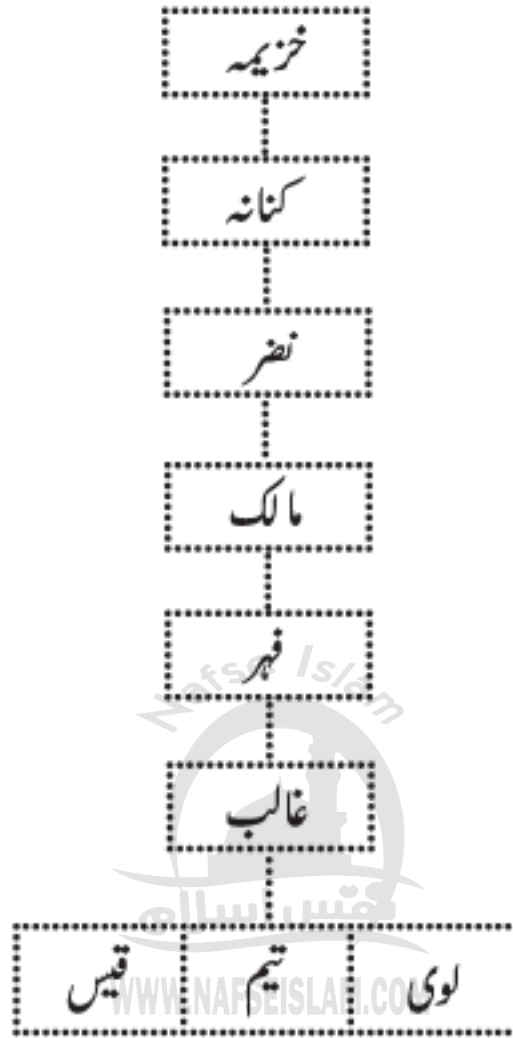
لوی

آپ کے والد کا نام غالب تھا اور والدہ کا نام عاتکہ بنت یخلد تھا۔آپ تین بھائی تھے۔لوی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

کعب

آپ لوی کے فرزند ہیں۔آپ کی شخصیت بڑی ممتاز اور قابل احترام تھی۔آپ لوگوں کو ہر جمعہ اپنے قبیلہ قریش میں جمع کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیتے اور لوگوں کو بتاتے کہ پیغمبر آخرالزماں ان کی اولاد میں سے ہوں گے۔

مرّہ

یہ حضرت کعب کے بیٹے ہیں۔یہ پیغمبر آخرالزماں کے نسب میں آپ کے چھٹے دادا ہیں۔

کلاب

یہ حضرت مرّہ کے صاحبزادے ہیں۔ پیغمبر آخرالزماں کی والدہ ماجدہ کے یہ تیسرے دادا ہیں اور یہاں پیغمبر آخرالزماں کے والد اور والدہ کا نسب مل جاتا ہے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ قصی اور زہرہ ان کے نام تھے۔

قصی
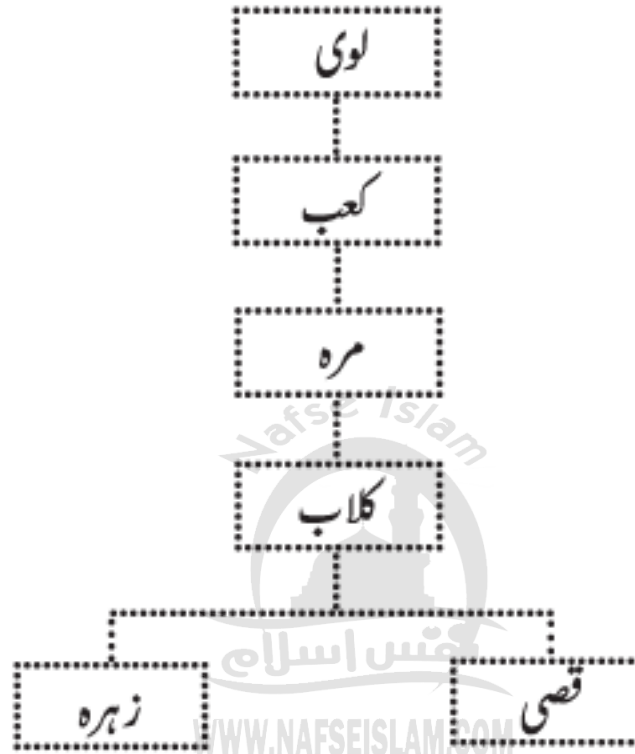
یہ حضرت کلاب کے بیٹے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد ہے۔ آپ دو بھائی تھے قصی اور زہرہ۔ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار سو سال بعد پیدا ہوئے اور ۴۴۰ء میں آپ مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔

قصی

عبدالدار	عبدالمناف	عبد	عبدالعزیٰ
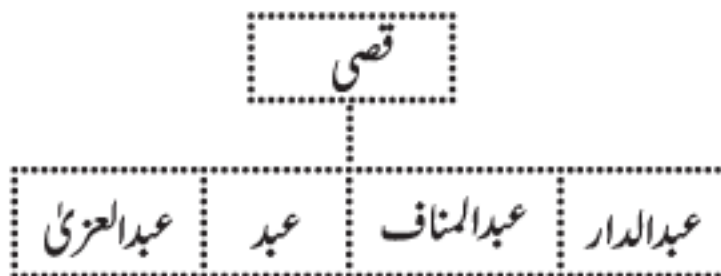
عبد المناف

آپ قصی کے بیٹے ہیں۔آپ چار بھائی تھے۔عبد الدار، عبد بن قصی، عبد العزیٰ اور عبد المناف ۔آپ بہت حسین تھے۔ حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ لوگ آپ کو بطحا کا چاند کہا کرتے تھے۔آپ کو جو شرف کرامت حاصل تھا اس وجہ سے آپ عبد مناف کے لقب سے مشہور ہوئے۔آپ بت پرستی سے نفرت کرتے اور وصیت کرتے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ہاشم،نوفل،مطلب اور عبدالشمس ان کے نام تھے۔

عبدالمناف			
ہاشم	نوفل	عبدالشمس	مطلب

ہاشم

ہاشمؑ عبد المناف کے بیٹے ہیں۔آپ چار بھائی تھے۔آپ کی شادی بنی نجار کے سردار عمرو بن لبید کی بیٹی سلمیٰ سے ہوئی۔ آپ مکہ میں قبیلہ قریش کے سردار تھے۔آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالمطلب تھا۔

ہاشم
عبدالمطلب
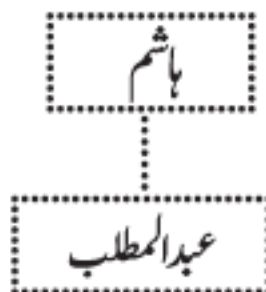
عبد المطلب

آپ حضرت ہاشم کے بیٹے ہیں۔آپ کے چچا کا نام مطلب تھا۔حضرت ہاشم جب تجارت کیلئے ملک شام گئے تو نوجوانی ہی میں آپ کا اس سفر میں انتقال ہوگیا۔عبد المطلب کی پیدائش آپ کے نانا کے گھر مکہ سے دور یثرب کے قریب ہوئی اور وہیں پرورش پانے لگے۔جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سر کے بالوں میں چند بال سفید تھے جس کی وجہ سے آپ کا نام شیبہ رکھا جس کے معنی ہے بوڑھا۔شیبہ ابھی سات سال کے تھے کہ ان کے چچا مطلب نے یثرب آکر اپنی بیوہ بھابھی سلمٰی اور بھتیجے شیبہ کو مکہ لے جانے کا اصرار کیا۔ بھابھی نے جانے سے انکار کیا البتہ شیبہ کو اپنے چچا مطلب کے ہمراہ مکہ بھیج دیا تا کہ بچہ اپنے خاندان والوں میں تربیت پا سکے۔مطلب اپنے بھتیجے شیبہ کو اونٹنی پر بٹھا کر مکہ لے آئے۔جب آپ مکہ کے لوگوں کے قریب سے گزرے تو لوگوں نے مطلب سے کہا یہ بچہ کون ہے؟ چچا نے کہا یہ میرا غلام یعنی عبد المطلب ہے۔گھر پہنچے تو بیوی کو بھی یہی کہا کہ یہ میرا غلام یعنی عبد المطلب ہے۔اس طرح شیبہ عبد المطلب کے نام سے مشہور ہوئے اور اس نام کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ باوجود اس کے لوگوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ مطلب کے غلام نہیں بلکہ ہاشم کے بیٹے اور مطلب کے بھتیجے ہیں پھر بھی لوگ آپ کو عبد المطلب ہی کہا کرتے تھے۔حضرت عبد المطلب خانہ کعبہ کے متولی ہوئے۔آپ کی پانچ بیویاں تھیں جن سے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں آپ کے دس بیٹوں کے نام حارث، ابولہب، ابوطالب، زبیر، عبداللہ، عاتکہ، عباس، ضرار، حمزہ، مقوم تھے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

ہاشم

عبدالمطلب

ابوطالب	ابولہب	زبیر	عاتکہ	عبداللہ	عباس	ضرار	حمزہ	مقوم	حارث

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
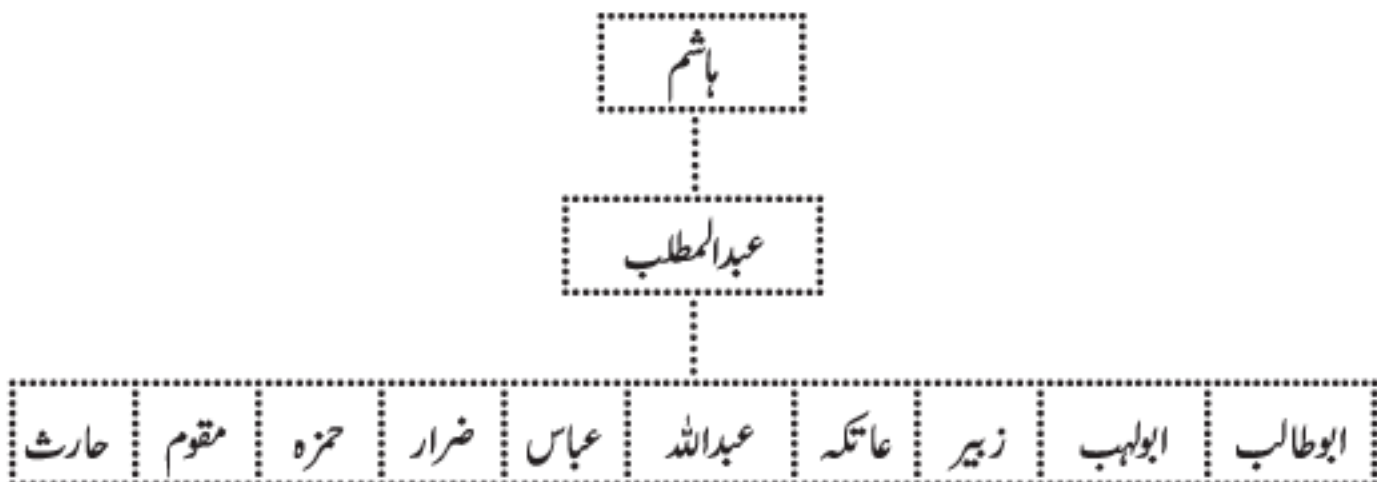
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ایک قول کے مطابق آپ دس بھائی تھے۔آپ تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ باکردار تھے۔دنیا کا کوئی باپ آپ سے زیادہ بلند مرتبے کا نہیں۔آپ ہی اس عظیم ہستی کے باپ ہیں جو باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔جن کا تذکرہ سابقہ انبیاء ومرسلین اپنی قوموں میں کرتے آئے اور جن کی اُمتیں ان کے فیض سے فیض یاب ہوتی رہیں۔جو فلک نبوت ورسالت کا آفتاب ہے۔جن کے طلوع ہونے کے بعد نور کی فراوانی عالمِ دنیا میں اس قدر ہوئی کہ ان کے بعد کسی دوسرے نور کی ضرورت ہی نہ رہی۔ایسی بے نظیر ہستی اور بے مثال ذاتِ گرامی کے والد ماجد کا نام **عبد اللہ** ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے تھے۔آپ کے والد نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کردیئے تو ان میں سے ایک بیٹے کو راہِ خدا میں قربان کردونگا۔جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کردیئے اور سب جوان ہوگئے تو ایک دن حضرت عبدالمطلب نے سب بیٹوں کو بلایا کہ میں نے جو نذر مانی تھی اب اس کو پورا کرنے کا وقت آگیا ہے۔سب بیٹوں نے سعادت مندی کا مظاہرہ کیا اور بصد احترام عرض کیا اے والد محترم! آپ اپنی نذر پوری کریں آپ جسے چاہیں قربانی کیلئے نامزد کرلیں، کسی کو اعتراض نہیں بلکہ اس کیلئے باعثِ فخر ہوگا۔ آپ سب بیٹوں کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور ان پر قرعہ اندازی کی۔بارگاہِ الٰہی میں عرض کی مولا! میرے ان بیٹوں میں جو تجھے پسند ہے اس کے حق میں قرعہ نکال دے تاکہ میں اس کو تیرے نام پر ذبح کرسکوں۔شکل وصورت کے لحاظ سے اگرچہ حضرت عبدالمطلب کے تمام ہی بیٹے انتہائی حسین وجمیل تھے کسی ایک کی گردن پر چھری چل جانا بہت بڑی آزمائش تھی مگر عبدالمطلب پہاڑ کی چٹان کی طرح مضبوط دل لے کر کسی ایک بیٹے کو قربان کرنے کیلئے چھری ہاتھ میں لئے تیار کھڑے تھے۔حضرت عبداللہ تمام بھائیوں میں حسین تر تھے۔آپ کی عمر اس وقت بیس سال کے قریب تھی۔جب قرعہ اندازی ہوئی تو نام حضرت عبداللہ کا آگیا۔حضرت عبدالمطلب نے جب آستین چڑھا کر حضرت عبداللہ کو ذبح کرنا چاہا تو قدرت کو اس وقت کچھ اور منظور تھا۔ آپ ذبح ہونے کیلئے لیٹ گئے۔قریش کے بڑے بڑے سردار یہ سن کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر دوڑے چلے آئے۔آپ کی قربانی کی اطلاع مکہ کے ہر گھر میں بجلی کی تیزی کے ساتھ پہنچ گئی۔خانہ کعبہ میں ایک جم غفیر جمع ہوگیا۔ہر فرد پر سناٹا طاری ہے۔ قریش کے سردار کود پڑے۔اے عبدالمطلب! یہ کیا کر رہے ہو۔ایسا باکردار، حسن وجمال کا پیکر، سوہنی صورت والا، پھول سے زیادہ نازک عبداللہ ہماری آنکھوں کے سامنے ذبح ہو یہ نہیں ہوسکتا ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا

اے سردارو! تم اس معاملے میں مداخلت نہ کرو یہ میرا اور میرے ربّ کا معاملہ ہے۔ مکہ کے سرداروں نے کہا اے ہمارے سردار! اگر بیٹوں کو راہِ خدا میں قربان کرنے کی رسم کا آغاز آپ کے ہاتھوں سے ہو گیا تو پھر اس رسم کو بند کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ اپنی قوم کے نونہالوں پر رحم کرو۔ پھر طویل کشمکش کے بعد یہ طے پایا کہ ایک مقتول کی دیت دس اونٹ ہے لہٰذا دس اونٹ اور حضرت عبداللہ کا قرعہ ڈالا گیا۔ نام حضرت عبداللہ کا نکلا۔ پھر بیس اونٹ اور حضرت عبداللہ پر قرعہ ڈالا تو نام عبداللہ ہی کا نکلا۔ اس طرح ہر قرعہ پر دس اونٹوں کا اضافہ کر دیا جاتا ہر بار نام حضرت عبداللہ ہی کا نکلتا۔ جب اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی تو قرعہ سو اونٹوں کا نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ سو اونٹوں پر قرعہ تین بار ڈالا جائے اگر تینوں بار اونٹوں کے نام قرعہ آیا تو تسلیم کروں گا ورنہ نہیں۔ عالم انسانیت کی خوش قسمتی کہ تینوں بار قرعہ سو اونٹوں پر نکلا اس طرح آپ مطمئن ہو گئے اور اونٹوں کو راہِ خدا میں قربان کر دیا اور حضرت عبداللہ کو ذبح ہونے سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے لاڈلے بیٹے کی شادی کا ارادہ کیا اور ان کیلئے کسی ایسی دلہن کی تلاش ہوئی جو اپنے دولہا کی طرح حسن و جمال اور سیرت و کردار میں بے مثال ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک تو حسن و شباب کا عالم دوسرا تقویٰ و پرہیزگاری اور پارسائی کے انوار کا ہجوم۔ آپ مکہ کی جس گلی سے گزرتے سینکڑوں دوشیزاؤں کے دل سینوں میں مچلتے۔ سینکڑوں نرگسی آنکھیں آپ کے قدموں پر نچھاور ہونے کیلئے بچھ جاتیں۔ چھپ چھپ کر ایک جھلک دیکھنے کی آرزو نہ جانے کتنوں کو ماہی بے آب کی طرح تڑپا دیا کرتی۔

سیرۃ النبوۃ میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے زمانے میں عورتوں کی طرف سے اُن مشکل اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے زمانے میں عزیزِ مصر کی بیوی کی طرف سے پیش آئے۔ حضرت عبداللہ قریش میں تابندہ نور تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ قریش کی عورتیں ذاتی طور پر ان کے دامِ محبت میں اسیر تھیں اور قریب تھا کہ وہ ان کی محبت میں ہوش و حواس کھو بیٹھتیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر حسین و جمیل ہونے کے باوجود اپنی شرگیں نگاہیں جھکائے رکھتے۔ رُخِ زیبا پر شرم و حیا اور شرافت کے انوار برستے رہتے۔ ایک مرتبہ آپ مکہ کی حدود سے نکل کر سیر کیلئے گئے تو اپنی پشت سے ایک نور نکلتا دیکھا جو دو سمتوں میں چل گیا ایک حصہ مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف پھر کچھ ہی دیر بعد وہ نور آپ کی پشت میں دوبارہ آ گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ اپنے والد کو بتایا تو آپ کے والد نے کہا اے بیٹا! مدت ہوئی میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ نور کا سلسلہ میری پشت سے نکلا اور چار حصوں کی طرف پھیل گیا۔ ایک آسمان کی طرف، دوسرا زمین کی طرف، ایک مشرق اور ایک مغرب کی طرف۔ پھر وہ نور ایک سبز درخت بن گیا جس میں ایک نہایت پاکیزہ شکل کا چہرہ نمودار ہوا جو اس درخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ بولے میں پیغمبر آخر الزماں ہوں۔ یہ سن کر میں بیدار ہوا اور صبح جا کر کاہنوں سے اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا اے عبدالمطلب! تمہاری پشت سے پیغمبر آخر الزماں پیدا ہوں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے سے مزید کہا اے بیٹا! وہ نور میری پشت سے تمہاری پشت میں منتقل ہو چکا ہے تمہیں مبارک ہو۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت عام ہوئی تو یہودیوں کے دل بے آب مچھلی کی طرح تڑپنے لگے۔ حسد اور بغض نے انہیں نیند سے محروم کر دیا۔ ہر گھڑی اس فکر میں رہنے لگے کہ کسی طرح موقع ملے اور حضرت عبداللہ کو شہید کر دیں۔ ایک مرتبہ ستر یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگل میں شکار کیلئے جاتے دیکھا تو وہ ننگی تلواریں لئے ان کے پیچھے ہو لئے۔ جب آپ شہر مکہ سے بہت دور نکل گئے تو ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگل میں گھیر لیا۔ آپ تنہا تھے۔ مکہ کے ایک سردار وہب بن عبدالمناف کا گزر اتفاق سے وہاں سے ہوا' انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو گھیر لیا ہے اور تلوار ہاتھوں میں تھامے انہیں شہید کرنا چاہتے ہیں۔ آپ دور کھڑے اس ہولناک منظر کو دیکھتے رہے۔

اس سے پہلے کہ یہودی حضرت عبداللہ کو شہید کرتے آسمان سے ایک فوج اُتری جو انسانی شکل میں تھی، جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور اس فوج نے یہودیوں کو لمحہ بھر میں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ وہب بن عبدالمناف حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کرامت سے بہت متاثر ہوئے اور گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنی بیٹی آمنہ کی شادی عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ سے کردوں۔ چنانچہ انہوں نے نکاح کا پیغام بھیجا اور اس طرح حضرت عبدالمطلب نے قریش کے بنوزہرہ خاندان کے سردار وہب بن عبدالمناف کی نورِ نظر اور حور شمائل لختِ جگر آمنہ کا انتخاب اپنے لختِ جگر نورِ نظر حضرت عبداللہ کیلئے قبول کرلیا اور جلد ہی نکاح کی تقریب منعقد ہوئی اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عظیم سسر حضرت عبدالمطلب کے زیرِ سایہ اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازدواجی زندگی میں شریکِ سفر ہوگئیں۔ قریش کی وہ عورتیں جو حضرت عبداللہ سے نکاح کی خواہش رکھتی تھیں حضرت عبداللہ کے نکاح کی خبر سن کر غم میں بیمار ہوگئیں۔ کہتے ہیں کہ اس غم میں چالیس عورتوں نے انتقال کیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر چمکنے والا نور جمادی الثانی کی ۱۲ تاریخ کی شبِ جمعہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صلب سے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رحم میں منتقل ہوگیا۔ جیسے ہی یہ نور حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رحم میں آیا ابلیس شیطان جس نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے ہی سے نسلِ آدم کو گمراہ کرنے کی ٹھان رکھی تھی اور جو مختلف انبیاء کے زمانے میں لوگوں کو بت پرستی، آتش پرستی اور دیگر گناہوں میں مبتلا کرتا رہا وہ آج کی شب چلا چلا کر رونے لگا۔ اس کی آواز سن کر تمام شیطانی چیلے اس کے گرد جمع ہوگئے اور کہنے لگے اے ہمارے سردار ابلیس! آج تم پر کیا مصیبت آپڑی جو زار و قطار رو رہے ہو؟ ابلیس ملعون بولا اس سے زیادہ اور کیا مصیبت ہوگی کہ پیغمبر آخر الزماں کا دور قریب آگیا۔ وہ دنیا میں آنے والے ہیں۔ میرا زور ٹوٹ جائے گا۔ وہ بتوں کو مٹا دے گا۔ تمام مخلوق ان پر ایمان لے آئے گی۔ قیامت تک انہی کا دین جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کی پیدائش سے پہلے جنات، فرشتے اور شیاطین آگ سے پیدا کردیئے تھے۔لہٰذا زمین کی تخلیق کے بعد جنات کو زمین پر بھیج دیا گیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہیں۔جنات مدتوں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مصروف رہے، ان کی نسلیں زمین پر پھیل گئیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جنات کفراور ناشکری میں مبتلا ہونے لگے۔ جب جنات حد سے زیادہ سرکشی اور نافرمانی پر اُتر آئے تو حکمِ الٰہی سے فرشتوں کی ایک جماعت آسمان سے زمین پر آئی اور تمام نافرمانوں کو قتل کردیا۔کچھ شریر جن پہاڑوں اور جزیروں میں چھپ گئے اور کچھ نافرمان جن قید کرلئے گئے۔فرشتے ان جنات کو قید کرکے آسمان پر لے گئے۔ان قیدی جنات میں ایک جن عزازیل بھی تھا۔یہ قیدی جن آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رہنے لگا۔ فرشتوں کی صحبت میں رہ کر عزازیل جن میں بھی عبادت کا شوق پیدا ہوا اور ہر لمحے فرشتوں کی زیرتربیت ترقی کرتا گیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایسا مصروف ہوا کہ فرشتے اس کی عبادت دیکھ کر رشک کرنے لگے،عبادت وریاضت میں عزازیل جن کے درجات اس قدر بلند ہوگئے کہ وہ پہلے آسمان سے دوسرے، پھر تیسرے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں تک اس نے رسائی حاصل کرلی حتیٰ کہ اسے جنت الفردوس میں بھی رہنے کی اجازت دے دی گئی اور یہاں بھی اس کی عزت وتکریم کا یہ عالم ہوا کہ اسے جنتی مسند عطا کردی گئی جہاں وہ بیٹھ کر ملائکہ کو بھی تعلیم دینے لگا۔اس کے سر پر نور کا پھریرا لہرانے لگا۔ہزار ہا برس تک یہ جن درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کرتا رہا۔چاروں مقرب اور دیگر فرشتے اس کا وعظ سنا کرتے۔

جنات کے قتل عام کے موقع پر جو جنات جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوگئے تھے وہ دوبارہ زمین پر سرکشی کرنے لگے، ان کی تعداد زمین بھر میں پھیل چکی تھی، مدتوں کے بعد ایک مرتبہ عزازیل جن نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ میں چونکہ جن ہوں مجھے فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جنات کی ہدایت کیلئے زمین پر بھیجا جائے۔اللہ تعالیٰ نے عزازیل جن کو اجازت دے دی۔فرشتوں کا ایک لشکر عزازیل جن کی قیادت میں زمین پر آیا۔سرکش جنات جب سرکشی سے باز نہ آئے تو فرشتوں نے تمام جنات کو ٹھکانے لگا دیا۔بہت ہی تھوڑے جنات جان بچانے میں کامیاب ہوگئے۔جنات کے خاتمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عزازیل جن کو زمین کی نگرانی عطا کردی۔عزازیل جن اس اعزاز پر اس قدر خوش ہوا کہ دل ہی دل میں کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے زمین کا نظام کسی اور کو دیا تو میں اس کو ہرگز قبول نہیں کروں گا۔اس جن کے ذہن میں یہ بات رچ بس گئی کہ جو مقام ومرتبہ اس وقت بارگاہِ الٰہی میں مجھے حاصل ہے وہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

زمین کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین پر موجودہ مکہ مکرمہ (خانہ کعبہ) کے قریب ایک مقدس گھر قائم کیا۔اس گھر کے طواف کیلئے فرشتے مقرر کردیئے، اس وقت زمین پر دو ہی مخلوق تھی جنات اور فرشتے۔فرشتوں کا کام صرف مقدس گھر کا طواف کرنا تھا۔ زمین کی نگرانی عزازیل جن کے سپرد کردی گئی تھی۔انسان کا وجود ابھی قائم نہیں ہوا تھا۔زمین شریر جنات سے پاک کردی گئی تھی۔

ان دِنوں مکہ میں قحط سالی کا دور دورہ تھا لوگ بھوک وافلاس کا شکار ہوکر بھوکے مر رہے تھے جیسے ہی حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاملہ ہوئیں قحط سالی کا خاتمہ ہونے لگا۔ ہر طرف بارانِ رحمت برسنے لگا۔ حضرت عبدالمطلب کا پیشہ تجارت تھا آپ کا مال تجارت ملک شام اور فلسطین سے آیا اور جایا کرتا تھا۔ شادی کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد کا تجارتی مال لے کر ملک شام جانا پڑا۔ تجارتی مصروفیات سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ واپس مکہ آنے لگے تو راستہ میں بیمار ہوگئے، جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو اپنے رشتے داروں میں رُک گئے تاکہ طبیعت صحیح ہونے کے بعد مکہ جا سکیں۔ ایک مہینہ آپ مدینہ ہی میں زیرِعلاج رہے۔ آپ کا مرض بڑھتا گیا اور اسی بیماری کی حالت میں آپ نے انتقال فرمایا۔

اپنے عظیم شوہر کی اچانک موت کی اطلاع جب حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہنچی تو آپ صدمے سے نڈھال ہوگئیں۔ آپ کے دل پر جو قیامت ٹوٹی اس کا اندازہ وہی لگا سکتی ہیں۔ سیرۃ النبویہ میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو فرشتے بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے اے پروردگار! ہمارا سردار پیغمبر آخرالزماں یتیم ہوگیا اس کا باپ دنیا میں نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے فرشتو! میں اس کا محافظ اور مددگار ہوں۔ اس کا رزق دینے والا ہوں اور ہر بات اس میں اس کیلئے کافی ہوں۔ تم اس پر دُرود پڑھو اور اس کے نام سے برکت حاصل کرو۔ (سیرۃ النبویہ، ج ا ص ۴۴)

پیغمبر آخرالزماں فخرِ کائنات کی دنیا میں تشریف آوری

پیغمبر آخرالزماں کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل کائنات میں سابقہ انبیائے کرام کی تعلیمات مسخ ہوچکی تھیں۔ ہر طرف ظلم و تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ نیکی کی جگہ بدی، حق کی جگہ کفر و شرک کا دور دورہ تھا۔ کعبۃ اللہ جیسا مقدس گھر جس کا طواف فرشتے کیا کرتے تھے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہی تعمیر کیا گیا تھا سینکڑوں چھوٹے بڑے بتوں کا مرکز بن چکا تھا۔ خانہ کعبہ میں بتوں کے پجاری بتوں کی پوجا کرتے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی یہ مقدس سرزمین شرک کی غلاظت سے نجس کی جارہی تھی۔ پوری دنیا میں قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ اخلاقیات کی تمام اعلیٰ قدریں مٹ چکی تھیں۔ نسل کشی کا یہ عالم تھا کہ باپ اپنی بیٹیوں کو ماؤں کی گود سے چھین کر زندہ زمین میں گاڑ دیتے۔ اپنی عورتوں کا جوؤں میں ہارا جانا عام تھا۔ لوگ اپنی بداعمالیوں اور سفاکیوں کے قصیدے فخریہ طور پر پڑھتے، گویا تہذیب و تمدن کا نام دنیا سے مٹ چکا تھا۔ ہر طرف گمراہی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیتا۔ انسانی دل مردہ ہوچکے تھے۔ خزاں نے بہاروں کو لوٹ کر گلستانوں کو اُجاڑ ڈالا تھا۔ ظلم کی بربریت تھی۔ عدل و انصاف، مساوات، اُخوت و بھائی چارہ، شرم و حیاء کا نام دنیا سے مٹ چکا تھا۔ قریب تھا کہ اپنے ہی ہاتھوں تباہ و برباد ہوجاتی۔ قدرت کو اپنی مخلوق پر رحم آیا۔ 12 ربیع الاوّل بمطابق 19 اپریل 571ء کی شب ہے فرشتے سر جھکائے عرشِ الٰہی کے نیچے جمع ہیں حجاب عظمت سے ایک پرجلال صدا بلند ہوتی ہے۔

آج کی شب تمام فرشتے زمین پر اس مقام پر جمع ہوجائیں جہاں اہل زمین کا قبلہ ہے آج باعثِ تخلیق کائنات فخرِ انسانیت پیغمبر آخرالزماں کی دنیا میں تشریف آوری کی شب ہے۔ آج کی شب مشرق و مغرب، شمال و جنوب، بحر و بر میں منادی کردو کہ کونین کے تاجدار محبوبِ پروردگار دنیا میں تشریف لارہے ہیں، ان کے خیر مقدم کیلئے اپنی نگاہیں بطورِ فرش بچھادیں۔

فرمانِ الٰہی کا جاری ہونا تھا عالمِ بالا میں شور و غوغا ہوا۔ رات بھر ملائکہ کے قافلے عرش سے فرش پر اُترنے لگے اور صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے تک قدسیانِ فلک کے تمام قافلے عرشِ بریں سے فرشِ زمین تک وادیٔ حرم میں پھیل گئے۔ جیسے ہی صبح صادق کا اُجالا چمکا مکہ کی فضاء انوار و تجلیات سے ماموَر ہوگئی۔ مکہ کی گلیاں حورانِ جنت کی سانسوں کی خوشبوؤں سے مہک اُٹھیں۔ مکہ کے در و دیوار دشت و جبل محبوب کی نعتوں کی صداؤں سے گونج اُٹھے۔ نور کی پھوار پڑنے لگی۔ مرجھائے ہوئے شگوفے تر و تازہ ہونے لگے۔ افسردہ دل کھل اُٹھے۔ تازگی انگڑائی لینے لگی۔ ابن آدم کی قسمت جاگ اُٹھی۔ صدیوں سے جس ہستی کا انتظار تھا ان کی آمد کا شور برپا ہوا۔ سابقہ انبیائے کرام نے اپنی اپنی قوم میں جس نبی کی آمد کی بشارت دی وہ گھڑی آچکی۔ رات کی تاریکی چھٹنے لگی دن کا اُجالا نمودار ہونے لگا...... عین صبح صادق کے وقت بروز پیر ماہِ ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ کو پیغمبر اسلام، فخر کائنات، پیغمبر آخرالزماں، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں تشریف لے آئے۔

تباہ حال گلشن انسانیت کو پر کیف بہاروں سے آشنا کرنے والا محسن انسانیت آ گیا۔ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس رات سرکارِ دو عالم محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی میں نے ایک نور دیکھا جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اُٹھے یہاں تک کہ میں نے ان کو دیکھا۔ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کی ناف پہلے ہی سے کٹی ہوئی تھی۔ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اپنی روشن پیشانی زمین پر رکھ کر سجدہ ریز ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں دونوں ہاتھ اُٹھا کے آسمان کی طرف مناجات کی اور کلمہ 'لا الہ الا اللہ انا رسول اللہ' پڑھا۔ آپ کے دادا حضرت عبد المطلب کو جب آپ کی ولادت کی اطلاع دی گئی تو آپ اس وقت خانہ کعبہ میں موجود تھے۔ اطلاع پا کر آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس رات کعبہ میں تھا میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سے سر کے بل گر پڑے۔

پیدائش کے وقت آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند نورانی تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں تھی۔ اسی دن مدائن میں کسریٰ کا محل پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے جو اس بات کا اشارہ تھا کہ چودہ حکمرانوں کے بعد ملک فارس خادمانِ اسلام کے قبضہ میں آجائے گا۔ فارس کے آتش کدے جو صدیوں سے جل رہے تھے ایسے بجھے کہ انہیں جلانے کی ہر طرح کوشش کی گئی مگر آگ نہ جلی۔ ہمدان اور قم کے درمیان چھ میل لمبا اور چوڑا بحیرہ سادہ تھا جس کے کناروں پر بت پرستی ہوا کرتی تھی یکا یک بحیرہ خشک ہو گیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپ ختنہ شدہ تھے۔ جب سات دن کے ہوئے تو آپ کے دادا عبد المطلب نے تمام قریش کو بھی مدعو کیا اور عقیقہ کا اہتمام کیا اور آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی **محمد** تجویز کیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دوسرا مشہور نام **احمد** ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور کو اسی نام سے یاد کیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ سیّدہ طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پلایا۔ پھر یہ شرف حضور کے چچا ابولہب کی کنیزہ ثویبہ کو حاصل ہوا۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اس کی خوشخبری کنیز ثویبہ نے ابولہب کو سنائی۔ ابولہب نے خوشی میں کنیز ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ اس کا صلہ ابولہب جیسے کافر کو یہ ملا کہ چودہ سو سال سے اس ابدی جہنمی کو اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی منانے پر ہر پیر کو اُنگلی کے ذریعے ٹھنڈا پانی پینے کو قبر میں میسر ہو جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی کمی کر دی جاتی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی سب سے زیادہ سعادت حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ کو حاصل ہوئی۔ جنہوں نے دو سال تک پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔

یہ وہ دور تھا کہ جب اہل قریش اور دیگر رؤسا عرب اپنے شیر خوار بچوں کو دودھ پلانے والی دایوں کے حوالے کر دیتے تھے تا کہ وہ بچوں کو دودھ پلائیں اور ان کی اچھی طرح سے پرورش کریں اور جب بچہ ڈھائی سال کا ہو جائے تو ان کے والدین دایہ کو نقد انعامات اور گراں قدر عطیات دے کر دلشاد کر دیں۔ جب بی بی دائی حلیمہ سعدیہ مکہ پہنچی آپکا کہنا ہے کہ مجھے حضرت عبدالمطلب ملے اور انہوں نے مجھ سے کہا اے حلیمہ سعدیہ! میرے ہاں ایک یتیم بچہ ہے کسی دائی نے اس کو یتیم ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا کیا تو اس بچے کو گود میں لینے کیلئے تیار ہے؟ کیا تو اسے دودھ پلا سکتی ہے؟ حضرت دائی حلیمہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے اجازت طلب کی۔ شوہر نے کہا حلیمہ دیر نہ کر فوراً اس بچے کو حاصل کر۔ چنانچہ حضرت بی بی دائی حلیمہ سعدیہ نے حضرت عبدالمطلب سے جا کر کہا میں بچے کو دودھ پلانے کیلئے تیار ہوں۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلب مجھے حضرت آمنہ کے گھر لے گئے انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اس کمرے میں لے گئیں جہاں وہ نورِ نظر لختِ جگر لیٹا ہوا تھا۔ آپ دودھ کی طرح سفید تھے۔ نیچے سبز رنگ کی ریشمی چادر بچھی ہوئی تھی۔ کستوری کی مہک سے کمرہ مہک رہا تھا۔ آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر میں بچے پر فریفتہ ہوگئی۔ بچہ آرام کر رہا تھا۔ مجھ میں جرأت نہ تھی کہ میں بچے کو جگاؤں۔ میں نے اپنا ہاتھ بچے کے سینے پر رکھا تو وہ جانِ جاں مسکرانے لگا۔ جیسے ہی آنکھیں کھولیں یوں لگا جیسے آنکھوں سے نور نکل رہا ہے جو آسمان کو چھو رہا ہے۔ میں نے بے اختیار دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور آپ کو اُٹھا کر سینے سے لگایا اور اپنے خاوند کے پاس لے آئی۔ (سیرۃ النبویہ، ج ا ص ۵۵، ۵۶)

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب میں اس معصوم بچے کو اُٹھا کر دودھ پلانے کیلئے خیمہ میں لائی اور سینے کا دائیں پستان دودھ کیلئے منہ میں دیا تو حضور سرورِ انبیاء نے اسے نوش کیا جتنا چاہا پیا۔ پھر میں نے بائیں پستان دودھ کیلئے پیش کیا۔ آپ نے پستان منہ میں نہیں لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کے ذریعے آگاہ فرمایا کہ تیرا ایک رضاعی بھائی بھی ہے دودھ کا دوسرا پستان اس کیلئے ہے لہٰذا آپ عدل کریں اور دوسری طرف کا دودھ نہ پئیں۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ پینے سے پہلے حضرت حلیمہ سعدیہ کے پستان میں دودھ برائے نام تھا لیکن محبوبِ خدا کے دودھ پینے کی برکت سے دونوں پستان دودھ سے لبالب بھر گئے چنانچہ آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ اپنے گاؤں سے جس اونٹنی پر بیٹھ کر مکہ آئی تھیں وہ انتہائی کمزور اور لاغر تھی لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے وہ اونٹنی خوب فربہ اور خوب دودھ دینے والی ہوگئی۔

حضرت بی بی دائی حلیمہ اپنے شوہر حارث اور اپنے شیر خوار بچے عبداللہ کے ہمراہ مکہ آئی تھیں مکہ میں تین دن رہ کر حضور کو اپنے ہمراہ اپنے نواحی گاؤں میں لے گئیں۔

یہ وہ دور تھا جب مکہ کے نواحی گاؤں بنو سعد قبیلہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ مگر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے حلیمہ سعدیہ کے مویشی خوب سیر ہو کر آتے اور خوب دودھ دیتے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کو کہیں دور نہ جانے دیتیں اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتیں۔ جب آپ تھوڑے بڑے ہوئے تو ایک روز توجہ نہ رہی اور حضور اپنی رضاعی بہن شیما کے ہمراہ دوپہر کے وقت بھیڑیوں کے ریوڑ میں چلے گئے۔ حضرت بی بی دائی حلیمہ تلاش میں نکلیں تو آپ کو شیما کے ہمراہ پایا۔ آپ نے اپنی بیٹی کو کہا ایسی دھوپ میں تم اس بچے کو اپنے ساتھ کیوں لائی۔ شیما بولی امی جان! میرے اس بھائی نے دھوپ کی تپش محسوس نہیں کی اس لئے کہ ایک بادل آپ پر سایہ کرتا تھا جب آپ ٹھہر جاتے تو بادل بھی رُک جاتا اور جب آپ چلتے تو بادل بھی چل دیتا۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو سال کے ہو گئے تو حضرت دائی حلیمہ نے آپ کو دودھ پلانا چھوڑ دیا اور دائی حلیمہ آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھنے کی مزید خواہش ظاہر کی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت بی بی دائی حلیمہ کی خواہش کو پورا کیا۔ حضور ایک مرتبہ پھر نواحی گاؤں میں تشریف لے آئے۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ہمراہ گھر کے پیچھے بھیڑ بکریوں میں تھے کہ اچانک رضاعی بھائی عبداللہ دوڑتا ہوا حضرت بی بی حلیمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا امی جان! میرے بھائی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دو آدمیوں نے پہلو کے بل لٹا کر پیٹ چیر دیا۔ یہ سنتے ہی حضرت بی بی حلیمہ اور ان کا شوہر حارث دوڑ کر گئے دیکھا کہ حضور کھڑے ہوئے ہیں چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ دونوں نے حضور کو گلے سے لگایا اور پوچھا بیٹا آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے پاس دو شخص آئے جن کے اوپر سفید کپڑے تھے۔ انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر میرا پیٹ چیر دیا اور اس میں سے خون کی پھٹکی نکال کر کہا یہ تجھ سے شیطان کا حصہ ہے۔ پھر اسے ایمان و حکمت سے بھر کر سی دیا۔ دونوں میاں بیوی آپ کو مکہ لے گئے اور آپ کی والدہ کے حوالے کر دیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ چار مرتبہ چاک کیا گیا۔ اوّل مرتبہ جس کا ذکر اوپر ہوا تھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیطانی وسوسوں سے بچپن ہی سے محفوظ ہو جائیں۔ دوسری مرتبہ جب آپ دس برس کے ہوئے تا کہ آپ کامل ترین اوصاف کے حامل ہو کر جوان ہوں۔ تیسری مرتبہ جب آپ چالیس سال کے قریب ہوئے اور وحی کے نزول کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا اور آپ غارِ حرا میں جایا کرتے تھے، اس موقع پر سینہ چاک ہوا تا کہ آپ وحیٔ الٰہی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ چوتھی مرتبہ شبِ معراج کے موقع پر ہوا تا کہ آپ غیب کے اسرار و رموز اور دیدارِ الٰہی اور مناجاتِ الٰہی کیلئے تیار ہو جائیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو ہمراہ لے کر مدینہ اپنے شوہر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کیلئے گئی تھیں جب واپسی ہوئی تو راستے میں ابواء کے مقام پر آپ کی والدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا اور وہیں مقام ابواء میں آپ کو دفن کیا گیا۔ اُمِ ایمن اس سفر میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ تھیں چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُم ایمن نے لاکر ان کے دادا حضرت عبدالمطلب کے حوالے کردیا۔ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کی پرورش کرتے رہے جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے شفیق دادا کا بھی انتقال ہوگیا۔ پھر آپ کی دیکھ بھال آپ کے چچا ابوطالب نے کی۔ ابوطالب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماں جایا بھائی تھے۔ ابوطالب نے آپ کی دیکھ بھال بہت اچھے طریقے سے کی اور آپ کو اپنی ذات اور بیٹوں سے زیادہ ترجیح دی۔

ایک مرتبہ ابوطالب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لے گئے اور ان کے وسیلے سے بارش کی دعا کی جو فوراً قبول ہوگئی۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ سال کے ہوئے ابوطالب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ ملک شام تجارت کی غرض سے لے گئے۔ جب تجارتی قافلہ بصرہ کے قریب پہنچا تو وہاں بحیرا نامی ایک عیسائی راہب رہا کرتا تھا وہ دوڑتا ہوا تجارتی قافلے کے پاس آیا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا یہ بچہ سارے جہاں کا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کو سارے جہان کیلئے رحمت بنایا ہے۔ قافلے والوں نے پوچھا، تجھے کیسے پتا ہوا؟ راہب بولا جس وقت تم گھاٹی سے اوپر چڑھے تو اس وقت کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدے میں گرا ہوا نہ ہو۔ درخت اور پتھر پیغمبر کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانوں کی ہڈی کے نیچے ہے۔ راہب بولا خدا کی قسم ہے بتاؤ اس کا ولی کون ہے؟ قافلے والوں نے کہا ابوطالب۔ پھر ابوطالب سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ خدا کیلئے ان کو مکہ واپس لیجاؤ کیونکہ اگر تم آگے (ملک شام) گئے تو ڈر ہے کہ کہیں یہودی ان کو قتل کردیں۔ لہٰذا ابوطالب آپ کو واپس لے آئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو اس عمر تک آپ مکہ میں صادق اور امین کے نام سے مشہور ہوچکے تھے زبانِ خلق نے آپ کو امین کا لقب دے دیا تھا۔ لوگ آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھوا دیا کرتے تھے۔ آپ کی صدق و امانت کا شہرہ دور دور تک ہوچکا تھا۔ آپ کی اس دیانتداری کو دیکھ کر عرب کی ایک معزز اور مالدار خاتون حضرت خدیجہ نے آپ کو پیغام بھیجا کہ میرا مالِ تجارت لے کر ملک شام جائیں جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے زیادہ آپ کو دونگی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پیغام قبول کرلیا اور مالِ تجارت لیکر ملک شام پہنچے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام میسرہ آپ کیساتھ سفر میں شامل ہوگیا کیونکہ میسرہ اکثر ملک شام آیا کرتا تھا۔ جب آپ ملک شام کے بازار میں پہنچے تو آپ نسطورا نامی عیسائی راہب کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے نیچے اُترے تو وہ راہب میسرہ کے پاس آیا جو ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ راہب نے میسرہ سے کہا اے میسرہ!

یہ تمہارے ساتھ کون ہے جو اس درخت کے نیچے اترا ہے۔ میسرہ نے جواب دیا، اہل حرم میں سے قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔ راہب نے پوچھا، کیا ان کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے۔ میسرہ نے جواب دیا ہاں ہے جو کبھی ختم نہیں ہوئی۔ یہ سن کر راہب بولا یہ وہی ہیں اور یہی آخری نبی ہے۔ کاش میں ان کو پاؤں جب یہ اظہار (اعلان) فرمائیں۔ اے میسرہ سنو! ان سے جدا نہ ہونا اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ رہنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔ حضور نے مالِ تجارت ملک شام میں اچھے داموں فروخت کیا اور مکہ واپس آئے۔ حضرت خدیجہ چند عورتوں کے ہمراہ اپنے گھر کے بالاخانے پر بیٹھی تھیں کہ آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آتے دیکھا کہ آپ کے سر پر دو فرشتے دھوپ سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ میسرہ نے بھی حضرت خدیجہ کو یہ حال بتایا کہ پورے سفر میں آپ کا یہی حال تھا اور اس راہب کے قول کی خبر بھی دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں بہت نفع بھی دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بیوہ خاتون تھیں۔ آپ کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں۔ آپ پاکدامنی کے سبب پورے مکہ میں طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ حضور کے ملک شام سے تشریف لانے کے تین ماہ بعد حضور سے نکاح کا پیغام بھیجا جو قبول کر لیا گیا۔ تاریخ کا تعین ہو گیا اور مقررہ تاریخ پر حضور کے چچا ابو طالب امیر حمزہ اور خاندان کے دیگر افراد حضرت خدیجہ کے گھر گئے اور نکاح کی تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت خدجہ کے بھائی عمرو بن خویلد نے نکاح پڑھایا۔ نکاح کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف جب پینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ کو از سرِ نو بنانا چاہا۔ جب تعمیراتی کام حجر اسود تک پہنچ گیا تو قبائل میں آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود ہمارا قبیلہ نصب کرے کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ حجر اسود کس طرح اور کون نصب کرے۔ چار دن اسی کشمکش میں گزر گئے یہاں تک کہ خون خرابہ کیلئے تلواریں تک نکل آئیں ان تشویشناک حالات میں کسی نے یہ فیصلہ دیا کہ کل پانچویں دن سب مسجد حرام میں داخل ہوں اور جو شخص کل صبح اس مسجد حرام میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہی فیصلہ کرے گا۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز سب سے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ سب لوگ آپ پر راضی ہو گئے کہ یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی چادر بچھائی۔ اس پر حجر اسود کو رکھا اور فرمایا ہر قبیلے کا سردار اس کا کونا تھام لے اور اوپر اُٹھائیں۔ تمام قبائل نے حضور کے حکم پر عمل کیا اور ہر قبیلے کے سردار نے چادر کا کونا پکڑ لیا اور حجر اسود کو چادر پر رکھ کر اُٹھا لیا۔ چادر مقام نصب پر پہنچی تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اپنے مقدس ہاتھوں سے اُٹھایا اور دیوار میں نصب فرما دیا۔ اس طرح آپ کے اس دانشمندانہ فیصلہ سے سب قبیلے خوش ہو گئے اور باہمی قتل سے بچ گئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی مدرسہ یا کسی معلم سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن اس کے باوجود بچپن ہی سے عقل ودانش کے آثار آپ کے رُخِ انور سے ظاہر تھے اور آپکے ارشادات لوگوں کیلئے باعثِ تعجب اور قابلِ تحسین تھے۔آپ کبھی جھوٹ نہ بولتے۔ آپ اپنی زبان پر گالی اور بری بات کبھی نہ لاتے اور کبھی کوئی بات ایسی نہ کرتے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ بزرگوں کا ادب کرتے۔آپ جو بات کہتے سب اسے پسند کرتے۔حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت دن بدن اہلِ مکہ کے دِلوں میں بڑھتی گئی اور لوگ آپ کو محمد امین اور محمد صادق کہنے لگے۔حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداء سے اپنا قلبی تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کیا ہوا تھا لہٰذا آپ کو شروع ہی سے بت پرستی سے نفرت تھی۔اہلِ عرب میں بت پرستی عام تھی۔خانہ کعبہ ان دِنوں بت خانہ بنا ہوا تھا۔چھوٹے بڑے تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے جن کی لوگ پوجا کیا کرتے تھے۔آپ اہلِ مکہ کے شور وغل سے کنارہ کش ہو کر صحرا اور پہاڑوں کی خاموش فضاؤں میں چلے جاتے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرتے۔

جب آپ کی عمر چالیس سال کے قریب ہو چکی اور اہلِ مکہ آپ کی سچائی، صداقت، دیانتداری اور بزرگی کا اعتراف کر چکے تو آپ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو 611ء میں غارِ حرا میں تنہائی کی گھڑیوں میں مصروفِ عبادت تھے کہ حضرت جبریل امین وحیِ الٰہی لے کر حاضر ہوگئے اور قرآن مجید کے نزول کا آغاز ہو گیا اور دین اسلام کی بنیاد رکھی۔

ابتداء میں آپ نے اپنے رِشتے داروں کو اسلام کی دعوت دی اور نبوت کا اظہار فرمایا۔سب سے پہلے آپ نے اپنی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کرلی۔مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔تین سال تک آپ خاموشی سے دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔تین سال کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا کہ اسلام کی کھل کر دعوت دیں۔دعوتِ عام کا حکم ملتے ہی آپ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور اہلِ مکہ کو دعوت کیلئے پکارا۔جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادیٔ مکہ سے سواروں کا ایک لشکر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم یقین کرلو گے؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔چنانچہ آپ نے ان سب کے سامنے اعلانِ نبوت فرمایا اور ان سے فرمایا اے لوگو! اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔اس پر ابولہب بولا کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔ابولہب نے مخالفت شروع کردی مگر آپ مسلسل لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتے اور بت پرستی سے منع کرتے۔مکہ کے بڑے بڑے سردار حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس شکایت لے کر آئے کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا کہتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے لہٰذا آپ انہیں منع کریں ورنہ درمیان میں سے ہٹ جائیں ہم ان سے خود نمٹ لیں گے۔ابوطالب نے انہیں سمجھا کر روانہ کر دیا۔ مخالفت کے باوجود لوگ اسلام تیزی سے قبول کرنے لگے۔

جوں جوں اسلام تیزی سے پھیلتا گیا کفارِ مکہ کے دِلوں میں نفرت بھی زیادہ ہوتی گئی اور حضور پر زیادتی اور تشدد میں اضافہ کر دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں۔ آپ کو جھٹلانے لگے، آپ کو شاعر کہنے لگے، کوئی جادوگر کہنے لگا، کوئی کاہن اور مجنون کہتا۔ پیغمبر آخر الزماں کو دی جانے والی یہ تکالیف اور اذیتیں صرف آپ تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ آپ پر ایمان لانے والے آپ کے صحابہ کرام بھی طرح طرح کی اذیتوں اور مصائب کا شکار ہوئے۔ بالخصوص وہ صحابہ جن کا کوئی قبیلہ نہ تھا ان کو تختہ مشق بنا دیا جاتا۔ کسی کو چابک سے اس قدر مارا جاتا کہ مارتے مارتے چابک ٹوٹ جاتی۔ کسی کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیا جاتا کہ دم گھٹ کر مر جائے۔ کسی کو کوٹھڑی میں بند کر دیا جاتا اور جسم میں کانٹے چبوئے جاتے۔ کسی کے پاؤں میں رسی باندھ کر تپتی ریت پر گھسیٹا جاتا۔ غرض یہ کہ اعلانِ نبوت کے ابتدائی چار سال تک مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کر دی گئی۔ وہ کون سی تکلیف واذیت تھی جو اہلِ اسلام کو نہیں دی جاتی۔ کفارِ مکہ اور مشرکین مکہ کسی صورت یہ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے کہ پیغمبر اسلام کی نبوت کو تسلیم کریں۔ جب پیغمبر اسلام نے یہ دیکھا کہ مکہ میں مسلمانوں کا رہنا مشکل ہے تو اعلانِ نبوت کے پانچ سال بعد آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ تم میں سے جو حبشہ جانا چاہے چلا جائے۔ چنانچہ گیارہ مسلمان مرد اور چار مسلمان عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اعلانِ نبوت کے چھ سال بعد آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ بھی ایمان لے آئے۔ اس کے تین دن بعد حضرت عمر فاروق بھی ایمان لے آئے۔ جب کفارِ مکہ کا ظلم مزید بڑھا تو اس مرتبہ تراسی مرد اور اٹھارہ مسلمان عورتیں حضور کے حکم سے حبشہ چلے گئے۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی تھا جو عیسائی مذہب پر تھا۔ کفارِ مکہ نے ایک وفد تحفہ تحائف کے ساتھ عیسائی بادشاہ کی خدمت میں حبشہ بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک میں پناہ نہ دینے پر مجبور کرے۔ چنانچہ قریش مکہ کا یہ وفد حبشہ پہنچ گیا اور عیسائیوں پادریوں سے رابطہ کر کے ان کو تحفے اور قیمتی تحائف دیئے کہ وہ نجاشی بادشاہ سے ملاقات کرانے میں ہماری مدد کریں۔ دوسرے دن کفارِ مکہ کا یہ وفد حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا اور قیمتی تحائف پیش کیے۔ بادشاہ اس وفد سے مل کر بڑا خوش ہوا اور ملاقات کا سبب پوچھا۔ کفارِ مکہ نے کہا اے بادشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے ملک کے ایک نئے مذہب کے پیروکار آ گئے ہیں۔ ہمیں یہ ڈر ہے کہ وہ آپ کے ملک میں بھی فتنہ برپا کر دینگے۔ اس لئے ہمارے ملک کے یہ لوگ ہمارے حوالے کر دیئے جائیں۔ عیسائی پادریوں نے بھی کفارِ مکہ کی حمایت وتائید کی۔ نجاشی بادشاہ نے کہا پہلے ان لوگوں کو میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک وفد حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا، تم نے کون سا دین ایجاد کیا ہے؟ صحابیٔ رسول حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل، بت پرست، مردار کھانے والے اور بدکار تھے۔ ہمسایوں کو ستاتے، کمزوروں پر ظلم کرتے تھے۔ اسی دوران ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا جو انتہائی شریف، صادق اور امین ہے اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور ہمیں بت پرستی سے منع کیا۔ سچ بولنے کی تاکید کی، خونریزی سے منع کیا، یتیموں کا مال کھانے سے منع کیا، پاک دامن پر تہمت لگانے سے منع کیا، ہمسایوں کو آرام پہنچانے کی تاکید کی۔

ہم ان پر ایمان لے آئے، کفر اور شرکیہ عمل کو ترک کر دیا۔ اب ہماری قوم کے یہ لوگ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم دوبارہ اسی گمراہی اور کفر میں لوٹ آئیں۔ عیسائی بادشاہ نجاشی نے کہا، جو قرآن تمہارے پیغمبر پر اُترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ مریم کی چند آیات سنائیں۔ جنہیں سن کر نجاشی بادشاہ پر رقت طاری ہوگئی اور وہ زار و قطار رونے لگا اور کلامِ الٰہی سننے کے بعد کہنے لگا کہ خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل مقدس ایک ہی جیسے معلوم ہوتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد نجاشی بادشاہ نے کفارِ مکہ کے قیمتی تحائف واپس کر دیئے اور کہا کہ میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہیں کرونگا۔ لالچی پادریوں نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ! یہ مسلمان آپ کے عیسیٰ مسیح کے بارے میں اچھا عقیدہ نہیں رکھتے یہ سن کر عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے، پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور کہنے لگا خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر نہ زیادہ ہیں اور نہ کم۔ سن چھ ہجری میں نجاشی بادشاہ نے اسلام قبول کرلیا۔ (طبری، ابن ہشام، مستدرک، حاکم کتاب التفسیر)

اعلانِ نبوت کے ساتویں سال قریش مکہ نے جب یہ دیکھا کہ نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو پناہ دے دی اور تشدد اور اذیت کے باوجود اسلام قبائل عرب میں تیزی سے پھیل رہا ہے تو پھر کفارِ مکہ نے مشترکہ طور پر یہ پروگرام بنایا کہ کسی طرح پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ جب یہ ناپاک خبر ابو طالب کے پاس پہنچی تو اس نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حفاظت کی غرض سے شعب ابی طالب (درّہ) میں لے چلو۔ چنانچہ آپ دیگر مسلمانوں کے ہمراہ درّہ میں محصور ہوگئے۔ تین سال تک اس درہ میں انتہائی تکالیف کی حالت میں گزار دیئے۔ ان تین سالوں میں کفارِ مکہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کا سماجی بائیکاٹ کر دیا۔ کسی قسم کا غلہ، گندم اناج اور کھانے پینے کی اشیاء مسلمانوں کو نہ دینے دیا اور کفارِ مکہ نے تاکید کے طور ایک معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لگا دیا جس میں مسلمانوں کی مدد کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

اس معاہدہ کے تحت باہر سے جو بھی غلہ آتا کفارِ مکہ خود خرید لیتے مسلمانوں کو نہ دیتے۔

انسان کی تخلیق

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کرنا چاہا تو زمین کو حکم جاری کیا کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرونگا جس میں فرمانبردار بھی ہونگے اور نافرمان بھی۔ فرمانبرداروں کو جنت کی نعمتوں سے سرفراز کروں گا اور گناہگاروں اور نافرمانوں کو دوزخ کے شعلوں میں پھینک دوں گا۔ زمین یہ سنتے ہی عرض کرنے لگی اے پروردگار! مجھے اس بات کا ڈر ہے جو مخلوق مجھ سے بنے گی جب گناہوں کے سبب دوزخ میں جائے گی تو مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ تیرا عذاب برداشت کرسکوں یہ کہہ کر زمین فریاد کرنے لگی۔ پھر جبریل امین حکم الٰہی سے زمین پر ایک مٹھی مٹی لینے آئے۔ زمین رونے لگی جبریل امین واپس چلے گئے۔ پھر میکائیل علیہ السلام مٹی لینے آئے زمین کی دردناک آہ و بکا سن کر وہ بھی بغیر مٹی لئے چلے گئے۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام آئے وہ بھی زمین کی فریاد سن کر واپس چلے گئے۔ آخر حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے زمین کی ایک نہ سنی وہ رونے لگی۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے زمین! تو انسان کی بدقسمتی پر کیا رو رہی ہے تو خود نافرمان ہے۔ تجھے تین بار حکم مل چکا تو نے تینوں بار نافرمانی کی اور حکم نہ مانا جس اولاد کی ماں اس درجہ نافرمان ہو اگر اس کی اولاد نافرمانی کر کے سزا پائے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام زمین سے مٹھی بھر کر مٹی لے گئے۔ زمین اس صدمے سے اس قدر روئی کہ اس کے رونے سے زمین پر چشمے جاری ہوگئے جو قیامت تک جاری رہیں گے۔ (فتاویٰ علی الجلالین)

حاشیہ جلالین میں ہے کہ حکم الٰہی سے مٹی میں ہر قسم کے ذرات تھے، سرخ، سفید، سیاہ اور درمیانہ رنگ کے علاوہ کچھ نرم مٹی لی گئی تو کچھ سخت کہیں پاک مٹی تو کہیں سے گندی مٹی لی گئی۔ جتنی قسم کی رنگت اور خاصیت مٹی میں شامل تھی اسی طرح رنگ اور خاصیت انسانوں میں شامل ہوئی۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام جب مٹی لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزرائیل! زمین نے مٹی لینے سے پناہ مانگی تھی تو نے اس پر رحم کیوں نہیں کیا؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی اے مولا! تیرے حکم کی بجا آوری مجھ پر زیادہ ضروری تھی اسلئے رحم نہیں کیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو انسان کی روح قبض کرنے پر مقرر کردیا، اس طرح آپ ملک الموت مقرر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا، اس مٹی کو زمین پر لے جا کر بیت المقدس گھر کے قریب پہاڑوں کے پاس رکھ دو۔ چنانچہ مٹی زمین پر رکھ دی گئی۔ پھر حکم الٰہی سے اس کا خمیر تیار کیا گیا۔ اس خمیر پر چالیس روز تک بارش ہوئی اُنتالیس دن رنج و غم کے بادل بارش برساتے رہے اور ایک دن خوشی کا بادل برسا۔ اسی وجہ سے انسان میں غم و فکر زیادہ اور خوشی کم پائی جاتی ہے۔

تین سال اسی تکلیف دہ حالت میں گزرنے کے بعد اس معاہدہ کو دیمک نے چاٹ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنے محبوب کو آگاہ فرمایا کہ اس معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر اپنے چچا ابو طالب کو دی ابوطالب نے قریش مکہ کو جا کر کہا کہ معاہدہ قدرتی طور پر منسوخ ہو چکا ہے۔ تم اپنا معاہدہ لاؤ۔ کفار جب معاہدہ لینے گئے تو معلوم ہوا کہ دیمک نے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا سب کچھ چاٹ لیا ہے۔ اس طرح یہ معاہدہ منسوخ ہو گیا اور حضور مسلمانوں کے ہمراہ گھاٹی سے اعلانِ نبوت کے دسویں سال باہر تشریف لے آئے۔ اسی سال حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد ابو طالب نے وفات پائی اور تین دن بعد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ اب کفارِ مکہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دینے میں اور دلیر ہو گئے۔ کفار ہر طرح سے آپ کو تکلیف دینے لگے۔ آپ کی راہوں میں کانٹے بچھا دیتے۔ راہ چلتے تو مٹی سر اقدس پر ڈال دیتے۔ ان تکلیف دہ حالات میں آپ نے اسی سال طائف کے سفر کا ارادہ کیا۔ آپ نے اپنے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کو لے لیا۔ طائف پہنچ کر وہاں کے با اثر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے آپ کی دی ہوئی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کا مذاق اُڑانے لگے کوئی کہنے لگا کہ اللہ کو پیغمبری کیلئے تیرے سوا کوئی اور نہ ملا، کسی نے کہا اگر تو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلافِ ادب ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمجھانے کے باوجود جب یہ بدنصیب لوگ آپ پر ایمان نہ لائے تو آپ واپس آنے لگے تو طائف کے مغرور اور متکبر لوگوں نے شریر اور آوارہ لڑکوں کو فخر کائنات محسن انسانیت کے خلاف اُبھارا۔ ان کے اُکسانے پر یہ لوگ آپ کو نازیبا الفاظ کہنے لگے۔ کوئی گالیاں دیتا تو کوئی تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کرتا۔ اس طرح شہر کے منچلے اوباش آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور آپ پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ پتھراؤ کا یہ سلسلہ اس قدر ہوا کہ کائنات کا یہ عظیم محسن جس راہ سے گزرتا آپ پر پتھروں کی بارش کر دی جاتی۔ آپ خون میں تر بتر ہو گئے۔ آپ کی نعلین پاک خون سے بھر گئیں۔ جب آپ پتھروں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ آوارہ اوباش آپ پر اور تیز پتھراؤ کرتے اور آپ کو اُٹھنے پر مجبور کر دیتے اور مسلسل پتھر برساتے اور مسلسل تعاقب کرتے رہے۔ آخر آپ نے شہر کے باہر ایک باغ میں جا کر پناہ لی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طائف کا واقعہ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا، پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کے بعد کہا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! بے شک اللہ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں مجھ کو آپ کے ربّ نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اخشبین (پہاڑ) کو ان پر الٹ دوں تو الٹ دیتا ہوں۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا نہیں میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اوپر ہونے والے ہر ظلم و اذیت پر صبر کیا کرتے تھے بلکہ درگزر سے کام لیا کرتے۔ سخت مخالفت کے باوجود بھی آپ نے تبلیغی مشن کو جاری رکھا۔

حج کے موقع پر تمام قبائل عرب اور مکہ کے نواح سے بہت سے لوگ بیت اللہ کی زیارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آنے والے ان قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے مگر کوئی آپ کی بات سننے کیلئے تیار نہ ہوتا۔

یثرب جو مدینہ منورہ کا قدیمی نام ہے۔ اس شہر میں زمانہ قدیم سے عمالقہ قبیلے کے لوگ آباد تھے۔ ان کے بعد ملک شام سے یہودی بھی آکر آباد ہوگئے تھے۔ یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق آخری نبی اس شہر میں تشریف لائیں گے اور ان یہودیوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ وہ آخری نبی بنی اسرائیل سے ہوگا اس لئے وہ پہلے ہی سے مدینہ منورہ میں آبسے تھے۔ یہود چونکہ اہل کتاب اور صاحبِ علم تھے لہٰذا مدینہ کے اطراف میں ان کا بڑا زور اور اثر تھا۔ اسی زمانے میں یمن سے دو سگے بھائی اوس اور خزرج بھی اپنے قبیلوں کے ساتھ یثرب میں آبسے۔ یہ دونوں بھائی بت پرست تھے۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا اکثر یثرت کے یہودیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ یہودی اکثر قبیل اوس اور خزرج کو پیغمبر آخرالزماں کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ ان کی نشانیاں بتاتے اور یہ بھی بتاتے کہ وہ نبی ہجرت کرکے یثرب (مدینہ) میں آئے گا اور ہم انہیں کے منتظر ہیں۔

اعلانِ نبوت کے گیارہویں سال قبیلہ خزرج کے چھ افراد یثرب سے مکہ طوافِ کعبہ کیلئے حج پر گئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان چھ افراد کو ان کی قیام گاہ پر جاکر اسلام کی دعوت دی۔ الحمدللہ انہوں نے اسلام کی دعوت قبول کرلی اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ ان چھ افراد نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ کچھ وقت گزارا تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ تو وہی ہیں جن کی نشانیاں مدینہ کے یہودی بتاتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب وہ واپس یثرب (مدینہ) گئے تو اپنے قبیلے کے دوسرے افراد کو بھی اسلام کی دعوت دی تو آئندہ سال بارہ مرد مکہ آئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا۔ ان بارہ کے ہمراہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

روانہ کیا تا کہ وہ ان کو اسلام کی بھرپور تعلیم دیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یثرب آ کر ان کی خوب تربیت کی اور ان کی دعوت پر قبیلہ اوس اور خزرج کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تمام انصاری صحابہ انہیں دو خاندان سے ہیں۔

اعلانِ نبوت کے بارہویں سال ہی ماہِ رجب کی ستائیسویں شب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج عطا کی گئی اور حکمِ الٰہی سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسم اور روح کیساتھ رات کے مختصر حصے میں مسجد حرام بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے۔ تمام انبیاء و رسل نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ اس موضوع پر علماء نے بے شمار کتابیں تحریر کی ہیں۔ یہ ایک بہت تفصیلی موضوع ہے۔ یہاں اس موضوع کو طول دینا مناسب نہیں۔ صرف اتنا بتاتا چلوں کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی ارواح سے ایک مقدس نبی پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا جو عہد لیا تو گویا آج لاکھوں کروڑوں سال کے بعد اس مقدس نبی کی عظمتوں پر ایمان لانے اور ان کی معاونت کرنے کا اظہار ہو رہا تھا۔ تمام انبیاء پیغمبر آخر الزماں کی زیارت کیلئے موجود تھے۔ اس موقع پر تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ جنت و دوزخ، قدرت کے اسرار و رموز آپ نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کئے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنی آنکھوں سے کیا۔ یہ سارا سفر حالتِ بیداری میں کیا۔ اللہ تعالیٰ جو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے اس ربّ نے اپنی قدرت سے اپنے قربِ خاص میں بلایا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو ناچیز کی تحریر کردہ کتاب 'وفا کا سفر' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے معراج کے موقع پر اپنے محبوب نبی کی اُمت کیلئے پانچ نمازوں کا تحفہ دیا جو ہر مسلمان بالغ مرد و عورت پر فرض کی گئی ہیں۔

اعلانِ نبوت کے تیرہویں سال ایامِ حج کے موقع پر انصار کے ہمراہ ان کی قوم کے بہت سے بت پرست مکہ آئے۔ جب حج سے فارغ ہوئے تو ان میں بہتر مرد اور دو عورتیں چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح یثرب مسلمانوں کی اکثریت کا حصہ بنتا گیا۔ جوں جوں اسلام کی دعوت عام ہوتی گئی اسی قدر مخالفت بھی زوروں پر تھی اور مخالفت اس حد تک بڑھ گئی کہ اب مسلمانوں کا مکہ میں رہنا دُشوار ہو گیا تھا۔ ان تشویشناک حالت میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی مسلمان چھپ چھپ کر مدینہ رُخصت ہونے لگے۔ کفارِ مکہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے ناپاک منصوبے پر عمل کرتے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم فرمادیا اور آپ نے اعلانِ نبوت کے تیرہویں سال سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمراہ لے کر مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔

جب حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کی آمد کی خبر سن کر اہل مدینہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور مدینہ کے در و دیوار ایسے روشن ہوگئے جیسے سورج کے طلوع کے وقت روشنی ہوتی ہے۔ مدینہ کے انصار صحابہ نے مہاجرین صحابہ کا استقبال کیا اور ان کی آبادکاری میں ہر طرح سے مدد کی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین صحابہ میں محبت اُخوت اور بھائی چارے کا رشتہ قائم کردیا۔ اس طرح مدینہ منورہ اسلامی تعلیمات کا مرکز بن گیا۔

مدینہ پہنچ کر مسجدِ نبوی کی تعمیر فرمائی۔ مسجد کی تعمیر میں خود حضور حصہ لیتے اور اینٹیں اُٹھا کر لاتے۔ مسجد سائبان بنایا گیا جسے اصحابِ صفہ کا نام دیا گیا۔ یہاں غریب فقراء صحابہ کرام رہا کرتے ان صحابہ کی تعداد ستر کے قریب تھی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں اس وقت اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آچکی تھیں۔ ان کیلئے مسجد کے ساتھ دو حجرے بنادیئے گئے۔ مدینہ مسلمانوں کیلئے ایک پُر امن جگہ تھی۔ مسلمانوں کی دن بدن تعداد بڑھتی گئی۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر کفارِ مکہ کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ وہ کسی طرح مسلمانوں کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ کفار کے بڑے بڑے سردار جمع ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا اور کفارِ مکہ کا ایک ہزار کا لشکر جرار اسلحہ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوگیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کفار کے ناپاک عزائم کا علم ہوا تو حضور نے مسلمانوں کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جن میں تین سو تیرہ صحابہ حضور کے گرد جمع ہوگئے۔ بے سروسامانی کے اس ابتدائی دور میں مسلمانوں کے پاس صرف ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ مسلمانوں کا یہ لشکر کفارِ مکہ کا مقابلہ کرنے کیلئے مدینہ سے روانہ ہوا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت میں جانے والا یہ لشکر بدر کے مقام پر پہنچا جہاں کفار کا تین گنا مسلح لشکر پہنچ چکا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کی صف بندی کی اور خصوصی ہدایات سے آگاہ کیا۔ حضور نے محاذِ جنگ مقام بدر پر پہلی رات اللہ تعالیٰ سے مناجات میں گزاری۔ رات بھر گریہ و زاری کی۔ مسلمانوں کی کامیابی کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے رہے۔ صبح لوگوں کو نماز کیلئے بیدار کیا۔ نماز سے فارغ ہوکر جہاد کے فضائل بیان فرمائے۔ جنگِ بدر کے ایمان افروز واقعات کی تفصیل جاننے کیلئے ناچیز کی تحریر کردہ کتاب 'ملت کے نگہبان' کا ضرور مطالعہ کریں۔

المختصر جنگ کا طبل بج گیا اور نہتے مسلمان مسلح کفار پر ٹوٹ پڑے گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے کیلئے موجود تھے مسلمانوں کو اس جنگ میں عظیم فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے۔ ان کا اسلحہ اور کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس غزوہ میں چودہ صحابہ شہید ہوئے جنہیں مقام بدر میں دفن کیا گیا۔ اس جنگ کے علاوہ اور بھی جنگیں ہوئیں۔ جنگِ اُحد اور جنگِ خندق زیادہ مشہور ہیں۔ عمدہ اخلاق اور ایمانی قوت کی بدولت مسلمانوں کو ہر مرتبہ کامیابی حاصل ہوئی۔ جنگِ بدر کی عظیم الشان کامیابی سے اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرتے گئے۔

ہزار ہا افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ جنگِ بدر کے چند سال بعد یعنی ۱۰ رمضان آٹھ ہجری کو دس ہزار کا لشکر لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ مکہ کے کفار اس عظیم لشکر کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے۔ کسی میں جرأت نہ ہوئی کہ مقابلہ کرے۔ آپ اپنے سر کو جھکائے عاجزی اور انکساری کے ساتھ لشکر کے ہمراہ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے دائیں بائیں اور پیچھے مہاجرین اور انصار صحابہ تھے۔ آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر طواف کیا۔ جس قدر بت خانہ کعبہ میں تھے سب کے سب توڑ دیئے گئے۔ خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کردیا۔ کفارِ مکہ خوف زدہ ہوکر بیت اللہ شریف میں جمع ہوچکے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اہل قریش کو مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ قریش! خدا نے تم سے جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار دور کردیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت فرمائی:

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا اور تم کو کنبے اور قبیلے بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (سورۂ حجرات۔ ع۲)

کفارِ مکہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ سب ان کے پیش نظر تھا اور وہ حالتِ خوف میں تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اب ان کی قسمت کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ تھے کہ جن کے شر کی وجہ سے ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رات کی تاریکی میں اس شہر سے ہجرت کی تھی اور آج اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھادیا کہ حضور دس ہزار جانثار صحابہ کے ہمراہ ہیں۔ بدلہ لینے کی پوری قوت موجود ہے۔ دشمن سامنے موجود ہے۔ ہر شخص خوفزدہ ہے، کسی میں بولنے کی جرأت نہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلتے ہیں، اے اہل قریش! تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ کفارِ مکہ بولے آپ ہمارے بھائی ہیں اور شریف برادرزادہ ہیں اس لئے نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ رحمۃ اللعالمین، محسن انسانیت، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم آزاد ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام دشمنوں کو معاف کردیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے مختلف بادشاہوں اور دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو خط بھیجے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعتیں تبلیغ اسلام کیلئے وفود کی شکل میں قرب وجوار میں بھیجیں۔ کئی لوگوں سے مذاکرات کئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اطراف کے کئی لوگ، کئی شہر اور کئی ممالک کے باشندے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ دین اسلام اور خدا پرستی ملک عرب کا دستور بن گیا۔ مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا مرکز بن گیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلیٰ تعلیمات کے سبب مسلمانوں کی قوت ایسی مضبوط ہوگئی کہ ان کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال

ہجرت کے گیارہویں سال پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہمراہ آخری حج ادا کیا اور مسلمانوں کو دینِ اسلام کے مکمل ہونے کی خوشخبری سنائی اور انہیں قرآنِ پاک کے احکام اور سنت کی پیروی کرنے کی تاکید فرمائی۔ حج کی ادائیگی کے دو ماہ بعد اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور بیماری کے چودہ دن بعد شہنشاہِ کونین، محسنِ انسانیت، فخرِ کائنات، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں کفر و شرک کے پردے کو چاک کر کے دنیا سے پردہ فرما گئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غسل آپ کے اہل بیت میں سے حضرت علی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے دو بیٹوں اور دیگر نے دیا۔ آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ جماعت کے ساتھ ادا نہیں ہوئی۔ ایک جماعت آپ کے جسدِ اطہر کے قریب آتی اور بغیر جماعت کے نماز ادا کر کے چلی جاتی۔ پھر دوسری جماعت آتی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازہ پر کسی نے امامت نہیں کی کیونکہ آپ حیات اور بعد انتقال کے سب کے امام ہیں۔ جب سب لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ انفرادی طور پر پڑھ چکے تو پھر آپ کو مسجدِ نبوی سے متصل اسی حجرہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا روضۂ پاک مدینہ منورہ میں ہے جہاں دنیا بھر کے مسلمان آپ کی بارگاہِ عالیہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے اور سلام کا نذرانہ پیش کرنے حاضر ہوتے ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے اسلام کی ترویج کے عمل کو جاری رکھا۔ اسلام دشمن قوتیں مغلوب ہوتی گئیں اور اسلام ان پر غالب ہوتا گیا۔ خلیفۂ دوئم سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت تک اسلامی سلطنت ستائیس لاکھ مربع میل (تقریباً ستر لاکھ مربع کلومیٹر) کے وسیع و عریض علاقے تک پھیل گئی۔

یہ خیال رہے کہ اس وقت پاکستان کا رقبہ سات لاکھ چھیانوے ہزار پچانوے مربع کلومیٹر ہے یعنی پاکستان جیسے آٹھ ممالک اس رقبے میں آتے ہیں۔ اس سے اسلام کی اشاعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کے دور میں اسلام تیزی سے دنیا بھر میں پھیلنے لگا اور عراق، عجم، آذربائیجان، فارس، آرمینا، مصر، عسکا، ایران، اسکندریہ، شام، کرمان، خراسان، مدائن، مکران، بابل، ہبستان اور دیگر بہت سے ممالک اسلامی سلطنت میں شامل ہوگئے۔ خلیفۂ سوئم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام کی اشاعت کا دائرہ اور وسیع ہوا اور مسلمانوں کی عظیم فتوحات نے بہت سے ممالک کو اپنی حدود میں شامل کرلیا۔ ان علاقوں میں قبرص سابور، سرخس، ارجان، اندلس، نیشاپور، طوس، مرو بیہق اور افریقہ کے بہت سے حصے اسلامی سلطنت میں شامل ہوگئے۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کا رُعب و دبدبہ ہوگیا۔ اسلام کی حقانیت اور غلبہ ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ بعد میں آنے والے حکمرانوں نے بھی کامیابی کے اس تسلسل کو قائم رکھا۔

تمام انبیاء ورسل اگرچہ منصبِ نبوت ورسالت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوتے ہیں مگر فضائل وکمالات، مراتب ومقامات اور معجزات وکرامات میں بعض انبیاء بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو ایک کمال عطا کیا تو کسی دوسرے نبی کو دوسرا کمال عطا کیا۔ مگر فخر کائنات، محسن انسانیت، رحمۃ اللعالمین، پیغمبر آخر الزماں، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تمام کمالات، فضائل، خصائص، مراتب اور مقامات کی مظہر ہے یعنی جو کمالات وفضائل دیگر انبیاء ورسل کو انفرادی طور پر عطا کئے گئے ان تمام انبیاء ورسل کے تمام کے تمام فضائل وکمالات اپنی اعلیٰ ترین اور اکمل ترین صورت میں فخر کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے اور اس کے علاوہ بھی ایسے بے شمار فضائل وکمالات اور لاتعداد معجزات عطا کئے گئے کہ کوئی نبی ورسول برابری تو کیا محض شرکت کا دعویٰ بھی نہیں کرسکتا آپ کی سیرت چونکہ تمام انسانوں کیلئے اسوۂ حسنہ ہے۔ چنانچہ آپ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ کتابوں میں محفوظ کردیا گیا۔ کیونکہ آپ تمام جہانوں کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے لہٰذا آپ کی تبلیغ کا دائرہ بھی ساری دنیا تک ہے۔ آپ سارے نبیوں کے سردار ہیں اس لئے آپ کے محاسن بھی سب سے ممتاز ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان بیان فرمائی:

ترجمہ: اور بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے۔ (سورۂ قلم)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا، میں محاسن اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ (موطا امام مالک)

سابقہ انبیاء حسن اخلاق کی کسی ایک نوع سے مختص تھے جبکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی حسن اخلاق کی تمام انواع کی جامع تھی۔ آپ کی خصوصیات پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور قیامت تک لکھا جاتا رہے گا۔ آپ کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے آپ کے اخلاق ومحسن اور خصائص مستند سندوں کے ساتھ محفوظ کردیئے گئے تاکہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسان اپنے اپنے زمانوں میں ان کی اقتداء کرسکیں۔ ان کے بنائے ہوئے اصولوں کو اپنی زندگی میں نافذ کرسکیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کو تفصیل کے ساتھ لکھنا کسی انسان کیلئے ممکن نہیں لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کے مختصر اجزئیات پیش خدمت ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صبر و تحمل، حلم و عفو اور درگزر

آپ ان اوصاف کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز تھے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان اوصاف کا ذکر آیا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے:

ترجمہ: پس معاف کر ان سے اور درگزر کر بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔ (سورۂ مائدہ۔ ع ۳)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب آپ اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام لیتے۔ (صحیح بخاری)

آپ پڑھ چکے ہیں کہ کفارِ مکہ اور اہل طائف نے محسنِ انسانیت پر کیسے کیسے ظلم ڈھائے آپ کو خون میں تر بتر کردیا۔ آپ نے اس موقع پر بھی صبر و تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیا۔ حالانکہ سفر طائف کے موقع پر پہاڑ کے فرشتے نے کہا کہ اگر آپ حکم کریں تو پہاڑ اہل طائف پر اُلٹ دوں مگر آپ نے عفوودرگزر سے کام لیا۔ جنگِ بدر کے موقع پر ستر کافر قیدی بنائے گئے یہ وہ لوگ تھے جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کردینے کا منصوبہ بنا چکے تھے اور انہوں نے مقامِ بدر پر اسی لئے جنگ کی تھی کہ تمام مسلمانوں کو قتل کردیں۔ یہی لوگ جب قیدی بنائے گئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیے تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے انتقام لینے کے بجائے عفوودرگزر سے کام لیا۔ کسی کو فدیہ دے کر معاف کردیا، تو کسی کو کسی صحابی کے گھر ٹھہرا دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار صحابہ کا لشکر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ اہل قریش خوف زدہ تھے۔ ان کو یہ یقین تھا کہ جو ظلم انہوں نے مسلمانوں پر کیے ہیں اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں مگر آپ پڑھ چکے ہیں کہ رحمۃ اللعالمین نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کردیا۔

ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ وہاں سے ایک یہودی کا گزر ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوتا ہوا دیکھ کر یہودی نے تلوار میان سے نکالی اور سرہانے کھڑا ہوگیا۔ حضور کی آنکھ کھل گئی۔ یہودی بولا تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا 'میرا اللہ'۔ ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ سن کر یہودی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور حضور نے اُٹھالی اور اسے معاف فرمادیا۔ (بخاری شریف)

انکساری و تواضع اور حسن معاشرت

مقام ومرتبہ میں اگرچہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں اس کے باوجود آپ کی عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ کبھی تکبر کرنے والوں کی طرح تکیہ لگا کر کھانا نہ کھاتے اور فرماتے، میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا ہے اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ (بخاری شریف)

ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ کا پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی وفقر اختیار کریں اور اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت اور امیری لے لیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیغمبری کے ساتھ بندگی اور فقر کو پسند فرمایا۔ بادشاہت اور مال ودولت کو پسند نہ کیا۔

ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم کھڑے مت ہو جیسا کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازے کے پیچھے چلتے، غلاموں کی دعوت قبول کرتے، آپ اپنی نعلین مبارک کو خود ہی پیوند لگا لیتے، خود ہی اپنے کپڑے سی لیتے، اپنی بکری کا دودھ اپنے ہاتھوں سے نکال لیتے، جب کوئی مہمان آپ سے ملنے آتا تو اس کی عزت کرتے اور اس کیلئے اپنی چادر بچھادیتے، سلام کرنے میں پہل کرتے، مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص نہ ہٹاتا۔

سخاوت و ایثار

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔آپ سے بڑھ کر سخی دنیا میں کوئی نہ ہوا۔آپ کسی کے سوال کو رڈ نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا تو عطا کر دیتے نہ ہوتا تو قرض لے کر عطا کر دیتے۔ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُحد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا، اگر یہ پہاڑ میرے لئے سونا بن جائے تو میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ اس میں سے ایک دِینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہ جائے۔ایک مرتبہ نمازِ عصر کا سلام پھیرتے ہی آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ کچھ ہی دیر بعد پھر تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تعجب سے جانے اور جلد واپس آنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آگیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہے اس لئے جا کر اسے تقسیم کرنے کیلئے کہہ کر آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

زہد و قناعت

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں زہد و قناعت کمال درجے کا تھا۔آپ اپنے اہل وعیال کیلئے بھی زہد کی زندگی پسند فرماتے تھے۔آپ کے مکان کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے۔جن کی دیوار بھی انسانی قد سے کچھ ہی زیادہ اونچی تھیں۔ آپ کی ازواجِ مطہرات کے پاس پہننے کیلئے ہر ایک کے پاس ایک جوڑا کپڑا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کبھی لگاتار دو روز جَو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نے دنیا سے پردہ فرمالیا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھا پیمانہ جَو کے کچھ کھانے کو نہ تھا۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں بعض مرتبہ دو دو مہینے تک آگ نہ جلتی تھی، صرف پانی اور کھجوروں پر گزارہ ہوتا تھا۔بعض اوقات آپ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔

خمیر سے پتلا تیار کیا گیا جو چالیس سال تک مقدس گھر کے قریب مکہ اور طائف کے درمیان زمین پر پڑا رہا۔فرشتوں نے کبھی ایسی صورت دیکھی نہ تھی وہ حیران ہوکر اس کو دیکھنے لگے۔عزازیل جن جس کو زمین کی نگرانی سونپی گئی تھی وہ بھی اس مٹی کے پتلے کو دیکھنے آیا اور اسکے اردگرد گھوم کر کہنے لگا،اس کو دیکھ کر تعجب کیوں کرتے ہو اس کی کمزوری کا تو یہ حال ہے اگر کچھ نہ کھائے تو گر پڑے اور اگر زیادہ کھالے تو چل نہ سکے۔ (تفسیر نعیمی)

پھر اللہ تعالیٰ نے اس پتلے میں اپنی خاص روح داخل فرمائی۔روح کو حکم ہوا کہ اس پتلے میں داخل ہوجا اور تمام حصوں میں پھیل جا۔ جب روح ڈھانچے میں داخل ہوئی تو جسم میں سخت اندھیرا پایا اور اندر جانے سے رُک گئی۔اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنے 'مقدس نبی' کے نور سے اس ڈھانچے کو روشن کردیا اور وہ نور ڈھانچے کی پیشانی میں بطورِ امانت رکھ دیا۔چنانچہ ناک کے راستے روح پتلے میں آہستہ آہستہ داخل ہوئی۔روح جیسے ہی سر کے حصے میں پہنچی تو ایک چھینک آئی اور زبان پر پہنچی تو الحمدللہ پڑھا اور جب روح آنکھوں میں داخل ہوئی تو آنکھیں روشن ہوگئیں۔جیسے ہی نظر اُٹھا کر دیکھا عرش پر نظر پڑی، جہاں اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کے ساتھ ایک مقدس نبی کا نام لکھا دیکھا۔جب روح کمر تک پہنچی تو انسانی قالب نے اُٹھنا چاہا مگر گر گیا کیونکہ روح ابھی پاؤں تک نہیں پہنچی تھی، جوں جوں روح انسانی پتلے میں پہنچی تو وہ پتلا گوشت، پوست، ہڈی، رگ، آنت میں منتقل ہوتا گیا۔آخر جب روح انسانی قلب میں مکمل طور پر پہنچ گئی تو پہلا انسان تخلیق ہوگیا اور یہی وہ پہلا انسان ہے کہ جن کا نام نامی اسمِ گرامی **آدم** رکھا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت سے بھی سرفراز کیا۔آپ جہاں سب سے پہلے انسان، بشر اور آدمی ہیں وہاں سب سے پہلے نبی بھی ہیں۔ساری دنیا میں جتنے انسان پیدا ہوئے یا ہونگے وہ سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ فرشتوں کو سلام کرو۔آپ نے فرشتوں کو سلام کیا 'السلام علیکم'۔فرشتوں نے جواب دیا 'وعلیکم السلام'۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ آپ کیلئے اور آپ کی اولاد کیلئے سلام کا طریقہ ہوگا۔ آپ نے عرض کی میری اولاد کون سی ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد آپ پر ظاہر فرمادی۔حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی مولا تیرے نام کے ساتھ عرش پر کس کا نام لکھا ہے؟ ارشادِ خداوندی ہوا اے آدم! ایک مقدس نبی کا نام ہے جو تیری اولاد میں سب سے آخر میں ہوگا تجھ سے جب کوئی لغزش ہوگی تو اس مقدس نبی کے طفیل تجھے معافی عطا کروں گا۔

عدل و انصاف

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ دنیا میں کوئی بھی عادل نہیں ہوا۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب حضرت دائی حلیمہ نے بچپن میں آپ کو دودھ پلایا تو آپ نے صرف دائیں پستان سے دودھ نوش کیا۔ دوسرے پستان سے دودھ نہ پیا۔ دوسرا پستان اپنے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ کیلئے چھوڑ دیا۔

اہل قریش اگرچہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سخت عداوت رکھتے تھے مگر اس کے باوجود اپنی قیمتی اشیاء آپ ہی کے پاس بطورِ امانت رکھتے رہے۔

جنگِ بدر کے موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صف بندی کر رہے تھے ایک انصاری صحابی صف سے آگے نکل گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لکڑی سے ان کے پیٹ کو ہلکا سا مار کر توجہ دلائی فرمایا اے سواد! برابر ہو جاؤ۔ اس پر انصاری صحابی سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قصاص یعنی بدلہ طلب کر لیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً جسم مبارک یعنی شکم مبارک ظاہر کر دیا اور فرمایا کہ قصاص لے لو۔ اس پر حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے لپٹ گئے اور آپ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! موت حاضر ہے میں نے یہ چاہا کہ آخری عمر میں میرا بدن آپ کے مقدس بدن سے مَس ہو جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی۔

ایک مرتبہ مخزوم خاندان کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش نے چاہا کہ وہ حد یعنی سزا سے بچ جائے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سفارش کی وہ حضور سے سفارش کرا دیں۔ حضرت اسامہ نے اس عورت کے حق میں حضور سے سفارش کر دی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم حد میں سفارش کرتے ہو۔ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ (شمائل ترمذی)

تقسیمِ اوقات

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوتے تو قیام کے وقت کو تین حصوں میں بانٹ لیا کرتے ایک حصہ اللہ کی عبادت کیلئے، دوسرا حصہ اپنے اہل کیلئے، تیسرا حصہ اپنی ذات کیلئے۔ پھر اپنے ذاتی حصے کو بھی اپنے اور عام لوگوں کیلئے تقسیم کر لیتے۔ جو صحابہ آپ کے دولت خانہ پر آپ سے ملتے آپ انہیں تبلیغ کے احکام فرماتے کہ جو لوگ یہاں نہیں آسکتے انہیں احکامِ دین سے آگاہ کرو تاکہ وعظ و نصیحت کی کوئی بات عام لوگوں سے پوشیدہ نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے جن انبیاء کو بھیجا وہ اپنی نبوت کے ثبوت کیلئے بعض موقعوں پر بطورِ دلیل معجزات بھی ظاہر کرتے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کا معجزہ دکھایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کا معجزہ دکھایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کر دینے کا معجزہ دکھایا۔ اسی طرح پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی معجزات دکھائے جو سب سے اکمل ترین ہیں۔ چند معجزات کا ذکر سنئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

آپ کا وجود سر تا پا معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ انبیاء حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر لحاظ سے کامل و اکمل ترین انسان بنایا۔ آپ کی ذاتِ اقدس قدرت کا حسین شاہکار تھی۔ آپ کا وجود سر تا پا معجزہ تھا۔ آپ کا چہرہ اقدس چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور تاباں تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس وقت خوش ہوتے تو رخِ زیبا چمکنے دمکنے لگتا یوں معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ انور چاند کا ٹکڑا ہے۔ آپ کا رنگ مبارک نہایت صاف اور چمکدار تھا۔ جبیں مبارک انتہائی خوبصورت اور کشادہ تھی۔ آپ کے جسم اطہر سے ہر گھڑی مشک و عنبر سے بھی بڑھ کر بھینی بھینی خوشبو آتی۔ جب کبھی حضور کسی گلی یا بازار سے گزرتے تو گلی کوچہ خوشبو سے مہک جاتا، صحابہ کرام علیہم الرضوان سمجھ جاتے کہ اس راہ سے حضور ابھی گزرے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک اس قدر پیاری تھی کہ تمام شیریں آوازوں سے زیادہ شیریں تھی۔ آپ کی مبارک آنکھیں بڑی اور قدرتِ الٰہی سے سرمگیں اور پلکیں دراز تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے۔ آپ کی آنکھوں کو یہ کمال تھا کہ اندھیری رات میں روشن دن کی طرح دیکھتے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کا یہ معجزہ ہے کہ آپ نماز میں پچھلی صفوں کو اسطرح دیکھتے جس طرح کہ اپنے سامنے والوں کو۔ آپ کے گوش (کان) مبارک کامل تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے فرماتے، میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اور جو میں سنتا ہوں تم سن نہیں سکتے۔ میں تو آسمان کی آواز بھی سن لیتا ہوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ مبارک کا لعاب زخمیوں اور بیماروں کیلئے شفاء تھا۔ فتح خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُکھتی ہوئی آنکھوں میں لگا دیا تو آنکھیں فوراً دُرست ہوگئیں۔ ایک مرتبہ غارِ ثور میں ایک سانپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاٹ لیا جس کا زہر جسم میں پھیلنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکلیف میں تھے کہ حضور نے اپنا لعابِ دہن زخم پر لگا دیا اسی وقت درد دُور ہوگیا۔

چاند کے دو ٹکڑے کردیئے

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ کفارِ مکہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کو کہا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنگلی کے ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس نا قابلِ یقین منظر کو جہاں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہاں کفارِ مکہ نے بھی دیکھا مگر سرکش کفار ایمان نہ لائے بلکہ کہنے لگے کہ انہوں نے چاند پر جادو کر دیا ہے۔ پھر فیصلہ یہ ہوا کہ دوسرے شہروں سے آنے والے مسافروں سے اس کی تصدیق کی جائے گی کہ انہوں نے بھی چاند کے دو ٹکڑے دیکھے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ دوسرے شہروں سے آنے والے مسافر جب مکہ پہنچے تو ان سے چاند کے بارے میں پوچھا تو سب نے کہا کہ ہم نے چاند کو دو ٹکڑے دیکھے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے رونما ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سورۂ قمر میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔

انگلیوں سے پانی جاری ہونا

ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا کی جانب تشریف لے گئے۔ وہاں حضور کی خدمت میں ایک پیالہ حاضر کیا گیا۔ حضور کی چار اُنگلیاں ہی اس پیالے میں جا سکیں۔ انگوٹھا پیالے سے باہر تھا پھر حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا آؤ اور پانی پی لو۔ صحابیٔ رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور کی انگلیاں مبارک سے پانی کے چشمے بہہ رہے تھے اور سب لوگ اس ایک پیالے سے سیراب ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک لشکر کے ہمراہ تھے۔ چودہ سو افراد اس لشکر میں شامل تھے کہ پانی ختم ہو گیا۔ پانی کیلئے سب پریشان تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی زمین میں لگادی جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ لشکر نے سیر ہو کر پانی پیا اور وضو، غسل اور دیگر ضروریات سے آسودہ ہو گیا۔ (خصائص الکبریٰ جز ثانی)

کٹا ہوا بازو درست ہو گیا

میدانِ بدر میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو دشمن کی تلوار سے کٹ کر لٹک گیا۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد حضرت معاذ اپنا کٹا ہوا بازو حضور کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کٹا ہوا بازو اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنا مقدس لعاب دہن لگا کر کندھے سے لگا دیا تو بازو اسی وقت کندھے سے جڑ گیا۔ (شفاء شریف)

آنکھ کا درست ہونا

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ جنگِ اُحد کے موقع پر تیر لگنے کی وجہ سے نکل کر رُخسار پر آئی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضور نے وہ آنکھ اس کے حلقے میں رکھ دی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی آنکھ اسی وقت درست ہوگئی۔ (مدارج النبوۃ)

مردہ زندہ ہوگئی

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ بولا اگر آپ میری بیٹی کو زندہ کردیں گے تو ایمان لے آؤنگا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔ قبر پر جا کر حضور نے اس لڑکی کو نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے جواب دیا، میں حاضر ہوں' میں آپ کی تابع فرمان ہوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ دنیا میں دوبارہ آئے؟ لڑکی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم! میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے والدین سے بہتر رحیم و کریم پایا میں نے آخرت کو دنیا سے اچھا پایا یعنی میں واپس آنا نہیں چاہتی۔ (مواہب لدنیہ)

اندھی آنکھیں روشن کردیں

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں اندھی ہوکر سفید ہوگئی تھیں اور انہیں کچھ دکھائی نہ دیتا۔ ان کے والد ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے گئے۔ حضور نے کچھ پڑھ کر دم فرمایا، اسی وقت بینائی واپس آگئی۔ (بیہقی)

ہلتا پہاڑ رک گیا

ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم تھے یکا یک پہاڑ ہلنے لگا گویا خوشی سے جھومنے لگا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم ناز سے اسے ٹھوکر ماری اور فرمایا، ٹھہر جا! تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری، ترمذی)

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد میں صدیق سے مراد سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دو شہداء سے مراد سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو اپنے اپنے دورِ خلافت میں اسلام دشمن یہودیوں کی سازش سے شہید کردیئے گئے۔ ان حقائق پر اگر آپ کو کچھ معلومات حاصل کرنا ہے تو بندہ ناچیز کی تحریر کردہ کتاب 'نجات کا راستہ' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور آئندہ کے حالات جانتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو غیب کا علم عطا کیا ہے۔ علم غیب سے متعلق اگر آپ کچھ جاننا چاہتے ہیں تو ناچیز کی تحریر کردہ کتاب 'حق کی تلاش' کا ضرور مطالعہ کریں۔

جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان، کمالات، فضائل اور معجزات بیان کرنا کسی انسان کیلئے ممکن نہیں۔ آپ کی شان میں دنیا بھر میں جس قدر کتابیں لکھی جا چکی ہیں یہ شرف کسی اور کو حاصل نہیں۔ آپ کا مقام تمام انبیاء سے بلند تر ہے۔ آپ ہی وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کیلئے عالمِ ارواح میں تمام انبیاء سے ان پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں اپنی قوم کو اور اپنے جانشینوں کو پیغمبر اسلام پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کی وصیت کرتے رہے جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ جب کائنات کا وجود قائم نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک نور کی تخلیق فرمائی جو لاکھوں سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا یہی نورِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھا۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو نور ارشاد فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیتِ مقدسہ کی تفسیر میں مفسرین نے نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید کو لیا ہے۔ صحابئ رسول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے یہ بتایئے کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسے پیدا کیا؟ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں بھی اسے منظور تھا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ فرشتے اور نہ آسمان اور نہ زمین اور نہ سورج اور نہ چاند اور نہ جن اور نہ انسان تھے۔ (زرقانی شریف، ج ا ص ۴۹۔ مواہب)

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لولاك لما خلقت الافلاك

ترجمہ: اے محبوب! اگر آپ کو پیدا نہ کرتا میں آسمان و زمین اور ساری مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کیلئے نبوت کس وقت ثابت ہوگئی تھی؟ آپ نے ارشاد فرمایا، جس وقت آدم علیہ السلام ابھی جسم اور روح کے درمیان تھے۔ یعنی ان کے جسم میں جب جان بھی نہیں آئی تھی میں اس وقت سے نبی ہوں۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف)

ان دلائل سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ہونا ثابت ہے اور آپ کے نور سے ساری کائنات تخلیق کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اسی نور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو بشری لباس میں تمام انبیاء کے آخر میں دنیا میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا میں تشریف لانے کے بعد چالیس سال کی عمر میں اپنی نبوت کا اظہار فرمایا۔ ابتدائی چالیس سالہ زندگی میں آپ نے اپنے عمل و کردار سے لوگوں کو متاثر کیا۔ آپ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی اہل مکہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ سب آپ کو صادق و امین کہا کرتے۔ آپ نے اہل مکہ کے سامنے منصفانہ فیصلہ کیے، کامیاب شادیاں کیں، ایماندارانہ تجارت کی، اپنے اہل و عیال (بیوی بچوں) کی عمدہ تربیت کی۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ نے مثالی کردار ادا کیے۔ اعلانِ نبوت کے بعد تبلیغ کا بہترین حق ادا کیا۔ سب سے پہلے اپنے عزیزوں کو پھر اعلانیہ عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مخالفین کی اذیتوں کا سامنا کیا آخر کار انکے خلاف کامیاب جہاد بھی کیا۔ مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے طور طریقے بتائے۔ اسلام کی تعلیمات، نماز پنجگانہ، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ حرام و حلال کا فرق واضح کیا۔ نیکیاں کرنے اور گناہوں سے بچنے کی تعلیم دی۔ اعلانِ نبوت کے 23 سال بعد آپ قیامت تک پوری انسانی برادری، بالخصوص اہل ایمان کو ضابطہ حیات دے کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا وہ پیغمبر رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہوگیا۔ اب قیامت تک دنیا میں کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام جو ظاہر میں سب سے پہلے نبی ہیں انہوں نے ایک ہزار سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے وقت حضرت ادریس علیہ السلام سو سال کے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام جب آسمان پر تشریف لے گئے اس وقت آپ کی عمر 450 سال تھی۔ اس وقت کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ آپ نے 950 سال کی عمر پائی اور آپ نے طوفانِ نوح کے دو سال بعد انتقال فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام طوفانِ نوح کے سترہ سو نو سال اور حضرت نوح علیہ السلام کے انتقال کے پندرہ سو نو سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انتقال کے تقریباً دو ہزار تین سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو اکتر سال بعد پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ایک محتاط اندازے کے مطابق عمر اور مدت کا فاصلہ حسب ذیل ہے۔

دنیا میں تشریف لانے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام جنت میں کتنے برس رہے اور آپ کی تخلیق میں کتنا وقت لگا یہ اللہ جانتا ہے۔
یہاں صرف آپ کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد کی مدت نیچے درج کی جاتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر	1000 سال
حضرت آدم علیہ السلام کے انتقال کے وقت حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر	100 سال
حضرت ادریس مزید دنیا میں رہے	350 سال
حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پیدا ہونے تک کی درمیان مدت	1000 سال
حضرت نوح علیہ السلام کی عمر	950 سال
حضرت نوح علیہ السلام کے انتقال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیدا ہونے تک کی درمیانی مدت	1509 سال
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر	175 سال
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انتقال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے تک ی درمیانی مدت	2300 سال
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر	33 سال
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف لانے تک کی مدت	1436 سال ایک ماہ
31 جنوری 2007 تک انسانی وجود کی مدت	9324 سال ایک ماہ

اوپر دیئے گئے جدول کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک فاصلہ مدت تقریباً سات ہزار آٹھ سو اٹھاسی سال ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری سے اب یعنی (31.01-2007) تک دنیا میں انسانی مدت نو ہزار تین سو چوبیس سال ایک ماہ ہے۔

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد دنیا کے چھ براعظموں میں آباد ہے۔ جس کی تفصیلات حسب ذیل ہے۔ دنیا بھر کی آبادی کے یہ اعداد و شمار جون 2000ء کے ہیں۔

(۱) براعظم افریقہ

اس براعظم میں 53 ممالک ہیں اس براعظم میں انسانوں کی آبادی اسّی کروڑ آٹھ لاکھ دس ہزار (80,8,10,000) ہے۔

(۲) براعظم ایشیا

اس براعظم میں 48 ممالک ہیں۔ اس براعظم میں انسانوں کی آبادی تین ارب چھیاسٹھ کروڑ ستانوے لاکھ تیس ہزار (3,66,97,30,000) ہے۔

(۳) براعظم یورپ

اس براعظم میں 45 ممالک ہیں۔اس براعظم میں انسانوں کی آبادی بہتر کروڑ اکیاسی لاکھ دس ہزار (72,81,10,000) ہے۔

(٤) براعظم آسٹریلیا

اس براعظم میں 14 ممالک ہیں جن کی آبادی تیس کروڑ ستتر لاکھ تیس ہزار (30,77,30,000) ہے۔

(٥) براعظم جنوبی امریکہ

اس براعظم میں 13 آزاد اور 2 محکوم ممالک ہیں جن میں انسانوں کی آبادی چونتیس کروڑ سولہ لاکھ چھبیس ہزار (34,16,26,000) ہے۔

(٦) براعظم شمالی امریکہ

اس براعظم میں 22 آزاد ملک اور کچھ جزیرے محکوم ہیں۔ اس براعظم کی آبادی سینتالیس کروڑ چوہتر لاکھ اٹھارہ ہزار (47,74,18,000) ہے۔

(۷) براعظم انٹارکٹیکا

یہ براعظم غیر آباد ہے۔ یہاں انسانوں کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ براعظم کرۂ ارض کا 70.78 فیصد سمندروں پر مشتمل ہے۔